باسمہٖ سبحانہٗ

نظم دلکش

۱۳۴۴ھ

یعنی

دیوان دوم ناطق

مصنفہ شاعر شیریں مقال صوفی خیال جناب سید محمد اسمٰعیل صاحب ناطق

ساکن بھدراسی ضلع گیا مقیم آرہ

باہتمام

حاجی حافظ خواجہ قطب الدین احمد پروپرائٹر

نامی پریس لکھنؤ میں بصحت و خوبی چھپا

باراول — قیمت ۸عہ — ستمبر ۱۹۲۵ء

تصانیف مولانا خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی

آب بقا۔ تذکرہ شعرائے ماضی وحال نشانات ومنتخب کلام مع حسن خانہ عشرت — ۸/عہ

قواعد میر۔ ملک الشعرا میر تقی میر مرحوم سینہ بسینہ اردو زبان کے صرفی ونحوی قاعدے — ۶/

اصلاح زبان اردو۔ متروک الفاظ ومحاورات کی تحقیق عہد ناسخ سے امیر مینائی تک — ۶/

شاعری کی پہلی کتاب۔ فن عروض کے عام فہم قاعدے ہر مبتدی بغیر استاد شاعر کامل بن سکتا ہے — ۸/

شاعری کی دوسری کتاب۔ بحور کا بیان اختلافی قواعد کا قول فیصل اصلاح اور وجہ اصلاح — ۸/

شاعری کی تیسری کتاب۔ قافیہ اور عیوب قافیہ کا بیان مع استعمال — ۸

لغات اردو جلد اول۔ مفرد مصادر کا مبسوط لغت اور محل استعمال — ۱۲

لغات اردو جلد دوم۔ مصادر مرکبہ مع افعال کے لغوی اصطلاحی معنی صرف با محل — ۸

لغات اردو جلد سوم۔ مصادر لیبہ مع افعال کے لغوی معنی مع امثلہ اور محل استعمال — ۸/عہ

زبان دانی۔ اردو کے مستند قاعدے فصیح اور غیر فصیح کی تحقیق — ۸/

جان اردو۔ اردو ہندی کی حقیقت الفاظ کا فرق استعمال محاورات کی تحقیق — ۶/

اصول اردو۔ صرف ونحو کے چھوٹے چھوٹے قاعدے جملوں کی ترکیب — ۶/

گلدستۂ ظرافت۔ مذاق کی کنجی — ۶/

ہمجولی۔ شریف بی بیوں کی تعلیم کی ضرورت کی کتاب — ۶/

لغات اردو چہارم۔ حروف روابط مع مولد الفاظ ومحاورے کے معنی محل استعمال — ۸/

پتہ: خواجہ عبد الرؤف عشرت [illegible] ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لکھنؤ



سید محمد اسمعیل ۔ نطقی

آرا ۔ محلہ ٹولی ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر ۱ — ۹

چاروں طرف ہے چرچا اے گلعذار تیرا
ہر نام سب کے لب پر لیل و نہار تیرا

کیا جانئے دکھائے کیا انتظار تیرا
موقوف حشر پر ہے دیدار یار تیرا

گو مثل بو نہاں ہے ہر شخص کی نظر سے
ہر شے سے ہو رہا ہے نور آشکار تیرا

کن کن عنایتوں کا تیری بیاں کروں میں
خلق خدا پر احساں ہے بیشمار تیرا

ہر چیز سے الگ ہی ہر جزو میں ہے شامل
ہر شے سے یار جلوہ ہے آشکار تیرا

دیدار تیرا حاصل مجھکو ہو کسطرح سے
مسکن زمین میرا دار القرار تیرا

شرح وجود تیری دیباچۂ دو عالم
کرسی و عرش سے ہے نور آشکار تیرا

وقت مصیبت آخر تجھکو پکارتا ہے
کافر ہو یا ہو منکر کوئی ہزار تیرا

نمبر ۲ — ۱۱

واجب نہیں ہے پردہ تعلق حزیں ہے تجھکو
ہر جان و دل سے شیدا یہ جاں نثار تیرا

کعبہ ہو یا کلیسا سب میں ہے نور تیرا
ہر شے سے ہو رہا ہے ظاہر ظہور تیرا

ہم دل میں دیکھتے ہیں دن رات نور تیرا
موسیٰ ہی دیکھیں جلوہ بالائی طور تیرا

ہر جزو تن میں تو ہی اے یار بس رہا ہے
بجلی سا دوڑتا ہے رگ رگ میں نور تیرا

تجھ سا ہوا نہ ہوگا دونوں جہاں میں کوئی
واجب ہے اے پری وش بیشک غرور تیرا

جو مٹ گئے ہیں تیرے رستے میں اے ستمگر
دیکھا کریں نہ کیوں کر دن رات نور تیرا

ہے لطف عام تیرا دونوں جہاں ہیں لیکن
کم بخت ہو جو کوئی تو کیا قصور تیرا

دکھلا دے اک جھلک تو اے یار ماہ پیکر
سو جان سے ہے عاشق یہ ناصبور تیرا

ازماہ تا بہ ماہی تیرا ہی تذکرہ ہے
پہونچا ہوا ہے شہرا نزدیک و دور تیرا

دونوں جہاں کی لذت تیری ہی عشق میں ہے
کیوں دل کو خوش نہ رکھے اے جان سرور تیرا

جو خود ہو کور باطن اسکا شمار ہی کیا
دیکھے اگر نہ مجھکو تو کیا قصور تیرا

نمبر ۳	آسان اس کی مشکل سب کر دے یا الٰہی ہے نطق ایک ادنی بندہ ضرور تیرا	۱۰

پیاسا ہوں ایک ساغر کوثر کے آب کا
چھوڑوں میں کس طرح سے کٹورا شراب کا

ہے مرتبہ بلند بہت اس جناب کا
بعد از رسول ہے درجہ بوتراب کا

ہے فرد ذات پاک محمد جو دہر میں
ثانی نہیں جہان میں ہے بوتراب کا

سورہ ہیں مصطفٰے جو کلام مجید کے
آیت علی ہے ایک خدا کی کتاب کا

ہے فرق مصطفٰے و علی میں تو ہے یہی
چھوٹا ہوا ہے بیچ میں پردہ حجاب کا

بخشا شرف خدا نے ہے کیا نام پاک کو
مشکل کشا ہے نام علی شیخ و شاب کا

کیا مرتبہ علی کا ہے جانا رسول نے
روح القدس سے بڑھ کے ہے رتبہ جناب کا

پہونچوں میں کسطرح سے نجف کی زمین تک
غلبہ بہت ہے آنکھوں میں غفلت کے خواب کا

اے بحر جود و قلزم ذخار فیض عام
دشمن بھی ہے مقر کرم بے حساب کا

نمبر ۴	نطق حزیں کو لگتے ہیں تیرا ہی نام گو چھینٹا ادھر بھی کوئی کرم کے سحاب کا	۱۸

رقم ہے وصف اسمیں آفتاب روئے جاناں کا
بنا ہے مطلع خورشید مطلع میرے دیواں کا

ترقی پر ستارہ ہے ہمارے نور ایماں کا
ہمیشہ دور ہے اب مصحف رخسار جاناں کا

نہیں غم سے نقط پر خون ہے دل لعل بدخشاں کا
ہے گلگونہ شفق کے گال پر خون شہیداں کا

اٹھا لے کسطرح قاتل مجھے تلوار کے گھاٹوں
ہے شاید راستہ کا داک کچھ شہر خموشاں کا

قناعت ہی سے حاصل ہوتی ہے کونین کی دولت
مزا دیتا ہے مسیر اُبور یا تختِ سلیماں کا

بہار بزم جاناں دیکھ لیں قدسی ذرا آکر
سماں دکھلا رہی ہے یہ بعینہ باغ رضواں کا

جو ہیں آزاد دنیا میں سدا سر سبز رہتے ہیں
ہرا ہے خشک ہونے پر بھی پتا سرو بستاں کا

جو دیکھی کاکل خمدار شکلیں اُس سہی قد کی
جلا ہے رشک سے کیا کیا نہ تختہ سنبلستاں کا

نچھے رستے میں خود گل گر کے شوق پائمالی میں
کیا اس سرو قد نے قصد جب سیر گلستاں کا

بتا دستِ جنوں کیا مشغلہ اب ہوگا آیندہ
نہ باقی ایک بھی اب تار ہے میرے گریباں کا

ہمیشہ دل ہی پر آکر نشانہ اُسکا پڑتا ہے
عجب دستور دیکھا یار کے مژگاں کے پیکاں کا

ہوئیں بیمار آنکھیں لال ڈورے پڑ گئے انمیں
اثر دیکھا مری جاں آپنے خون شہیداں کا

کسیدن ماہتابی پر جو دیکھا آپ کا چہرہ
خجالت سے ہے منہ اُترا ہوا شمع شبستاں کا

ہزاروں قبریں بنتی جاتی ہیں قاتل کے صدقے میں
ستارہ ان دنوں ہے اوج پر شہر خموشاں کا

تعجب کیا عدو مجھکو فریب آکر جو دیتے ہیں
نشانہ بنگیا آدم ازل میں مکر شیطاں کا

چلا ہے کوچۂ کاکل کے جانب یہ دل شیدا
ارادہ کر لیا مومن نے بھی اب کافرستاں کا

مرے سینے کے داغوں نے اجالا گور کو رکھا
نہ میں شرمندۂ احساں ہوا شمع شبستاں کا

نمبر ۵	نہ چمکے کس طرح اے نطق میرا گوہر مضموں تصوّر ہے مرے دل کو کسیکے دُرِّ دنداں کا	۱۴

نور کعبے میں تھا اُسکا جلوہ بتخانے میں تھا
خود وہ لیکن دل کے پر اسرار کاشانے میں تھا

کعبہ پر چھائی تھی ظلمت بے ترے ای ماہرو
نالۂ ناقوس سے اک شور بتخانے میں تھا

ایک ہی گردش میں اسکی مست ولایعقل ہوئے
کچھ نہیں کھلتا کہ کیا آنکھوں کے کاشانے میں تھا

ہے پرستش نام کی منصور کے ہر ہر جگہ
اے پری کیا جانئے کیا تیرے دیوانے میں تھا

ہائے قاتل نے لگا رکھی رگ گردن مری
غم سے چھٹکارا نہ مجھے دم کے نکلجانے میں تھا

باندھکر ان موذیوں کو رنگ پھیکا کر دیا
لطف عارض پر تری زلفوں کے لہرانے میں تھا

دل ہوا پامال اگر اچھا ہوا میں کیا کروں
مانتا تھا کب مری غیروں کے بہکانے میں تھا

یار نے رو کا بیان داستان ہجر سے
تذکرہ درد و الم کا میرے فسانے میں تھا

جان اب دینے کو میں تیار ہوں اے گلبدن
تقد دل پہلے دیا الفت کے بیعانے میں تھا

ہجر کی لذت نہیں ملنے کی روز وصل میں
کچھ مزا رونے میں تھا کچھ دل کے سمجھانے میں تھا

قتل عاشق سے تمھیں کیا فائدہ حاصل ہوا
کچھ ستانے میں مزا کچھ انکے تڑپانے میں تھا

ذکر پر غیروں کے اُس کا ہاتھ رکھنا کان پر
لطف گھبرانے میں کچھ اسکے قسم کھانے میں تھا

نطق بھی اسکو خدا بخشے عجب تھا بے نیاز
خون دل پینے کا عادی فرد غم کھاتے میں تھا

نمبر ۶	دیکھئے شاید وہاں لیجائے وہ مرد خدا جسکو دیکھا تھا میں نے نطق میخانے میں تھا	۱۱

نہ جواب آپ کی رعنائی کا
نہ خود آرائی و زیبائی کا

عشق اس کافر ہرجائی کا
پیش خیمہ ہے یہ رسوائی کا

بات اتنی تو ہے اس کافر میں
کچھ نہ کچھ پاس ہے شیدائی کا

پھٹ پڑی اُسکی جوانی ایسی
چاک جامہ ہے شکیبائی کا

آنکھ بے شبہ تری اے قاتل
ہے جواب آہوے صحرائی کا

زندگی تجھ سے نہ ملے ممکن ہے
کیا ٹھکانا بت ہرجائی کا

خون میں ایسی سفیدی آئی
بھائی ہے دشمن جاں بھائی کا

در جنت کو پری کو دیکھا
کیا جواب آپ کی رعنائی کا

حشر میں مجھکو لحاظ الفت
پاس تھا اُن کو شناسائی کا

عرش اعلےٰ کے بھی اوپر کچھ اور
ہے دماغ آپ کے سودائی کا

نطق کا نام ہے ہر محفل میں
شہرہ ہے آپ کے شیدائی کا

منبشہ

۱۶

اک بتِ سفاک کا کمبخت شیدا ہوگیا
بیٹھے بیٹھے اس دل ناداں کو یہ کیا ہوگیا

دل مرا کس شوخ کی آنکھوں کا شیدا ہوگیا
یہ تڑپ اُسکی بڑھی آہوئے صحرا ہوگیا

اُس بت کافر نے جب سے میرے دل میں گھر کیا
یہ قیامت ہوگئی کعبہ کلیسا ہوگیا

پڑگئی میرے تن بیجان میں جان آیا جو خط
نامہ بر اُن کا یہاں آکر مسیحا ہوگیا

کیا بتائیں خود ہماری فہم میں آتا نہیں
کسکی زلفوں میں پھنسا کمبخت دل کیا ہوگیا

جب نہیں کی لاکھ کچھ ہو ہاں نہیں کرنیکے وہ
بات کیا اُن کی ہوئی قسمت کا لکھا ہوگیا

حُسن میں روز ازل ہی سے تو وہ تھا لاجواب
ناز و غمزہ میں ادا میں بھی وہ یکتا ہوگیا

اَب تو عالم میں اُسی بُت کی خدائی ہوگئی
جو کوئی بندہ خدا کا تھا وہ اُس کا ہوگیا

نشہ میں مجھ سے وہ لپٹے جان آئی جسم میں
جام صہبا ہی مرے حق میں مسیحا ہوگیا

اس قدر دیدار کی انکے ہوس مجھکو ہوئی
میں مجسم آرزو حسرت تمنا ہوگیا

بندہیں محرم کے ٹوٹے مستی سے چھوٹی ہوئی
سچ کہو تو وعدہ کس کا آج ایفا ہوگیا

آہ کی میں نے تو سارے بحر صحرا بن گئے
رونے پر آنکھیں جو آئیں دشت دریا ہوگیا

مرے پہلو سے نکلکر دل ہو زلفوں میں مقیم
ہائے حسرت عشق میں اپنا پرایا ہوگیا

دست پر نور بت دلجو جو دیکھا رشک سے
ہاتھ ملتا رہ گیا شرمندہ موسےٰ ہوگیا

جس کسی نے یار کا میرے سراپا لکھدیا
نطق میں احساں مند اُس کا سراپا ہوگیا

منبشہ

دل دیا تھا نطق میں نے رنج سہنے کیلئے
شکر ہے ارمان میرے دل کا پورا ہوگیا

۱۳

ادھر تو نطق نے شوق شراب ناب کیا
اُدھر فرشتوں نے توبہ کا بند باب کیا

عدو سے اُس نے طلب ساغر شراب کیا
تو رشک نے یہیں دل کو مرے کباب کیا

ذلیل و خوار خدائی کا انتخاب کیا
کبھی خطاب کیا بھی تو یوں خطاب کیا

کوئی تو بات ہے تم میں وگرنہ اے دلبر
تمھیں کو لاکھوں میں کیوں میں نے انتخاب کیا

سکین کا نہیں نہ رہا دل کی بیقراری سے
اسی نے ہائے مجھے مورد عتاب کیا

ہماری آہ سے یکسر تھی ہم کو مایوسی
مگر شدہ شدہ خوب اسنے کامیاب کیا

سنے ہیں دیکھنے اُس بحر حسن سے کب ہم
کہ اپنی ہستی کو جب صورت حباب کیا

مری زبان میں طاقت کہاں کہ شکر کروں
کرم تمھاری مروت نے بے حساب کیا

وہ میرے پاس سے جب رُوٹھ کر چلے گھر کو
تو میں نے اپنے دل و جاں کو ہمرکاب کیا

وہ دل کو پکڑے ہوئے رات آئے میرے پاس
ہے شکر حق مجھے نالوں نے کامیاب کیا

شمار میں مرے عصیاں نہ آسکے آخر
جو میں نے بیٹھ کے اک دن انھیں حساب کیا

جو داد خواہ ہوا حشر میں تو اُس گل نے
مجھی کو جرم محبت میں لاجواب کیا

نمبر ۹	بڑے بڑوں کی رسائی جہاں ہے ناممکن ہر شکر نطق مجھے اسنے باریاب کیا	۷

زندگی میں جن کے تھے پھولوں کے خرمن زیر پا
ہو رہا ہے رہرووں کے انکا مدفن زیر پا

زندگی میں کرتے تھے دل عاشقوں کے پائمال
مرنے پر اب لاتے ہیں وہ اُنکے مدفن زیر پا

اس مری آوارہ دشتی سے نیا گل یہ کھلا
آبلوں کے فیض سے ہو ایک گلشن زیر پا

پھول کے بستر پہ اُس کا پاؤں چھلنی ہو گیا
بن گئی پھولوں کی چبھی نوک سوزن زیر پا

دام میں نقش کف پا نے پھنسایا ہے لیے
طائر رنگ حنا کا ہے نشیمن زیر پا

اس قدر اغیار سے پرہیز ہے چلنے میں بھی
ڈر ہے آجائے نہ خاک پائے دشمن زیر پا

نمبر ۱۰	پاؤں کے چھالوں میں حدت اسقدر اے نطق ہے جل رہے ہیں سینکڑوں گویا کہ گلخن زیر پا	۱۳

مری آہوں میں رفتہ رفتہ کچھ ایسا اثر آیا
کہ اک دن بے تحاشا دوڑتا وہ میرے گھر آیا

عجب انداز سے مقتل میں وہ رشک قمر آیا
برہنہ تیغ ہاتھوں میں لئے باندھے کمر آیا

خوشی میں قتل کی بالیدگی ہی جسم کو ایسی
ابھی ادا اُٹھائی اور فوراً زخم بھر آیا

رہا اغیار کی وہشت سے لرزاں بایں صورت
کہیں وہ شوخ بھولے سے جو اک دن بکے گھر آیا

رقیب روسیہ کانٹوں کے ایسا گھیرے رہتے ہیں
کسی دن حوصلہ دل کا مرے لے گل نہ بر آیا

وہ پہونچا جب مرا لاشہ چلا شہر خموشاں کو
عیادت کو مری افسوس کب وہ بے خبر آیا

ترس اغیار کو آیا ہماری زار حالت پر
نہ تجھکو رحم اے سفاک ہمسر ذرہ بھر آیا

عدو تھا ہم بغل وہ ہنسکے باتیں کرتے جاتے تھے
یہ نقشہ دیکھ کر خون اپنی آنکھوں میں اُتر آیا

کلیجہ ہاتھوں سے پکڑے ہوے بیتاب وہ آئے
مرا نالہ خدا کا شکر اپنا کام کر آیا

اُٹھا پردہ دوئی کا دیدۂ باطن سے جب میرے
تو ہر ہر شے میں جلوہ لے پری تیرا نظر آیا

یہ ہرگز خط نہیں ہے مصحف رخسار پر اُنکے
کتاب آسمانی کا ہے شیرازہ بکھر آیا

چھپائے سے نہ ہرگز یہ چھپیگا مان لو کہنا
دبے گا کیا جو یہ فتنہ قیامت کا اُبھر آیا

نمبر ۱۱	خدا کا شکر ہے اے نطق اب برسوں کی کوشش میں وہ محبوب جفا کیش و ستمگر راہ پر آیا	۲۳

نہ کیوں ممنوں ہوں میں اُس پری پیکر کے خنجر کا
کہ جس نے ختم جھگڑا کر دیا میرے تن و سر کا

بتاؤں حال کیا میں اس دل بیتاب و شیدا کا
ہوا ہے جب سے عاشق ایک معشوق سمن بر کا

پتا اُسدم چلے گا ابر بہمن اسکے جوہر کا
کہ دریا جوش پر جب آئیگا اپنے دیدۂ تر کا

دکھایا اس پری نے آج جوہر اپنے خنجر کا
کہ اک اک وار میں دس بیس عاشق کو دیا چرکا

لعاب لعل لب سے کیا تقابل ہکولے زاہد
یہ خوبی ہو نہیں سکتی سُنا کر نام کوثر کا

عجب کیا مشک و عنبر کی ہو خوشبو میرے مرقد میں
کہ عاشق ہوں کسی مہوش کی زلف معنبر کا

رواں ہے سیل جیحوں رات دن ہجر پری میں
خدایا تو ہی حافظ ہے ہمارے دیدۂ تر کا

زمیں سے آسماں تک کی خبر لے لیگا یہ شاید
ٹھکانا ہے کوئی اس جوش سیل دیدۂ تر کا

مقابل ابر دریا بار سے ہونیکو اب یہ ہے
تماشا دیکھنا ہے ہمکو اپنے دیدۂ تر کا

کسی کی آہ وزاری پر ذرا سا بھی نہ پگھلیں
جگر فولاد کا ہے آپ کا یا دل ہے پتھر کا

تڑپتا میں رہوں کبتک تمنائے شہادت میں
قسم ہے تجھکو لے قاتل لگا اک وار خنجر کا

پیا پے اسقدر وعدے ترے ثابت ہوے باطل
رہا باقی نہ تیرا اعتبار وعدۂ محشر کا

صدا قلقل کی پہونچی جو کانوں میں تو جی اٹھے
کیا مُردوں کے حق میں کام اسنے شورِ محشر کا

ترا بوٹا سا قد پرکالۂ آفت ہوا ثابت
مجسم ایک پُتلا تو بنا ہے فتنہ و شر کا

نکل پڑے سے کوٹھے پر خراماں ناز سے ہو جا
تماشا آج عالم کو دکھا دے صبح محشر کا

ترے لعلین لب نے کر دیا بیقدر مرجاں کو
ترے دانتوں نے رتبہ کھو دیا عالم میں گوہر کا

ہزاروں کٹ کے دن سیل فنا میں غرق ہوتے ہیں
غضب ہے باڑھ پر دریا ترے اے یار خنجر کا

رقیب روسیہ کے سامنے بے سود کیا بولیں
کھلیں جوہر اگر کوئی مقابل ہو برابر کا

جو مشکل سے بھی مشکل کام ہو آساں ہو جائے
اگر شامل رہے فضل و کرم اللہ برتر کا

تمھارے نقش پا پر رہگذر میں ہم جو لیٹے ہیں
تو ہمکو لطف اس میں آگیا فرشِ مشجر کا

زباں پھر شکوہ سنج جور خوباں کیوں ہو
کہ جو کچھ پیش آتا ہے نوشتہ ہے مقدر کا

نمبر ۱۳

ابھی رو دیتے ہو کیا اے نطق بسم اللہ کہتے ہیں
یہ سودا مول تمنے لے لیا ہے زندگی بھر کا

۱۷

جور کا دیکھ کے مُنہ آپ کا مکھڑا دیکھا
فرق دونوں میں زمیں اور فلک کا دیکھا

کیا کہوں ہجر میں اس جور سے کیا کیا دیکھا
پھر خدا مجھکو نہ دکھلائے جو دیکھا دیکھا

تذکرہ رنج و مصیبت کا عبث ہے بالکل
میری تقدیر نے جو کچھ کہ دکھایا دیکھا

ہو گئے آپ بھی انگشت بدنداں آخر
رقص بسمل کا مری جان تماشا دیکھا

جسکو پایا ترے کوچہ میں سسکتا پایا
جس کو دیکھا تری محفل میں تڑپتا دیکھا

زلف شبگوں میں جو تاروں کی جھلک آئی نظر
مجھکو مرأس جور کا یا عقد ثریا دیکھا

کوئی کہتا ہے پری ہے کوئی حور بہشت
ہر جگہ میں نے اسی بات کا جھگڑا دیکھا

جی اُٹھا مردمک چشم کی ٹھوکر سے ہیں
سحر کے بیٹے ہیں اعجاز کا پتلا دیکھا

بار بار آتا ہے میخانے میں سمجھانے کو
سیدھا گھر شیخ نے ہی ایک خدا کا دیکھا

ہم نہ کہتے تھے کہ کہنے کا نہیں اسکے یقیں
وعدہ کر کے بھی وہ بدکیش نہ آیا دیکھا

ایک ٹھوکر سے جلاتے ہیں ہزاروں مردے
معجزہ یار کا لے حضرت عیسیٰ دیکھا

راز الفت ہی تو غمازوں نے لکھ رکھا تھا
اپنے کاندھوں کے فرشتوں کا نوشتہ دیکھا

حُسن لاکھوں میں جو پایا تو تمھارا پایا
میں نے انداز جو دیکھا تو تمھارا دیکھا

لعل لب دیکھے اگر مُنھ میں بھر آیا پانی
ہاتھ ملنے لگے جوبن جو کسی کا دیکھا

پسگیا شوق سے زیر قدم یار جو خوش
حوصلہ آج ترا اے دل شیدا دیکھا

الفت زلف میں سر جاتے ہوئے دیکھتے ہیں
سر سے جاتے ہوئے لیکن نہ یہ سودا دیکھا

نمبر ۱۳	اپنی صحت کی خرابی کی بدولت اے نطق حیف صد حیف جوانی میں بڑھاپا دیکھا	۲۰

میں نے اُس حور شمائل کو سراپا دیکھا
شان حق آئی نظر نور خدا کا دیکھا

گردش چرخ سے دنیا کا جو نقشہ دیکھا
کیا کہوں آپ سے ان آنکھوں نے کیا کیا دیکھا

موت اپنوں کی غم ہجر احبا دیکھا
میں نے اس عمر دوروزہ میں نہیں کیا دیکھا

جس کو دیکھا یہی دیکھا کہ ٹپکتا ہی سر
کوئے دلبر میں عجب آج تماشا دیکھا

حکم کی دیر تھی خود کاٹ لیا سر اپنا
یہ جگر تمنے کبھی اور کسی کا دیکھا

نہ ملا مجکو پتا اُس بُت ہرجائی کا
جستجو کعبہ میں کی میں نے کلیسا دیکھا

محفل رقص کبھی یاد نہ آئی تمکو
تمنے افسوس نہ بسمل کا تڑپنا دیکھا

گردش چشم نے مخمور کیا عالم کو
یہ اثر تجھ میں نہ اے ساغر صہبا دیکھا

جستجو سچی جو تھی اور طلب تھی صادق
لاکھ پردوں میں جمال رُخ زیبا دیکھا

اسکی آنکھوں کے اشاروں نے جلائے مردے
مردم چشم میں لطف دم عیسیٰ دیکھا

میری صورت سے بھی بیزار ہے اب تو وہ بت — اپنی آہوں کا اثر اور بھی اُلٹا دیکھا

لاکھ ڈھونڈھا نہ ملا اسکا پتہ اور جب گھر — اپنے دل ہی میں مگر یار کا جلوا دیکھا

آپ کیا آئے جوانی سے بڑھاپا آیا — شام سے تا بہ سحر آپ کا رستا دیکھا

دل مرا لے کس اقرار پر اس بت نے لیا — اور اک دن نہ نباہا نہ نباہا دیکھا

انکے گیسو کی محبت سے بجائے خالق — دار پر عاشق کا کل کو لٹکتا دیکھا

بے طلب اس نے دیا خال کا بوسہ مجھکو — آج قسمت کے ستارے کو چمکتا دیکھا

یار کے کوچے مین یوں بھیڑ لگی رہتی ہے — میں نے ہنگامۂ محشر کا تماشا دیکھا

زندگی بھر نہ نکلتے ہوئے دیکھا اسکو — دل عاشق کو سدا محو تمنا دیکھا

نمبر ۱۰

خون اُگلنے لگے اس سانپ نے ایسا کاٹا — اُلفت زلف کا اے نطق نتیجہ دیکھا

۱۱

حسن اُس سیمبر کا کیا کہنا — اُس کے تیر نظر کا کیا کہنا

اُف نہ کی اُس نے برچھیاں کھا کر — عاشقوں کے جگر کا کیا کہنا

پانی پانی ہے نوح کا طوفاں — میری اس چشم تر کا کیا کہنا

جس نے یہ صورتیں بنائی ہیں — ہائے اس کارگر کا کیا کہنا

بوجھ آنچل کا سہہ نہیں سکتی — تیری نازک کمر کا کیا کہنا

چھید دیتی ہے یہ کلیجے کو — اس کی ترچھی نظر کا کیا کہنا

افضل الخلق یہ ہوا مخلوق — اقتدار بشر کا کیا کہنا

خون دل سے گیا جو ہو سینچا — ہائے ایسے شجر کا کیا کہنا

آگ دوزخ میں بھی لگا چھوڑے — میرے دل کے شرر کا کیا کہنا

مال و دولت سے بڑھ گئے دونوں ہیں — یار در علم و ہنر کا کیا کہنا

غیرت حور ہو جو فی الواقع — نطق ایسے بشر کا کیا کہنا

نمبر ۵

سلسلہ روز آنے جانے کا
پیش خیمہ ہے دل لگانے کا

ہو بہانہ کوئی ستانے کا
رکھ دو الزام دل لگانے کا

کنگھی چوٹی کا پان کھانے کا
ہے بہانہ کبھی نہانے کا

کچھ عجب حال ہے زمانے کا
اُس نے وعدہ کیا تھا آنے کا

غیر کی کھاتے ہو قسم ہر دم
کچھ ٹھکانا ہے اس جلانے کا

مُدتوں پر ہوا ہے وصل نصیب
نہ لو نام آج گھر کے جانے کا

جانتا ہوں کہ آپ سچے ہیں
فائدہ کیا قسم کے کھانے کا

سبز رنگوں کو دل نہ دے کوئی
کیا نتیجہ ہے زہر کھانے کا

چھینٹے دیتا ہے مجکو کیا واعظ
میں نہیں تیرے دم میں آنے کا

بوسۂ زلف لے لیا تو کہا
یہ طریقہ ہے مار کھانے کا

مر گئے خنجر تغافل سے
پھل ملا ہم کو دل لگانے کا

وصل کی شب ذرا نہ تم روٹھے
حوصلہ رہ گیا منانے کا

رحم کرنے کے جب نہیں ہیں وہ
فائدہ حال دل سُنانے کا

آپ پہچانتے نہیں مجھکو
بندہ ہوں کس کے آستانے کا

آج دو باتیں ہو گئیں مجھ سے
کھل گیا رستہ آنے جانے کا

اے اجل مر رہا ہوں فرقت میں
ہے یہی وقت رحم کھانے کا

نازکی نے دبا لیا دامن
جب کیا قصد اُسنے آنے کا

ظلم سے چرخ کے بچا کچھ بھی
شاخ کا ہے نہ آشیانے کا

بال کھولے جو وہ سپہر جمال
پنجۂ خور سے کام شانے کا

مرگ عاشق کو سُنکے وہ بولے
سلسلہ ہی ہو آنے جانے کا

بوئے گیسو نہ سونگھ لوں جب تک
میں نہیں ہوش میں ہوں آنے کا

۱۷	سچ تو کہیئے کہ انتظار اسے نطق آج ہے کس پری کے آنے کا	نمبر ۱۶

ناز کی رفتار سے اک حشر برپا کردیا۔ | قبر میں مردوں کو تم نے آج زندہ کردیا
میری آنکھوں کو ترا محو تمنا کردیا | اس دل کمبخت نے افسوس یہ کیا کردیا
ہر کسی کو اک جھلک دکھلا کے شیدا کردیا | لے مرے یوسف لقا سب کو زلیخا کردیا
میں ترا ممنون ہوں لے ناوک مژگاں دست | میٹھا میٹھا درد تو نے دل میں پیدا کردیا
دیدئے اُن کو جوانی نے ادا و ناز و شرم | قتل عاشق کے لئے ساماں مہیا کردیا
آہ بھی اب کر نہیں سکتا دل پُر درد سے | لاغری کا ہو بُرا کمزور ایسا کردیا
واہ رے طرز تغافل جانتے ہی کچھ نہیں | کس کی اُمیدیں بر آئیں خون کس کا کردیا
اُس پری سے لب بہ لب سینہ بسینہ ہوگئے | ما و تو کا آج ہم نے ختم جھگڑا کردیا
وصل کا طالب ہوا تھا اور خواہاں کچھ نہ تھا | بات اتنی تھی جسے تم نے فسانا کردیا
لِلّہ و انداز و نزاکت نے حیا نے شرم نے | دلربائی میں تمھیں لے جان یکتا کردیا
اب تو آکر بیٹھ دل میں او بت پردہ نشیں | دیکھ دل کی جھلیوں سے میں نے پردا کردیا
اب قدم پڑتے نہیں فرش زمیں پر آپ کے | اسقدر حُسن دو روزہ نے خود آرا کردیا
تھا نہاں راز محبت ایک مدت سے مگر | اس دل شوریدہ نے ناحق کو غوغا کردیا
ہے اگر شکوہ مجھے تو خالق عالم سے ہے | اُس پری کا حُسن کیوں ایسا ستم زا کردیا
مورد تعزیر الفت مجکو فرماتے ہیں وہ | کہتے ہیں بدنام تو نے نام میرا کردیا
چشم رہزن کو بت سفاک نے ملتے ہی آنکھ | میرے دل کے چھین لینے کا اشارا کردیا

۱۶	بے سبب ہمنے زباں اپنی نہیں کھولی ہے نطق کچھ تو میرے دل پر اسنے آج القا کردیا	نمبر ۱۷

اسے مرے عیسیٰ نفس کچھ تو بتا کیا کردیا | آکے تو نے درد دل کو اک بہانا کردیا

کھینچکر بزم عدو میں مجھکو آخر لے گیا | ہائے تو نے اے دل بیتاب یہ کیا کر دیا
ہاے اشکوں کی بدولت میری رسوائی ہوئی | راز الفت میری چشم تر نے افشا کر دیا
کچھ تجھے معلوم ہے اے چہرۂ زیبای یار | سرخرو کس کو کیا اور خون کس کا کر دیا
کہدیا آخر انا الحق جوش میں منصور نے | ما و تو کا خوب اُس نے ختم جھگڑا کر دیا
پرتو حسن ستم زا کا نہ کیوں ممنون ہوں | خانۂ دل کو مرے اُس نے اُجالا کر دیا
چاند سی صورت حسینوں کو تو دیدی اے خدا | انکے دل میں رحم تو نے کچھ نہ پیدا کر دیا
حسن بے پروا نے اک حور ستم ایجاد کے | کافر و دیندار کو محو تمنا کر دیا
ہوگیا بیتاب بے دیکھے شے یہ نابکار | تذکرہ دل سے جو میں نے اُس پری کا کر دیا
خنجر تیغ تبسم سے خرام ناز سے | اُس پری نے قتل مجھکو بے محابا کر دیا
اب نہ سر ہی ہے نہ سودا ہی ہوئے دونوں سے ایک | ایک ہی خنجر میں اُس نے ختم جھگڑا کرد
آگیا اک چاند سا مکھڑا جو میری سامنے | جذب الفت نے مجھے محو تماشا کر دیا
ابتو دیوانوں کی حالت ہو رہی ہے اندنوں | اک نگاہ ناز نے کیا جانئے کیا کر دیا
دل تو دو ٹکڑے خیال ابروئے جاناں سے ہے | یا د مژگاں نے مرا چھلنی کلیجا کر دیا
ناز کی تلوار سے رفتار کے انداز سے | مردہ کتنوں کو کیا کتنوں کو زندہ کر دیا

نمبر ۱۸

تذکرہ پر نطق کے یوں گالیاں بکنا نہ تھیں
تمنے خود ہی اے مرےجاں راز افشا کر دیا

۱۴

قیامت جوانی کا آنا ہوا | غضب ہائے دل کا لگانا ہوا
جو اک حور سے دل لگانا ہوا | تو دشمن مرا اک زمانا ہوا
ستمگر جفا پیشہ مانا ہوا | اسی پر مرے دل کا آنا ہوا
کسی سے اگر دل لگانا ہوا | غم درد فرقت اُٹھانا ہوا
کسی کی محبت نے مارا مجھے | مگر موت کا اک بہانا ہوا

نہیں دہر میں کوئی اسکا جواب — ہے بے مثل وہ حور مانا ہوا
مرا حال ایسا ہوا دردناک — کہ مایوس اپنا بگانا ہوا
کوئی بات ایسی ہے تجھ میں ضرور — کہ دلدادہ تیرا زمانا ہوا
پتہ بھی عدو کا نہ پایا کہیں — جو منظور انھیں زمانا ہوا
تعارف کسی سے مجھے ہوگیا — گھڑی دو گھڑی کا ٹھکانا ہوا
ادہر جان پر آبنی ہے اودہر — ہنسی کھیل جی کا جلانا ہوا
نہ کھائیگا ہرگز کسی پر ترس — وہ سفاک تیرا ہے جانا ہوا
جو میں نے کہا آئیگا ضرور — تو بولے اگر آب و دانہ ہوا
نگوری بڑھا کر لیا ہائے دل — قیامت یہ دینا دلانا ہوا
یہ کیا جانتے تھے یہ کیا تھی خبر — غضب ہائے دل کا لگانا ہوا

۱۵	اگر نطق ہے مشتری کیا عجب خریدار تیرا زمانا ہوا	نمبر ۱۹

عجب آج نکھرا ہے جوبن کسی کا — خدا ہی نگہبان ہے میرے جی کا
مجھے حال معلوم بھی ہے کسی کا — ہے مہمان کوئی گھڑی دو گھڑی کا
تمہاری جو چشم فسون گر کو دیکھے — تو ہو سحر باطل ابھی سامری کا
مجھے آہ کرنا بھی مشکل ہوا ہے — کہوں اور کیا حال میں بیکسی کا
یہی وجہ ہے مجھکو ضبط فغاں سے — لگا ہے مجھے خوف پردہ دری کا
مرے خانۂ دل کو دیکھو تو آکر — یہ مسکن ہے اک خوبصورت پری کا
تمہاری نگاہوں کا جادو ہے برحق — تڑپنے لگا سینے میں دل کسی کا
دل خلق پر یہ گراتی ہے بجلی — نرالا ہے انداز تیری ہنسی کا
حسینان مدہوش ہیں خوب نکھرے — نہیں ہے جواب آپکی سادگی کا

ستاؤ ری جان جتنا ہو ممکن
اگر رنج تم کو ہو مجھ سے کسی کا

سُنا جب سے ہی میرے گھر آئینگے وہ
تو اُترا ہوا کچھ ہے منہ بیکسی کا

میں کہدونگا منہ پر کہ ظالم ہو ظالم
مجھے ڈر پڑا ہے کسی کے کسی کا

مسل لینا عاشق کے دل آگ چلکر
ابھی طور سیکھو ذرا دلبری کا

نہ غمخوار و مونس نہ یار و احبا
مرا کنج عزلت ہے گھر بیکسی کا

نمبر ۲۰	کوئی بات دیکھی کہ چپ ہو گیا ہے نہ پوچھو سبب نطق سے خامشی کا	۱۳

خرام جگر سا جو دیکھا کسی کا
ہے دم ناک میں آج کبک دری کا

جو اے دل ہوا شیفتہ تو کسی کا
ٹھکانا ابھی کچھ ہے تری خودسری کا

مرا خانۂ دل ہے ویران جیسا
نہ غارت ہوا اسطرح سے گھر کسی کا

بگڑ اُٹھے اک بوسہ کے مانگنے پر
نہ یا رب ہو محتاج کوئی کسی کا

ہے بےچین دل مثل سیماب میرا
ہوا شیفتہ ہائے یہ کس پری کا

شب غم مجھے چھیڑنے کون آیا
یہ موقع نہیں ہے ہنسی دل لگی کا

اگر چھین لیتے نہ تم ہم سے خنجر
چکا ہوتا جھگڑا ہمارا کبھی کا

عدو ہم نہیں ہیں کہ گالی سنیں گے
نہیں ہے مزاج ایکساں ہر کسی کا

شریک غم و رنج کوئی نہیں ہے
شب ہجر یہ حال ہے بیکسی کا

تمھیں میں نے ایجان بے پردہ دیکھا
تو قایل ہوا میں وجود پری کا

یہ ظاہر ہے خون تمنا ہوا ہے
کہ دل خون ہو کر بہا ہے کسی کا

ہے بار گراں ایک شبنم کی چادر
یہ عالم ہے اُس حور کی نازکی کا

نمبر ۲۱	ہوا نطق دیوانہ اسطرح کیوں کر ہوا سایہ اس شخص کو کس پری کا	۱۳

یاد مژگاں ستم کیش کو مہمان کیا	جان جانے کا دل زار نے سامان کیا
مشکل نزع کو شمشیر سے آسان کیا	یہ بڑا آپ نے بیمار پر احسان کیا
اے اسیر بھی نہ دی داد وفا صد افسوس	جان کو بھی نہ ذریع آپ سے ایجان کیا
پاس کیا تھا کہ میں مہمان کی خاطر کرتا	لخت دل پیش کئے جان کو قربان کیا
امر حق کہنے میں منصور نے روکی نہ زباں	دار پر چڑھ کے بھی اس دعوی کا اعلان کیا
ہو سکے نازک بدن آئے جو عیادت کو مری	آپ نے لطف کیا آپ نے احسان کیا
دم نکل جائیگا اس حسرت و ارمان کیساتھ	اپنے گھر آپ کو اک دن بھی نہ مہمان کیا
اور اب آپ ہی کہدیجئے میں کیا کرتا	جان صدقے کی فدا آپ پر ایمان کیا
درد سر ان کو ہوا دیکھئے تقدیر کی بات	انکے ملنے کا شب وصل جو سامان کیا
خاک پر دل ہے طپاں طائر بسمل کی طرح	کس کے تیر نگہ ناز نے بے جان کیا
لیٹنا بیٹھنا اُٹھ اُٹھ کے کھڑے ہو جانا	رات بھر اس دل بیتاب نے حیران کیا
کاجل آنکھوں میں حنا ہاتھو میں غازہ رخ پر	اُس نے دل لینے کا اس طرح سے سامان کیا

نمبر ۲۲	اور سب نعمتوں کا ذکر تو رہنے دو نطق یہی کیا کم ہے کہ اُسنے تمھیں انسان کیا	۲۰

کیا جانیں کس کے منھ سے وہاں کیا نکل گیا	جس پر کہ اُس شریر کا تیور بدل گیا
آخر میں خط کے آ کے جو مضمون بدل گیا	قاصد تری زبان سے کیا کچھ نکل گیا
اپنے پرائے ہو گئے اغیار پھر گئے	تم کیا بدل گئے کہ زمانہ بدل گیا
بلے برق ایک بُت جو نظر آ گیا ہمیں	سچ تو یہ ہے کہ اپنا عقیدہ بدل گیا
تم نے جو اپنی وضع بدل دی تو کیا ہوا	اس ناصبور دل کا بھی نقشہ بدل گیا
زاہد کی رت وہی ہے مے لالہ گون حرام	بدلی ہوا زمانہ کی موسم بدل گیا
خط لکھکے وعدہ کر کے بھی آئے نہ آج وہ	تقدیر کا ہماری نوشتہ بدل گیا

بن حال اوس پری کی تلون کا کیا کہوں
اقرار ابھی کیا تھا ابھی پھر بدل گیا

کمبخت دل کے ہاتھوں نہ رسوائی ہو کبھی
دیکھی جو اچھی شکل کہیں یہ مچل گیا

ممنون لطف کا کرم بے حساب کا
اک ایک کرکے حوصلہ میرا نکل گیا

دیکھا وہ خواب میں نے کہ آنسو نکل پڑا
سوتے میں آکے کوئی کلیجہ مسل گیا

ناصح تو ہی بتا کہ ہے اس کا علاج کیا
دل میرے اختیار سے باہر نکل گیا

ہر شے کی قلب ماہیت اس طرح ہو گئی
آداب کا بھی طور طریقہ بدل گیا

لوگوں کو کچھ لحاظ بڑوں کا نہ پاس خرد
ہیہات اسطرح سے زمانہ بدل گیا

سبزہ یہ کہہ رہا ہے میں خاکسار ہوں
جو کوئی آیا پاؤں سے مجھکو کچل گیا

کرتے ہیں لوگ وقت ضرورت خوشامدیں
پھر صورت آشنا نہ تھے جب وقت ٹل گیا

گھبرا لیا تھا حوروں کی جھرمٹوں میں بہت
تصویر تیری دیکھ کے کچھ دل بہل گیا

نازک تنی سے اوس سے جو خنجر نہ کھنچ سکا
مایوس قتل گاہ سے پیک اجل گیا

کشتہ جو میں ہوا نہیں جلاد کا قصور
لبریز جام عمر ہوا اور ڈھل گیا

نمبر ۲۳	اے نطق ان بتوں کی محبت کے چاہ میں صد شکر گرتے گرتے یہ بندہ سنبھل گیا	۸

آیا نہ شب وعدہ وہ پری بھر رات مجھے حیران کیا
فرقت میں یہاں آنکھوں نے مری اشکوں سے بپا طوفان کیا
گو جان و جگر تن من تجھپر اے ماہ لقا قربان کیا
ارماں مگر دل میں یہ رہا اک شب نہ تجھے مہمان کیا
فرقت میں تمھاری جان گئی اور تمنے الٹ کے خبر بھی نہ لی
آئے جو لحد پر اسدم بھی کیا کہئے کہ کیا احسان کیا
گھر جانے کو گو تیار تھے وہ رکنا ہی پڑا آخر اونکو

اے دردِ جگر ممنوں ہوں میں تونے یہ بڑا احسان کیا

فرقت کی مصیبت اُٹھتی نہ تھی دیدارِ صنم ہاتھ آتا نہ تھا

اس عقدۂ لاینحل کو مگر شمشیر ہی نے آسان کیا

غصّے میں وہ بانیٔ جور و جفا لاشے کو مرے ٹھکرانے لگا

فرمایا کہ کیوں مر کر تونے الفت کا مری اعلان کیا

کیا فائدہ اب پچھتانے سے اسکو تو سمجھنا تھا پہلے

کیوں آنکھ لڑائی اوس بُت سے خود موت کا کیوں سامان کیا

نمبر۱۲	اے نطق کروں کسکا شکوہ تقدیر میں تھا یہ جو پیش آیا اوس چشمِ فسوں گر نے مارا جادو نے مجھے بیجان کیا	۱۰

ہے میرا مشغلہ دن رات کوئے یار میں جانا — زیارت اونکی کرنا بولنا ہنسنا چلے آنا

نہیں سنتا کسی کی کوئی اپنا ہو کہ بیگانا — دل دیوانہ کا مشکل ہوا ہے ہمکو سمجھانا

تعجب ہے کہ کہنا اور پھر کہکر مُکر جانا — ہے اوس پر طرفہ تر اوس شوخ کا جھوٹی قسم کھانا

نہ پوچھو کچھ وہاں جاکر کرشمے ہمنے کیا دیکھے — نہ تھا ہمکو مناسب محفلِ اغیار میں جانا

قیامت ہے غضب ہے عاشقِ دلدادہ کی تحقیر — ذرا سی بات پر اے مہ لقا تیرا مچل جانا

ابھی جلدی ہے کیا آخر تو گھر جانا ہی ہے ہمکو — ذرا سا بیٹھ جانا بولنا ہنسنا چلے جانا

دل غمدیدہ تیری حالت ایسی آج کیوں ہوتی — جو سنتا گوش دل سے ناصحِ مشفق کا فرمانا

مصیبت سی مصیبت تھی اذیت سی اذیت تھی — کسیکا وصل کی شب روٹھ کر گھر کو چلے جانا

جفا و جور کا اونکے تو یہ ادنیٰ کرشمہ ہے — ستانا داغ دینا قتل کرنا دل کو تڑپانا

سبق آموز ہے طرزِ عمل ادنیٰ پتنگوں کا — محبت میں ہی جلنا اور جلکر خاک ہو جانا

رفاقت کی جو کانٹوں نے تو چھالے پھوٹکر روئے — غنیمت ہے کسی ہمدرد کا غربت میں مل جانا

بہت مجھکو تو فہمایش کی آکر تونے اے ناصح — ذرا اب سے دلِ شوریدہ کو بھی آکے سمجھانا

دیا اوسنے نہ بوسہ خال کا اسکی شکایت کیا
ملیگا کسطرح ہمکو نہو قسمت کا جو دانا

کلید معرفت ہے آپکو پہچاننا پہلے
نہ پہچانیگا وہ حق کو نہ جسنے خود کو پہچانا

اگر ہو پھیر قسمت کا تو اسکو کیا کرے کوئی
نزاکت سے اُنھیں دو بھر ہوا میرے یہاں آنا

وہ محبوب خیالی حور کے ہیں عاشق و شیدا
بہت ہیں نے سُنا ہی حضرت واعظ کا فرمانا

نمبر ۲۵

کسی محبوب کو اے نطق ہم دل دے نہیں سکتے
کریں کیوں کام ایسا جس سے ہو آخر کو پچھتانا

۱۰

آواز سے گھنگرو کی اک حشر بپا کرنا
مُردوں کو ذرا زندہ لے ماہ لقا کرنا

دل کو ہدف تیر انداز و ادا کرنا
لیکن حق الفت بھی لے یار ادا کرنا

مجبور تھے تم کچھ کیوں تمنے زباں دی تھی
جب یاد نہیں رہتا وعدہ کا وفا کرنا

جان آگئی ہی لب پر لے میرے مسیحا اب
بیمار محبت کی کچھ آکے دوا کرنا

ہی شرط محبت یہ اس حور لقا پر سے
جان و دل مضطر کو فی الفور فدا کرنا

در چھوڑ کر اوس بت کا جاؤں میں سوئے کعبہ
ایسا نہ کہیں ہرگز لے میرے خدا کرنا

دل جا کے ملا اوس سے جو دوست تھا دشمن ہے
کچھ تو ہی بتا ناصح اب ہمکو ہے کیا کرنا

موقع سے ملے کچھ مجھکو دیدار کا اے قاتل
بے پردہ کھڑے ہو کر سر تن سے جدا کرنا

شوخی و شرارت جب دیکھی ہوں تو مشکل ہے
ان حسن کے پتلوں کو پابند حیا کرنا

نمبر ۲۶

برسوں کا چکا جھگڑا صرف اسکی عنایت سے
قاتل سے ذرا حق میں لے نطق دعا کرنا

۶

کروں میں کس کس سے جا کے شکوہ کہ تیغ ناز و ادا نے مارا
وہ سب سے کہد ینگے بے محابا کہ اسکو دست قضا نے مارا

وہ چاہے لاکھوں کریں بہانے مگر خدا ہی یہ جانتا ہے
کہ مجھکو اُن کی جفا نے مارا کہ مجھکو اُنکی جفا نے مارا

تمھارے دل لے تو ہیں پتھر نہ رحم تم مین ہے خس برابر
جنھوں نے تمکو دئے دل اکثر انھیں کو تیغ جفا نے مارا

وفا کا کیا نام لے گا کوئی وفا کے بدلے جفا ہی ہوتی
کسی کو تیغ ادا نے مارا کسی کو تیغ جفا نے مارا

ہے تیری نیچی نگاہ قاتل کہ جس سے بچنا ہی سخت مشکل
اسی نے مجھ کو کیا ہے بسمل تمھاری صرف اس ادا نے مارا

۱۷	کروں میں مطلوب اوس پری کو بعید ہے شرط عاشقی سے تمھیں ہی اے نطق کیا بتاؤں کہ کسکی تیغ ادا نے مارا	نمبر ۲

قدوہ بوٹا سا ترا ہم کو بہت یاد آیا
ہجر میں سامنے آنکھوں کے جو شمشاد آیا

تیرے کوچے سے جو میں او ستم ایجاد آیا
خونچکاں گریہ کناں با دل ناشاد آیا

دل میں چبھنے کیلئے نشتر فصاد آیا
قصۂ وصل شب ہجر اگر یاد آیا

چونکہ مونس نہ وہاں تھا کوئی در شریک
دشت غربت میں مجھے قیس بہت یاد آیا

غلغلہ صلّ علیٰ صلّ علیٰ کا اوٹھا
محفل غیر میں جبدم وہ پریزاد آیا

خنجر ابرو و تیر مژہ و تیغ نظر
اسلحہ لے کے یہ محفل میں وہ جلاد آیا

بولے ہمکو نہ ملا عاشق صادق ایسا
اونسے جب تذکرۂ وامق و فرہاد آیا

جسم خاکی سے نکلتی نہ کبھی جان حزیں
قابض روح مگر ایک پریزاد آیا

ان پریرویوں کے جلسے میں جو میں جا پہونچا
یک زباں ہو کے کہا حسن کا نقاد آیا

تیری تصویر نزاکت سے بھری کھینچ سکی
تنگ کوشش مین بہت خامہ بہزاد آیا

قید خانہ ہے جسے کہتے ہیں دنیا انساں
ہر کوئی کاٹنے اس گھر مین ہے میعاد آیا

بات اتنی تو ہے اے یار تری محفل مین
شاد وہ ہو کے گیا جو کوئی ناشاد آیا

نہ تو اقرار تھا آنے کا نہ تھا کچھ مذکور
وہ پری آج مرے گھر میں خداداد آیا

فائدہ قصر وعمارات کی تعمیر کا کیا — کام شداد کے کب گلشن شداد آیا
پاؤں خود میرے بڑھے شوق میں زنجیروں کے — بیڑیاں مجھکو پہنانے کو جو حداد آیا
جان لی نطق کی گو تھا وہ بہت زار و نزار — رحم مطلق نہ تجھے اے ستم ایجاد آیا

نمبر ۲ — نطق جو وقت کہ بزم شعرا میں پہونچا / متفق ہوکے کہا سب نے کہ استاد آیا — ۱۷

کسی گلرو کا میں دیوانہ ہوتا — تو میرے عشق میں یا اچھا نہ ہوتا
دل اوس سفاک پر آیا نہ ہوتا — تو میں ایسا کبھی رسوا نہ ہوتا
پری کے رخ کا میں ہوتا نہ عاشق — اگر ہوتا ترا دیوانہ ہوتا
نہ دیتا طعن مجھکو شیخ - اگر وہ — قتیل ابروِ جانانہ ہوتا
کبھی تو چھیدتے اس تیر سے دل — کبھی تو غمزۂ ترکانہ ہوتا
اگر کرتے کبھی تم سو بار وعدہ — یقیں تھا وہ کبھی ایفا نہ ہوتا
میں مرجاتا لگاتا دل نہ لیکن — وہ ہو جاتا اگر ایسا نہ ہوتا
مسیحا ہوگئے تھے سخت عاجز — نہ تم آتے تو میں اچھا نہ ہوتا
تمھارا چہرۂ پر نور اک بار — جو زاہد دیکھتا پروانہ ہوتا
وہ جاکر پہلوے دشمن میں بیٹھیں — مری آنکھوں نے یہ دیکھا نہ ہوتا
خدایا مہربانی ایسی کرتا - — کہ طرز ہند آزادانہ ہوتا
جو ہوتا کوئی مست جام الفت — تو شوق ساغر صہبا نہ ہوتا
میں دل کی دلدہی گو لاکھ کرتا — بجز میرے کبھی میرا نہ ہوتا
تمھاری آنکھ اے لیلی شمائل — جو مجنوں دیکھتا دیوانہ ہوتا
نہ اٹکھیلی کی چلتے چال اگر تم - — مری جاں حشر پھر برپا نہ ہوتا
اگر ہوتی نہ اس میں کبر ونخوت — تو انسان عرش کا تارا نہ ہوتا؟

۱۴	فنا فی اللہ ہو جاتا اگر نطق غم عقبیٰ غم دنیا نہ ہوتا	نمبر ۲۹

جلوہ فروز کون تھا کس کا وہ نور تھا / غش کھایا جب کہ موسیٰ نے بالائے طور تھا

کل شب کا حال کیا کہوں کیسا وہ جور تھا / مخمور تھا جوانی کے نشہ میں چور تھا

تھا کون رات نالہ کناں کیا بتاؤں میں / میرا ہی بے قرار دل ناصبور تھا

ہے آج جو کہ کاسہ سائل بنا ہوا / کل تک یہی کسی کا سر پر غرور تھا

کہنے پر آپ غیروں کے ناحق بگڑ اٹھے / فرمائیے تو کچھ بھی ہمارا قصور تھا

تنہا تڑپ تڑپ کے رہا میں شب فراق / کوئی نہ آس پاس نہ نزدیک و دور تھا

اسلئے مجھی کو مجرم الفت بنا دیا / دل تم نے لے لیا تو وہ کسکا قصور تھا

باتیں جو تم سے مجھ سے ہوئیں فاش ہو گئیں / کوئی چھپا ہوا پس پردہ ضرور تھا

کہنا عدو کا تم نے بھی سچ مان ہی لیا / الفت کہاں کی کیسی محبت وہ زور تھا

اونکا گذر جو گور غریباں میں ہو گیا / ہنگامہ تھا کہ واقعی شور نشور تھا

شوخی سی بولے مجھکو بھی آتی تھیں ہچکیاں / میں نے جو یہ کہا کہ ابھی ذکر حور تھا

کیا قیس مجھ سے عشق میں کرتا مقابلہ / تھا طفل مکتب اور ابھی بے شعور تھا

آسکے نہ عمر بھر بھی کبھی اپنے ہوش میں / جام الست کا ہمیں اتنا سرور تھا

۸	افسوس تمنے قدر نہ کی ایسے شخص کی الفت کا پاس نطق سے تمکو ضرور تھا	نمبر ۳۰

یہ سب ہے مشغلہ ہمارا کبھی اوس کا نام لینا / کبھی دل سے آہ کرنا کبھی دل کو تھام لینا

چلو جانے دو میں اب بھی جو عدو کا ذکر چھیڑ دوں / نہ کلام مجھ سے کرنا نہ مرا سلام لینا

جو نہ بیوفائی کرتے تو ہر ایک جان دیتا / ذرا عقل سے تھا تمکو مری جان کام لینا

کیا ظلم تمنے جتنے مرا جی ہی جانتا ہے / کبھی میرے سامنے پھر نہ وفا کا نام لینا

جو دل آئے بھی کسی پر تو بلا سے زہر کھانا — مگر اپنی زندگی بھر نہ بتوں کا نام لینا

سہیں عمر بھر جفائیں بھی عدوئے کینہ کش کی — نہ پسند آیا مجھکو کبھی انتقام لینا

فقط اے ہمارے قاصد یہ خط انکے آگے رکھنا — نہ کوئی پیام دینا نہ ہمارا نام لینا

۱۴	نہ وفا ہی نطق ان میں نہ ہو رحم انکے دل میں کبھی بھول کر بھی ناداں نہ بتوں کا نام لینا	نمبر ۳۱

عشق یوں ہیجان مجھکو کر گیا — حق تو یہ ہے جیتے جی میں مر گیا

آتے ہیں وہ غیض میں خنجر بکف — زندگی کا جام کس کے بھر گیا

ہوں بھی تو گھر پر وہ اسکا کیا قصور — نامہ بر سو بار تو در پر گیا

دل نہیں لگتا کسی دھندے میں اب — کون جادو مجھ پہ ایسا کر گیا

قتل ناحق کا یہی دے گا ثبوت — خون دامن میں تمھارے بھر گیا

اب سگ وحشی تو حاصل ہو گئی — خوب شد دین خوش ہوا جو سر گیا

جو ہوا کشتہ نگاہ ناز کا — جی گیا گو دیکھنے میں مر گیا

تابع فرماں رہا میں عمر بھر — مجھ سے ناحق وہ پری رو ڈر گیا

غیر کو اوس نے دیا جب جام مے — رشک سے میں جیتے ہی جی مر گیا

ان پری رویوں کی الفت اور میں — دل اب انکی دوستی سے بھر گیا

کچھ نہیں معلوم خود حیران ہوں — آپ کی میں کس ادا پر مر گیا

بزم دنیا ہے سراسر رنج و غم — جو کوئی آیا یہاں ششدر گیا

پیچی نظروں سے مرا دل تاکنا — میں تمھاری اس ادا پر مر گیا

۹	نطق نے اک بے وفا پر جان دی عاشقوں میں نام پیدا کر گیا	نمبر ۳۲

جو تیری جستجو میں مٹا خاک ہو گیا — وہ عاشقوں میں صاحب ادراک ہو گیا

جب بے نقاب وہ بُت بیباک ہوگیا
دامانِ صبر عاشقوں کا چاک ہوگیا

آمادۂ قتل پر جو وہ سفاک ہوگیا
سو سو جگہ سے قلب مرا چاک ہوگیا

مجھکو خدا بتوں کی محبت سے مل گیا
ناپاک ہو رہا تھا مگر پاک ہوگیا

جز خاک کیا ملا تمھیں بتلاؤ تو سہی
فرقت میں میں تو جل ہی چکا خاک ہوگیا

پوچھا نہ اُسنے یہ بھی کہ کس حال میں ہو تم
میں مرمٹا کسی کے لئے خاک ہوگیا

اے ترک بیوفا تری الفت میں جان میں
کیا کچھ نہ مجھپر آفت افلاک ہوگیا

اُس سے نہ گفتگو کی نہ پہچان ہی سکے
سو بار اس گلی سے وہ چالاک ہوگیا

ہستی کا تم لباس بدل ڈالو نطق اب
آلودۂ گناہ سے ناپاک ہوگیا

نمبر ۲۲ — ۱۴

دغا دیجئے گا جفا کیجئے گا
مرا لیکے دل کب وفا کیجئے گا

میں تیار ہوں دیکے دینے کو لیکن
اسے لیکے کہیئے تو کیا کیجئے گا

عبادت پر اے شیخ ناحق ہے غرّہ
نہ بخشے اگر وہ تو کیا کیجئے گا

ہے ناز و نعم کا پلا دل ہمارا
نہ پامال بہر خدا کیجئے گا

اگر نام الفت میں لوں مرتے دم تک
تو پھر آپ میری سزا کیجئے گا

تپ ہجر نے خوب مجھکو ستایا
مسیحا مری کب دوا کیجئے گا

پس از مرگ تو میری تربت پہ آکر
مری مغفرت کی دعا کیجئے گا

میں دیتا ہوں اس شرط پر آپکو دل
کہ تا زیست مجھ سے وفا کیجئے گا

کسی سے ذرا مشورہ کرکے مشفق
کوئی کام اچھا برا کیجئے گا

یہ کیونکر مجھے ہو یقیں آپ میرا
کہا مانئے گا کہا کیجئے گا

لگائے ہیں اپنی آنکھوں میں کاجل
کوئی آج فتنہ بپا کیجئے گا

لب زخم فریاد کرنے نہ پاویں
ذرا اُسکے منہ سی دیا کیجئے گا

بتوں کو اگر نطق دل دیجئے گا
بُرا کیجئے گا بُرا کیجئے گا

نمبر ٣٤ — ذرا حضرت نطق یہ یاد رکھئے / بتوں سے نہ کچھ التجا کیجئے گا — ١١

راہ وفا سے ہرگز ڈگتا ہوا نہ پایا
لاکھوں طرح سے ہمکو گو تمنے آزمایا

ٹھوکر لگا لگا کر اسکا نشاں مٹایا
مرقد کا میرے کسنے اونکو پتا بتایا

آئے وہ گھر ہمارے تقدیر ایسی جاگی
سو شکر ہے کہ اسنے یہ دن مجھے دکھایا

سنتے نہ تھے کبھی وہ حال دل پریشان
قصے کے نام سے سب حال انکو کہہ سنایا

دو دن میں میرا چہرہ ہے زعفران آسا
عشق اوس پری کا دیکھو کیا خوب رنگ لایا

لاکھوں ہیں گو مصیبت کرتا نہیں شکایت
اوسکا بھلا ہو یارب جسنے مجھے ستایا

دو دن کا عیش میرا کانٹو کی طرح کھٹکا
کمبخت آسماں کو افسوس یہ نہ بھایا

یہ کہدیا کہ عاشق انکا نہیں ہیں ہرگز
دیکھو تھپکی میں نے دشمن کو یوں سلایا

تدبیر لاکھ سوچی کچھ راس ہی نہ آئی
کبتک کھنچے رہینگے وہ مجھسے یوں خدایا

جب وقت آپڑیگا کر بیٹھینگے کنارا
کام آئیگا نہ کوئی اپنا ہو یا پرایا

نمبر ٣٥ — دل ملکے کر راتدن ہیں اب اشکبار آنکھیں / الفت کا نطق میں نے اچھا ثمر نہ پایا — ١٠

جھگڑا نکال بیٹھے حیات و ممات کا
کیا دوں جواب حضرت واعظ کی بات کا

منکر ہو کوئی کیسے تری پاک ذات کا
خالق کوئی ضرور ہے اس کائنات کا

بک بک سے واعظوں کی مرے کان بھر گئے
بیڑا اٹھا رہے ہیں سبھوں کی نجات کا

اے جان مجھکو شربت دیدار چاہیئے
بیمار خواستگار ہے آب حیات کا

آجائے مجھکو غصہ جو سُکے چرخ کج نہاد
دفتر ہو بند پرزے ابھی کائنات کا

ہاں ہو نہیں ہو کچھ ہو مگر بول دیجئے
دیدیجئے جواب ذرا میری بات کا

کہتے ہیں دشمنوں ہی کو ہم دینگے اپنا دل
کیا دے سکے جواب کوئی ضد کی بات کا

ہاں اے رقیب ہمنے ارادہ یہ کر لیا
پتھر ہے وہ دل جواب تری سخت بات کا

یوں ہی تمہاری باتوں میں شیرینی ہے بقدر
شاید دہن تمہارا ہے کوزہ نبات کا

منہ میں زبان دون کہ ہو کچھ رفع تشنگی
پیاسا ہوں مدتوں سے میں آب حیات کا

حد سے زیادہ ہو متلون وہ مہ لقا
کیا ہو یقین اوسکی وفا کی ثبات کا

تیری وہ ذات ہے کہ ہیں سب تیرے مدح گو
ہے ذرہ ذرہ حمد سرا کائنات کا

آنکی گلی میں اے دل ناداں نہ جائیو
سر کٹ رہا ہے روز وہاں پانچ سات کا

بال انکے ہیں کھلے ہوئے زیور بڑھے ہوئے
ماتم آج کر رہے ہیں وہ کس کی وفات کا

مچلے جو طفل اشک مرے کیوں خفا ہوئے
ناحق خیال کرتے ہو لڑکوں کی بات کا

دل کے سوا بتائیے اے مہ لقا کچھ اور
کیا نذر دے گا کوئی مری کائنات کا

۱۰	کوثر کی ہو دھلی ہوئی میری زبان نطق ساکن اگرچہ ہوں میں گیا کے دہات کا	نمبر ۳

پارسائی کا یہ اظہار کوئی مانے گا
آپ اور غیر سے انکار کوئی مانے گا

آپ کی بات یہ اے یار کوئی مانے گا
ہو نہ دشمن سے سروکار کوئی مانے گا

ماننے کی جو نہ ہو بات کوئی مانے گا
تم کرو ترک جفا یار کوئی مانے گا

دل لہو ہو کے بہے اور کلیجہ پانی
ہو نہ معشوق ستمگار کوئی مانے گا

تم بناسے ہوئے ہو یار گلے کا جس کو
اوسکی صورت سے ہو بیزار کوئی مانے گا

شکوہ کرنے کا نہیں جسکے ٹھکانا صاحب
اوس کا کیا وعدہ و اقرار کوئی مانے گا

عمر بھر کرتے رہے دیر و حرم کی سیر
کوئی کافر ہمیں دیندار کوئی مانے گا

کاٹ کر ہی نہیں سکتی ہے تری تیغ نظر
تیری یہ بات ستمگار کوئی مانے گا

نطق سچ پوچھیے ہے مشہور زمانہ حسن پرست
وہ بتوں کو نہ کرے پیار کوئی مانے گا

نمبر ۳۷ — ۱۶

غضب میں نے کیا اک بیوفا کو باوفا سمجھا
بُرا سمجھا بُرا سوچا بُرا سوچا بُرا سمجھا

جو کہدیتے ہیں فوراً میں نے مطلب آپ کا سمجھا
ذرا بتلائیے تو آپ اگر سمجھا تو کیا سمجھا

غلط ٹھہرا جو اُس رشک پری کو باوفا سمجھا
مگر دل دیکے اب آخر میں ہیں سمجھا تو کیا سمجھا

چھپانا ہوتے ہیں ہر وقت لوہو کے چھنے آہیں
لگانا دل بتوں سے عاشقوں نے کھیل کیا سمجھا

اسی باعث تو میں عشق بتاں سے منع کرتا تھا
نصیحت کو مری لے دل کبھی تو کچھ سنا سمجھا

زکوٰۃ حسن کے سائل کو کہدیتے ہو پھر مانگو
غضب کرتے ہو صاحب اپنے عاشق کو گدا سمجھا

اوسی کا پار بیڑا ہو گیا دریائے الفت میں
بتوں کو جسنے پتھر اور خدا کو نا خدا سمجھا

ارے ناداں یہی عشق حقیقی کا تو زینہ ہے
بتوں سے دل لگانا تو نے اے زاہد بُرا سمجھا

یقین تھا کہ ہوگا ایک دن پامال الفت میں
غنیمت ہے کہ اب بھی اے دل درد آشنا سمجھا

سمجھتا ہے مجھے تو باوفا اور ظلم کرتا ہے
اگر ایسا سمجھنا ہے تو پھر کس کام کا سمجھا

نہ پوچھو پھر کر اُس کمبخت پر کیا آگئی آفت
کہ جسکو اُس پری پیکر نے اپنا مبتلا سمجھا

پری سمجھا کسی نے اور کسی نے حور جنت کی
تماشا دیکھیے اوس بت کو سب نے کیا سے کیا سمجھا

ابھی کمسن ہو تم رنگ زمانہ سے نہیں واقف
غضب کی بات ہے تمنے عدو کو باوفا سمجھا

بغل میں انکے بیٹھے بیٹھے انگڑائی جو لی میں نے
تو فرمانے لگے ہنس کر کہ مطلب آپ کا سمجھا

یہ کیا میں سن رہا ہوں نطق اور الفت حسینوں کی
ہمیشہ میں نے اس مرد خدا کو پارسا سمجھا

نمبر ۳۸ — ۱۷

انتہا میں نطق خمیازہ اب اسکا دور پیری میں
جوانی میں نہ جب حضرت نے کچھ اچھا بُرا سمجھا

وصل آسان ترا اے مہ تاباں سمجھا
غلطی کی کہ جو دشوار کو آسان سمجھا

کر دیا کعبۂ دل ہائے حوالے اوس کے
ہم نے اک کافر بیدین کو مسلماں سمجھا

جو عیاں تھا وہ نہاں دیدۂ دشمن سے رہا
راز تھا ظاہر وہ ہوا جس کو کہ پنہاں سمجھا

دل میں اندیشۂ فرقت جو لگا تھا میرے — شادی وصل و غم ہجر کو یکساں سمجھا
توڑ ڈالی رگ گردن بھی جنوں میں میں نے — جسم لاغر میں اسے تار گریباں سمجھا
یار کی آنکھوں کی ہر کونسی خوبی تجھ میں — تو ہی کچھ مجھکو ذرا نرگس حیراں سمجھا
عقل میں تجھ سے سیانا ہوں میں ناداں نہیں — دوسرے لوگوں کو جا ناصح ناداں سمجھا
کوئی کیا جانے کہ کیوں چشم عنایت وہ پھری — کون اب تک سبب گردش دوراں سمجھا
واہ رے جوش جنوں پھوٹے جو چھالے میرے — دشت صحرا میں انھیں میں گل خنداں سمجھا
کتنے ہیں حور ہیں جنت کی تھیں کیا معلوم — تمنے جھک مارا ہی مجھکو اگر انساں سمجھا
خون ہو کر ترے لاکھ مصیبت جھیلے — مہرباں ہونگے نہ وہ اے دل ناداں سمجھا
لے لیا اور دیا بیٹھے نہ ڈر ہے نہ ہراس — مال مردے کا کسی کا دل بریاں سمجھا
محو انوار تجلی ہے یہاں تک یہ دل — بجلی چمکی تو اوسے جلوۂ جاناں سمجھا
وقت بیوقت جو رندوں ہی سے ہو چھیڑ تجھے — پہلے اپنے کو تو اے ناصح ناداں سمجھا
کیا تماشا یہ ہوا رات جو آیا وہ بت — داغ پنہاں کو چراغ تہ داماں سمجھا
نطق کے مرنے پہ آیا جو کھلے بال کوئی — سب نے اُسدم سبب سوزش پنہاں سمجھا

نمبر ۲۹	اڑتے ہیں ہمیں دل و جاں جگر کے ٹکڑے نطق کیا عشق بتاں ہم نے آساں سمجھا	۱۵

کیا سبز باغ اوس نے مجھکو دکھا کے چھوڑا — رخسار کے گلوں کا بلبل بنا کے چھوڑا
الفت نے تیری اے گل مجنوں بنا کے چھوڑا — اس گدگدی نے آخر مجھکو رلا کے چھوڑا
شاہوں کی قبر تک کا باقی پتا نہیں ہے — دور زماں نے اون کو اتنا مٹا کے چھوڑا
فرقت نے اوس پری کی آخر یہ دن دکھایا — مجھکو گھلا گھلا کے اسنے مٹا کے چھوڑا
احوال درد فرقت سنتے نہ تھے کبھی وہ — قصہ ہی کے بہانے انکو سنا کے چھوڑا
اپنا سا منہ وہ لیکر خاموش ہو کے بیٹھا — دشمن کو آج میں نے ایسا دبا کے چھوڑا

کرنے لگا مذمت واعظ جو دختِ رز کی
رندوں نے آج اوسکو اُلّو بنا کے چھوڑا

جاتے تھے قتل کرکے ٹھہرا لیا تڑپ کر
خوب آج رقص بسمل اُنکو دکھا کے چھوڑا

مدت کے بعد میں نے عشقِ بتاں دلچو
لاکھوں طرح کے صدمے دلبر اٹھا کے چھوڑا

رندوں نے یہ قیامت کیا کی کہ شیخ جی کو
پیرِ مغاں کا بندہ آخر بنا کے چھوڑا

ناپائدار ہستی میں دل لگے تو کیونکر
مخصوص ہیچ میں جب ہم دریا کے چھوڑا

تیغ نظر سے دل کو چورنگ کر ہی ڈالا
چمکے ہی چمکے اوسنے یہ گل کھلا کے چھوڑا

نامہربانیوں سے اور کج ادائیوں سے
مٹی میں تُنے آخر مجھکو ملا کے چھوڑا

کہتے نہ تھے کہ نالے میرے بہت بُرے ہیں
گردوں دوں کو دیکھو آخر ہلا کے چھوڑا

نمبر

وہ ماننے کے کب تھے اے نطق سچ تو یہ ہو
جادو کیا کہ تم نے اون کو منا کے چھوڑا

۱۱

غرور ایک دن یار معدوم ہوگا
جوانی جو جائیگی معلوم ہوگا

ستاتے ہیں تجھکو جو غیر دن ہے آگے
دل بےغیب کچھ تو مفہوم ہوگا

نہ عرض تمنا کا ملتا ہے موقع
یہ فی النار کب دشمن شوم ہوگا

یہ کیا جانتا تھا کہ ویرانہ مجھکو
پسند ایک دن صورت بوم ہوگا

نہ ہنس پڑے گا آپ دریا کنارے
خجل سیب ہیں در ملتزم ہوگا

ابھی جاؤ بیٹھو بھی بزم طرب میں
تمھیں کیا پڑی کوئی مغموم ہوگا

مرونگا کسی بے محبت کے پیچھے
مقدر میں میرے یہ مرقوم ہوگا

بچھائے ہوئے ہیں وہ گیسو کا پھندا
گرفتار کوئی تو معصوم ہوگا

بتوں سے لگانا ہو دل کوئی آساں
ابھی کیا ہے آگے کو معلوم ہوگا

بیاں زمرگ بولے کہ کیا جانتے تھے
جدا جلد اتنا وہ مرحوم ہوگا

یہ نطق حزیں ہو کے تیرا ہی بندہ
ترے فیض رحمت سے محروم ہوگا

نمبر ۱۴ — ۱۶

میں جو آیا آپ کے گھر سے یہ کیا اصرار تھا / خود تو میں اچھا تھا لیکن دل مرا بیمار تھا

آج وہ مجمع خریداروں کا زیردار تھا / اوس کا کوچہ فی الحقیقت مصر کا بازار تھا

تھا نہ دیوانہ نہ کچھ نشہ میں میں سرشار تھا / بک دیا مقصود صرف اظہار حال زار تھا

کیا ہوس کرتا حسینوں کی نگاہ مہر کی / جانتا تھا میں زمانہ بر سر پیکار تھا

آج میں نیچا دکھا دیتا عدو کو کیا کروں / آپ کی الفت سے میں اے مہ لقا ناچار تھا

خون اُگلا میں نے منہ سے چھو کے گیسوئے صنم / ہر بن کاکل مرے حق میں دہان مار تھا

کون کہتا ہے کہ دیوانوں میں تھا منصور بھی / اوس نے پہچانا جب اپنے کو تو وہ ہشیار تھا

لے نہیں سکتے تھے گردن پر وہ خون عاشقاں / جبکہ شبنم کا دوپٹہ انکے سر پر بار تھا

دوست تھا اپنا مقدر آسماں کرتا تو کیا / گو وہ مدت تک ہمارے درپے آزار تھا

ابر غم چھایا رہا دلبر مری فرقت کی شب / دیدۂ گوہر فشاں ہر وقت گوہر بار تھا

یہ خجالت کس کی زلف مشکبو سے بھی اُسے / جو چھپا چھلی میں مشک نافۂ تاتار تھا

تیغ قاتل کو نہ تھا منظور میرا قتل آپ / جان دینے کے لئے اپنی تو میں تیار تھا

آج کیا ہے کچھ نہیں کھلتا ہے کیوں اے مہرباں / وہ حسیں کل تک تو میری شکل سے بیزار تھا

لے کے دل اب بیوفائی کرتے ہو ہم سے تم / کیا یہی تھا قول صاحب کیا یہی اقرار تھا

دوستی اونکی صریحاً دشمنی ثابت ہوئی / موجۂ گرداب آفت ہائے انکا پیار تھا

نمبر

دل کے شیشے پہ نہ ہم اے نطق خود راضی ہوئے
ورنہ سچ یوں ہے کہ اُن کا تو بہت اصرار تھا

اگر دل میں اک بار پھر درد ہوگا / تو فوراً ہی نطق حزیں سرد ہوگا

مرے دل میں گنجائش غیر توبہ / اگر درد ہوگا ترا درد ہوگا

کہاں وہ کہاں حور لاحول پھر جو / حسین کوئی ہو اوس کا پا گرد ہوگا

ازل ہی سے لکھا تھا میری جبیں پر	محبت کے میداں کا یہ مرد ہوگا
قیامت کے میداں میں بیم و رجا سے	کوئی سرخ ہوگا کوئی زرد ہوگا
بُرا جو کہے عشق و الفت کو کوئی	وہ کمبخت مردود نامرد ہوگا

نمبر ۴۳	ذرا جانچ کر نطق کو دیکھئے گا محبت کے دفتر میں یہ فرد ہوگا	۱۶

یہ سمجھو کہ خود وہ خدا ہوگیا	بشر جو خدا میں فنا ہوگیا
لو اب نطق بھی با خدا ہوگیا	ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہوگیا
غم و رنج میں مبتلا ہوگیا	جسے عشق زلف دوتا ہوگیا
محبت میں دیدی یہ جان حزیں	میں آج اپنے حق سے ادا ہوگیا
لے بیمار الفت ترا چل بسا	تپ غم سے مر کر رہا ہوگیا
ہوا خاک مر کر جو الفت میں میں	تو بس ترکیبا کیمیا ہوگیا
جو وہ ہنس دئیے ایک بجلی گری	جو ہم روئے طوفاں بپا ہوگیا
جدھر کی نظر زلزلہ آگیا	چلے وہ تو محشر بپا ہوگیا
الٰہی یہ کیسا ہوا انقلاب	کہ ناآشنا آشنا ہوگیا
جسے ہم نے پالا تھا سو ناز سے	وہ دل آج مشق جفا ہوگیا
اڑا طائر رنگ چہرے سے یوں	کہ اُڑ کر وہ بال ہما ہوگیا
کہاں چھوڑ کر جائے گا یہ قدم	یہ بندہ غلام آپ کا ہوگیا
کیا تو نے دل وصل سے شاد کام؟	وفا وعدہ لے بے وفا ہوگیا
نہ میری خطا تھی نہ تقصیر تھی،	وہ بے وجہ مجھ سے خفا ہوگیا
میں عاشق تھا اب خود وہ عاشق ہوا	عجب مختصر یہ ماجرا ہوگیا
یہ وحشت ہے کیوں نطق کچھ تو بتا	تجھے بیٹھے بیٹھے یہ کیا ہوگیا

نمبر ۴۴ — ۱۱

غلط یہ ہے کہ کسی کو خدا نہیں ملتا ۔۔۔ جو جستجو کرے کوئی تو کیا نہیں ملتا
خودی کے قید سے آزاد ہو خدا ہو جا ۔۔۔ خودی کے ساتھ کسی کو خدا نہیں ملتا
جہان میں تو حسیں مہ جبیں ہیں سب لیکن ۔۔۔ فنا کا لطف بقا کا مزا نہیں ملتا
نہ نیست ہوتے اگر راہ میں محبت کی ۔۔۔ فنا کا لطف بقا کا مزا نہیں ملتا
تلاش تجھ کو کیا کعبہ و کلیسا میں ۔۔۔ مگر کہیں بھی ٹھکانا ترا نہیں ملتا
جفا و جور میں پہلے جو لطف ملتا تھا ۔۔۔ خدا ہی جانے کہ اب کیوں مزا نہیں ملتا
یہ انقلاب زمانے میں آ گیا کیسا ۔۔۔ کہ کوئی شخص بھی اب باوفا نہیں ملتا
کسی کے دل میں طلب بھی تو پہلے صادق ہو ۔۔۔ کرے جو کوششیں کوئی تو کیا نہیں ملتا
ہے جد و جہد سے ممکن خدا کا مل جانا ۔۔۔ مگر حسین کوئی باوفا نہیں ملتا
ہمارے ملک میں قحط الرجال ایسا ہے ۔۔۔ کہ ایک آدمی بھی کام کا نہیں ملتا

جنم نہ لیتے جو شاعر جہان میں اے اطلق
تو زندگی کا کسی کو مزا نہیں ملتا

نمبر ۴۵ — ۲۰

حیا آئی نہ شرم آئی نہ اُنکو حجاب آیا ۔۔۔ قیامت ہے بھری محفل میں وہ بُت بے نقاب آیا
بھرے میدان محشر میں جو وہ عفت مآب آیا ۔۔۔ ہوا میں پانی پانی شرم سے ایسا حجاب آیا
کسی غارتگر ایمان کا جب عہد شباب آیا ۔۔۔ تو انداز ستمگاری بھی اسکے ہم رکاب آیا
عجب فتنہ اُٹھا تا یار کا عہد شباب آیا ۔۔۔ اک آفت آ گئی اک قہر آیا اک عذاب آیا
وہ کیا بیباک تھے پہلے مگر جب دم شباب آیا ۔۔۔ تو اپنے جسم کے سایہ سے بھی اُنکو حجاب آیا
کہوں کیا ہیچ ہے یہ بیوفا مثل حباب آیا ۔۔۔ فقط دو چار لمحے کیلئے میرا شباب آیا
کسی کی جان لینے کو جلا کر خاک کرنے کو ۔۔۔ ہزاروں ناز سے انداز سے انکا شباب آیا
وہ بیٹھے سامنے آ کے مجھے تھام کر بیٹھا ۔۔۔ جوانی آ کے غضب کی اب قیامت کا شباب آیا

گلی کوچوں میں ہر سو شور ہی اللہ حافظ کا — کسیکی کو بلیں پھوٹیں قیامت کا شباب آیا

ذرا دیکھیں کہ کیا کیا فتنے اٹھتے ہیں زمانے میں — سنا ہی اک پری رو پر قیامت کا شباب آیا

کلیجہ ہاتھوں سے پکڑے ہوی سب انکو روتی ہیں — دلوں کو چھینتا ہر شخص کے کس کا شباب آیا

خدا جانے کہ کیا گذری وہاں پر جا کے کیا دیکھا — ٹپکتا سر پہ ہی دروازے سے ہر شیخ و شباب آیا

جو میں نے پیچھے پیچھے انکے دیکھا انکے سایہ کو — کہوں کیا بدظنی سے مجھکو کیا کیا پیچ و تاب آیا

نہ آئی نیند ہمکو رات بھر بدلا کئے کروٹ — خیال اس بیوفا کا جبکہ ہمکو وقت خواب آیا

ہزاروں حسرت و ارماں نے قبضہ کر لیا دل پر — شباب آیا ہی میرا یا خدا کا اک عذاب آیا

شباب اپنا گیا اب عہد پیری کا تسلط ہے — خدا کا شکر شغل معصیت کا سد باب آیا

جو میں نے انکو بھیجا ایک خط اظہار الفت کا — نہ پوچھو کچھ نہ پوچھو مشفق من کیا جواب آیا

جوانی کی ہی نیند ایسی ہی غفلت یار پر طاری — نہ جاگے گو ہزاروں بار انکا پاؤں داب آیا

یہ کیسے کیسے اُس کافر نے آنیکا کیا وعدہ — خدا کا شکر قاصد آج میرا کامیاب آیا

نمبر ۶۴	ثنا ہی اے نطق کیوں کر یاد ہمکو خواب کی باتیں نہیں معلوم اپنا کب گیا اور کب شباب آیا	۱۰

میرے مہوش مرے دلدار ترا کیا کہنا — شوخ بیباک طرحدار ترا کیا کہنا

دیکھنے کو تو بہت دیکھے ہیں دنیا میں حسیں — تجھسا لیکن بت طرار ترا کیا کہنا

قبر پر آکے وہ کہتے ہیں کہ دی جان آخر — واہ رے عاشق بیمار ترا کیا کہنا

سب سے بیگانہ مجھے کر کے شرف یہ بخشا — کر دیا محرم اسرار ترا کیا کہنا

پیس ڈالا ہے مجھے اے بار محبت تو نے — اے مرے طوق گرانبار ترا کیا کہنا

مشتری حضرت یوسف کی زلیخا ہی ہوئی — تیرا عالم ہے خریدار ترا کیا کہنا

گھر ترا خلد بریں اور تو ہی حور بہشت — صحن فردوس کا گلزار ترا کیا کہنا

رحم مقتول پہ آئے نہ تجھے ذرہ بھر — تو وہ ہے ترک ستمگار ترا کیا کہنا

نازہ آفت ہے ستم غمزہ غضب ہے انداز — قہر شوخی ہے تری یار ترا کیا کہنا

نمبر ۳

گو کہ میدان محبت ترے ہاتھوں میں رہا
نطق او عشق کے بیمار ترا کیا کہنا

۱۱

دل لگانا گلرخوں سے آفت جاں ہو گیا — ہو گیا بے چین دل میرا پریشاں ہو گیا
ہائے یہ بیٹھے بٹھائے روگ کیسا لگ گیا — بلبل دل کس گل خوبی کا قرباں ہو گیا
شام سے وعدہ کی شب اختر شماری میں کٹی — ذبح حسرت ہو گئی اور خون ارماں ہو گیا
سارے ظلم ناروا ہوتے رہے اور اُف نہ کی — صبر و استقلال پر یکہ وہ حیراں ہو گیا
ہجر کی تاریک شب میں یہ ہوا اسکو عروج — داغ جراں رفتہ رفتہ ماہ تاباں ہو گیا
جسکو تاکا تمنے اُسپر سحر جادو چل گیا — مبتلا و عاشق چشماں فتاں ہو گیا
ہائے وہ کیسی گھڑی تھی جبکہ دیکھا آپ کو — جان بچ لائے پڑے ششدر پریشاں ہو گیا
کیا سمجھتے تھے محبت جان لیگی ایک دن — ڈور پھانسی کے لئے گیسوئے جاناں ہو گیا
کر دیا جسنے رہ الفت میں اپنے کو خراب — خسرو اقلیم نا محدود عرفاں ہو گیا
گھر سے آوارہ جو کوئی ہو تو پہونچا اوج پر — اشک آنکھوں سے نکلکر در غلطاں ہو گیا

نمبر ۴

دیکھے خط کہتا یہ قاصد اوس پری رخسار سے
دیر آنے میں اگر کی نطق بیجاں ہو گیا

۸

دل بے تاب ترا کیا کہنا — چشم خونناب ترا کیا کہنا
کر دیا اشک سے سیلاب رواں — چشم پُر آب ترا کیا کہنا
بوسہ روئے حسیں لیتا ہے — دُر خوش آب ترا کیا کہنا
سب حسینوں سے بغلگیر ہے تو — واہ کمخواب ترا کیا کہنا
رات بھر در کی طرف تکتی ہے — چشم بے خواب ترا کیا کہنا
شیدا ہے ناطقہ گلرویوں کا — رعب اور داب ترا کیا کہنا

سیب ہے تیرا زنخداں ظالم | لب ہیں عناب ترا کیا کہنا

نمبر ۹۱ | بڑھ گیا قطرۂ سیماب سے بھی
نطق ہے ناب ترا کیا کہنا | ۲۱

صید افگن جب ترا تیر نظر ہو جائے گا
سب سے پہلے نطق کا سینہ سپر ہو جائیگا

مہرباں ہم پر اگر وہ سیم بر ہو جائیگا
اختر طالع ہمارا اوج پر ہو جائیگا

بات رہجائے گی لیکن عمر بھر کیواسطے
رات بھی کٹ جائیگی دن بھی بسر ہو جائیگا

ذبح کرکے سینۂ بسمل سے اب اٹھ جائیے
ورنہ دامان قبا سب خون میں تر ہو جائیگا

کلمہ گو ادسکے ہوئے جاتے ہیں سب پیر و جواں
رفتہ رفتہ کعبہ اس کا سنگ در ہو جائیگا

اڑ چلے گا کنگھی چوٹی سے ترا حسن اور بھی
تازیانہ پے سمند حسن پر ہو جائیگا

چال فتنا نہ چلا اے گل ادھر تو باغ میں
دل یہ پامال خرام ناز ادھر ہو جائیگا

دوری قسمت سے پہونچیگا نہ ان تک خط شوق
راہ میں عنقا ہمارا نامہ بر ہو جائیگا

رہنما کی کیا ضرورت رہروان عشق کو
جذب الفت عاشقوں کا راہ بر ہو جائیگا

تیغ ابرو سے تمہارے دل اگر بچ بھی گیا
مائل صید افگنی تیر نظر ہو جائیگا

میری جاں اتنا کہا مانو نہ نکلو بے نقاب
ورنہ اک عالم ابھی زیر و زبر ہو جائیگا

لاغر ایسا ہو رہا ہوں میں مرا جسم نحیف
گھلتے گھلتے ایک دن موئے کمر ہو جائیگا

دیکھنا کیا کیا جھنکاتی ہے کنوئیں فرقت کی شب
ایک لحظہ ہجر میں اک اک پہر ہو جائیگا

رہگذر میں اس لئے بستر لگا بیٹھے ہیں ہم
بھولے بھٹکے تو کبھی تیرا گذر ہو جائیگا

آرزو حسرت تمنا بے وطن ہو جائیں گی
خانۂ دل میں اگر تیرا گذر ہو جائیگا

خود کھڑے ہو کر کریں گے عاشقوں کو قتل جب
رقص بسمل دیکھنا منظر ہو جائیگا

یہ نہ کہئے قتل پر تیرے کمر کستے ہیں آج
شک لوگوں کو ابھی وہم کمر ہو جائیگا

منھ نہ دکھلائیں گے پھر ہرگز تمہیں اے جانجاں
فرق قول و فعل میں جو بال بھر ہو جائیگا

سر لیا آغوش میں تمنے تو ہوش آتا ہے اب | اک گھڑی کے بدلے اب اک پہر ہو جائیگا
شکل دکھلا دے جو وہ تو مار کر دینا کو لات | رہرو راہ حقیقت ہر بشر ہو جائیگا

نمبر ۵۰

دونوں عالم کے بکھیڑے سے الگ ہو جاؤنگا
نطق مجھکو اس پری کا وصل اگر ہو جاویگا

۱۶

یہ جادو چل گیا مجھ پر کسی کی چشم پرفن کا | نہ سر ہی کی خبر مجھکو نہ باقی ہوش ہے تن کا
تمھاری جستجو میں دیر و کعبہ تک بھی ہو آیا | مرید شیخ بن بیٹھا کبھی چیلہ برہمن کا
ہماری نالہ و افغاں سے بلبل تک بھی حیراں ہے | ہے ایسا شور عالم میں ہماری شور و شیون کا
کسی کی آہ و زاری کا اثر تک کچھ نہیں ہوتا | کلیجہ آپنے پایا ہے پتھر کا کہ آہن کا
بتوں کی ہی خدائی ہے جدھر دیکھو جہاں جاؤ | اتروا تے ہیں یہ زنار تک وہ شیخ برہمن کا
تمھاری تیغ ابرو نے غضب کا کاٹ پایا ہے | کہ جوہر پانی پانی جس سے ہے شمشیر آہن کا
ہماری دشت وحشت نے اڑا دیں دھجیاں سب کی | ٹھکانا آستیں ہی کا رہا نہ جیب و دامن کا
وہ سیر گل وہ جلسے باغ کے پریوں کا وہ جھمگھٹ | وہ سب یاد آ گئے اسدم نہ چھیڑو ذکر گلشن کا
تمھارے آتش رخسار سے گلزار جل اٹھا | خدا حافظ ہے اب کلیوں کا اور پھولوں کے خرمن کا
نہ آنا تھا نہ آئے وہ مقدر کی یہ خوبی ہے | نہ کچھ ان سے شکایت ہے نہ کچھ شکوہ ہے دشمن کا
دو عالم کو کیا زیر و زبر ان دونوں آنکھوں نے | میں قائل ہو گیا ہوں تیری چشم سامری فن کا
ہزاروں کو شہید ناز کر دیتی ہے یہ فوراً | یہ عالم ہے کسی ابرو کماں کی بانکی چتون کا
جو دیکھا میں نے جوڑا افعی زلف مسلسل کا | تو فوراً استعارہ مجھکو سوجھا سانپ کے پھن کا
تمھارے در سے ہم اٹھکر کسطرح جائیں کہاں جائیں | ہمارا پاؤں تو اب ہو گیا ہے سیکڑوں من کا
نہیں تمکو یقیں اس کا تو اسکو آزما دیکھو | گئے اٹھکر ادھر تم اور ادھر میرا ڈھلا من کا

نمبر ۵۱

کہوں کیا نطق رو دیتا ہوں جسدم یاد کرتا ہوں
وہ بےفکری کا موسم اور وہ عالم لڑکپن کا

۱۳

کیا عشق نے دیا ہے سامان بیخودی کا
دنیا میں بول بالا یا رب رہے سخی کا

کرتے ہو نطق شکوہ کس کی ستمگری کا
بدنام کر رہے ہو کیوں نام عاشقی کا

گھائل کیا کسی کو دم لے لیا کسی کا
ہے کیا جواب سے کہئے انکی ستمگری کا

محشر کے دن وہ تکتا اک اک کا منہ کسیکا
نظروں میں پھر رہا ہے نقشہ وہ بیکسی کا

لاحول بھیج ساقی میں اور جام گلگوں
پہلو میں جب نہوں وہ کیا لطف میکشی کا

وہ ظلم کر رہے ہیں بیٹھا ہوا ہوں چپکا
یا رب دکھا کسی کو تو منہ نہ بے بسی کا

اغماض کر رہا ہے کیوں جلد جام بھر دے
یہ بھی تو کہدے ساقی مقروض ہوں کبھی کا

تم جام دو کسی کو کوئی دے جام تمکو
یہ لطف بندہ پرور رہے دور میکشی کا

لاکھوں کی جان لے لی اک پرفسوں نظر نے
دکھلا دیا تماشا کیا سحر سامری کا

جن و پری ملائک سب گھورتے ہیں تمکو
رخ ہی پھرا ہوا ہے اس سمت کو سبھی کا

تم چاہو یا نہ چاہو میں تمکو چاہتا ہوں
رہتے ہوئے تمہارے میں نام لوں پری کا

تم جان دو کسی پر کوئی مرے جان تم پر
یہ لطف ہو مری جاں دو دن کی زندگی کا

نمبر ۵۲	پہلو میں جب تمھارے وہ آج آکے بیٹھے پھر نطق رنج کیسا موقع ہے یہ خوشی کا	۹

اگر پردے کے باہر آپ آ جاتے تو کیا ہوتا
یہ چہرہ چاند سا مجھکو جو دکھلاتے تو کیا ہوتا

کسی دن آپ میرے گھر اگر آتے تو کیا ہوتا
نوازش نطق پر اک دن جو فرماتے تو کیا ہوتا

بھرے محفل میں تیری رات دن اغیار رہتے ہیں
گھڑی بھر ہم بھی آکر بیٹھ ہی جاتے تو کیا ہوتا

وہ کہتے ہیں بھری محفل میں جب اتنی ڈھٹائی ہو
اکیلے میں اگر تم مجھکو بلا جاتے تو کیا ہوتا

یہ مانا آپ کو عادت نہیں گھر سے نکلنے کی
مجھی کو ایک خط لکھکر جو بلواتے تو کیا ہوتا

نہ مہندی پاؤں کی گھستی نہ کوئی کسرشان ہوتی
تم اپنے چاہنے والوں سے مل آتے تو کیا ہوتا

محبت اور الفت میں مری جاں کیا نہیں کرتے
جو تم اک بات میری مان ہی جاتے تو کیا ہوتا

وہ آرزو وہ ہمیشہ اک تو یونہی مجھسے رہتی تھے — جو لب تک کوئی حرف مدعا لاتے تو کیا ہوتا

نمبر ۵۳ شعر — ۱۴

تمہارا ناطق عاشق تھا تمہارا ناطق شیدا تھا
ذرا سی بات اسکی مان ہی جالتے تو کیا ہوتا

جو کوئی محفل میں تیری اے پری آیا گیا — مضطر و بیتاب آیا ششدر و رسوا گیا
اک پری پر یہ دل کمبخت میرا آ گیا — بے کہا ین سے اب اسکے جی مرا اکتا گیا
لاکھ سمجھایا مگر دل اس پری پر آ گیا — عمر بھر کے واسطے اب اعتبار اسکا گیا
صرف باتیں تھیں کہ ہم بھی مر رہے ہیں آپ پر — ہو چکا اب امتحاں لے مہرباں دیکھا گیا
سیکڑوں صدمے ہزاروں رنج لاکھوں آفتیں — جو گیا اس دار فانی سے بہت اچھا گیا
کیا ہوس دنیا کی اُس کو کیا تمنا دین کی — پا لیا جس شخص نے اُسکو وہ سب کچھ پا گیا
ہے نہیں پتھر کلیجہ آپ کا تو کس طرح — حال بیمار تپ غم آپ سے دیکھا گیا
یا دکس کی آ گئی کسکا بندھا مجھکو خیال — ابر غم کا میرے دل پر یک بیک کیوں چھا گیا
کر کے الفت اسسے تو نے ای دل خانہ خراب — کر دیا رسوا مجھے کمبخت تیرا کیا گیا
دل تو پہلے ہی گیا تھا جان بھی جاتی رہی — ان کی الفت میں مرا نقصان کچھ تھوڑا گیا
ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھا کیا میں روز و شب — پیارا پیارا انکا مکھڑا مجھکو ایسا بھا گیا
پھیر ہی قسمت یہ یہ الٹی پلٹی بات ہے — غم تو میں کھایا کیا اور غم ہی مجھکو کھا گیا

نمبر ۵۴ شعر — ۱۵

انتہا ہے انکی کج خلقی کی بدانسی ہے یہ
حال دل کا ناطق کے اُسنے نہ کچھ پوچھا گیا

لا مکاں کی جو خبر لائے گا — نامہ بر کون وہاں جائیگا
حُسن کا رُعب اگر آئے گا — حال دل ان سے کہا جائیگا
حال دل ہم سے کہا جائیگا — اور کہیں بھی تو سنا جائے گا
ہے یقیں مجھکو تپ فرقت میں — غم کلیجا مرا کھا جائے گا

بڑھ کے کر لیجئے دو اسکو باتیں	آپ ہی منھ کی عدو کھائیگا
ہم کہے دیتے ہیں اے دل تجھسے	عشق کرتا ہے تو پچھتائے گا
دل جو کرتا ہے محبت ان سے	ضد کی اپنی یہ سزا پائے گا
دل شوریدہ یہ اچھی خو ہے	مر مٹے گا تو جہاں جائے گا
سامنا ان کا ہوا مان بھی لو	حال دل ہم سے کہا جائیگا
لاکھ منصوبے ہوں دل میں لیکن	وقت پر کچھ نہ کیا جائے گا
وعدہ کرتے ہو تو یہ بھی کہدو	کبھی ایفا بھی کیا جائیگا
کشت اُمید جو ہوگی سرسبز	ابر رحمت بھی کوئی آئیگا
بہکی باتیں جو کرے گا اے نطق	سب میں دیوانہ کہا جائیگا

نمبر ۵۵	ہو اگر سچی محبت دل میں نطق پھر اسکو تو پا جائیگا	۱۶

ناز و انداز اُن کا بھا گیا	پیار اُن کو کرلیا پیار آگیا
عشق میں رسوا ہوا رسوا گیا	دل لگانے کی سزا میں پا گیا
آنکھ کے ملتے ہی کچھ یاد آگیا	دیکھ کر مجھکو جو وہ شرما گیا
ہائے ظالم کیا قیامت ڈھا گیا	اک جھلک دکھلا کے دل تڑپا گیا
سیکڑوں آفت سے چھوٹا بعد مرگ	جو گیا اس دہر سے اچھا گیا
غم کو ہم کھائینگے کیا طرفہ یہ ہے	رفتہ رفتہ غم ہمیں کو کھا گیا
اے دل ناداں محبت کرکے تو	خود ہوا بیچین میرا کیا گیا
دولت کونین اسکو مل گئی	جو کوئی اس نازنیں کو پا گیا
دفعتاً پردے سے باہر آگئے	میرا فقرہ اُن پر ایسا چھا گیا
اب قسم ہے خط کا لکھنا بھی نہیں	ایک تو آنا گیا جانا گیا

شکر ہے جاتا رہا وہ ولولہ
ان بتوں کا سر سے اب سودا گیا

ہو گیا میری تمناؤں کا خون
ایسا دل کا قافلہ لوٹا گیا

پھر کے صورت تک دکھلائی نہیں
کوچۂ قاتل میں دل ایسا گیا

جوتیاں کیوں ڈھونڈھی جاتی ہیں ابھی
آپ کے جانے کا کیا وقت آگیا

کی شکایت کچھ نہ کچھ میں نے کہا
آپ کو بے وجہ غصہ آگیا

نمبر ۵۶

اس ادا سے منہ پر آنچل رکھ لیا
نطق ہمکو پیار اُنپر آگیا

۱۷

قابل جفا کے یا دل مضطر نہیں رہا
یا حوصلہ ستم کا ستمگر نہیں رہا

تم مل گئے تو دل وہ مکدر نہیں رہا
صد شکر دامن آنسو سے اب تر نہیں رہا

ناراض نامہ بر ہے تو پیک صبا خفا
اب بھیجوں کس کو کوئی میسر نہیں رہا

دل سا رفیق پھرنے لگا دم جو غیر کا
حق یوں ہے اعتبار کسی پر نہیں رہا

دیکھی جو اک جھلک تری بزم خیال میں
قابو میں پھر مرا دل مضطر نہیں رہا

دل لے لیا تو آنکھیں بدل دیں چلا گیا
پہلو میں ایک لحظہ ستمگر نہیں رہا

مونس تمھاری یاد ہے تنہائی میں مری
مجھکو شب فراق کا اب ڈر نہیں رہا

کیا کیا نہ تھیں ادائیں جبتک لیا تھا دل
دل لے کے وہ کرشمۂ دلبر نہیں رہا

پر پیچ گیسوؤں سے تمھارے خدا پناہ
کس کا ہے دم جو ان میں الجھکر نہیں رہا

نالہ مرا دبا نہیں ناقوس صور سے
بڑھکر نہیں رہا تو یہ گھٹکر نہیں رہا

تاخیر کر رہے ہیں وہ کیوں میرے قتل میں
کیا ان کی تیغ تیز میں جوہر نہیں رہا

تقدیر کا دھنی ہو کوئی اور بات ہے
محفل میں تیری خوش کوئی اکثر نہیں رہا

طول شب فراق تری لانبی زلف سے
بڑھکر نہیں رہا کبھی تو گھٹکر نہیں رہا

اُنپر جو مر رہے تھے تو بیچین تھے بہت
وہ اضطراب دیکھئے مرکر نہیں رہا

انگڑائی میں کچھ اور ہی عالم تھا آپ پر | افسوس وہ گھڑی بھی وہ منظر نہیں رہا
محکم تھا وعدہ آپنے قسمیں بھی کھائی تھیں | قول و قرار یا وہ کیوں کر نہیں رہا

نمبر ۵

رسوا نہیں ذلیل ہوں جو کچھ کہ اب نہوا
جب ناطق اختیار ہی دل پر نہیں رہا

۹

وہ بڑھا قتل کو تو دست ستم چوم لیا | ہم نے اس قاتل عالم کا قدم چوم لیا
تیرا منہ میں نے جو سلے بکر کرم چوم لیا | میں یہ سمجھا کہ رخ حور ارم چوم لیا
رکھدیا میں نے سر عجز کبھی پاؤں پر | اور کبھی اوس بت کافر کا قدم چوم لیا
سر نہ ٹیکے ترا عاشق تو کرے اور وہ کیا | غیر نے بڑھکے ترا یار قدم چوم لیا
جبکہ جرأت نہ ہوئی تیرے قدم لینے کی | ہمنے تب بڑھکے ترا نقش قدم چوم لیا
کیا کہوں پیار جو اس حور پر آیا مجھکو | اس کو لپٹا لیا سر تا بقدم چوم لیا
نیند میں آپ تھے کیا آپکو ہو اسکی خبر | میں نے منہ آپ ہی کے سر کی قسم چوم لیا
ہائے کس ناز سے تلوار اٹھائی اسنے | اسکا ہاتھ اور لب شمشیر دو دم چوم لیا

نمبر ۵

کوئی مصحف نہیں رخسار کتابی اے ناطق
تمنے کیا جان کے رخسار صنم چوم لیا

۵

باب الباے موحدہ

اپنے ہاتھوں سے جو اسنے دی شراب | کھول کر دل خوب میں نے پی شراب
میکشوں کو روز دق کرتا ہے یہ | آج زاہد کو پلا ساقی شراب
محتسب پیتا ہے چھپ کر کیا عجب | ہو گئی کیوں اسقدر مہنگی شراب
ہجر کے بیمار کو دے دیجئے | دارو دیدار کی جلدی شراب
دے دے اے ساقی نہ ترسا ناطق کو | خم میں باقی ہو اگر کچھ بھی شراب

نمبر ۵۹	۱۲
باغ میں جا کر ذرا سُن لے فغان عندلیب	کچھ عجب درد سے طرز بیان عندلیب
گلعذاران جہان سے نالہ کش ہم گل ہو وہ	ہو رہے ہیں ہم بھی اب تو ہمزبان عندلیب
دست جور باغباں سے دل ہوا اسکا پاش پاش	داستان غم ہے بالکل داستان عندلیب
جل اُٹھا گلشن سراسر اسکے سوز آہ سے	ایک سوکھی شاخ اب ہے آشیان عندلیب
آ گئی فصل خزاں چلنے لگی باد سموم	پھول اب دو چار دن ہیں میہمان عندلیب
نغمہ سنجی کر رہی ہے شاخ گل پر کس طرح	فصل گل میں آ کے دیکھے کوئی شان عندلیب
پھول اک گلچیں نے توڑا چیخ اٹھی صدمے سے وہ	بارہا ہمنے کیا ہے امتحان عندلیب
صدقے ہوتی پھرتی ہے ہر غنچہ و گل پر سے یہ	ہے بہائے الفت گل نقد جان عندلیب
اُڑ رہی ہے خاک گلشن میں گل تر کی عوض	ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا نشان عندلیب
پھول کُمھلائے جو گلشن میں تو جان اسکی گئی	ہے بہار فصل گل ہی صرف جان عندلیب
کچھ کہا پھولوں سے کانوں میں نسیم صبح نے	ہے بجا رشک رقابت میں گمان عندلیب

نمبر ۶۰	کہہ رہی ہے غم کا قصہ جو دل پُر درد سے نطق کی وہ داستاں ہے داستان عندلیب	۱۵

باب التائے

دے گیا غم سب مجھے شباب بہت	ہو گئی زندگی خراب بہت
میری اک بات پر وہ بگڑے ہیں	کھا رہے ہیں وہ پیچ و تاب بہت
تیری صورت کا ہے جواب کہاں	یوں تو ہر شے کے ہیں جواب بہت
نہ سُنا ذکر حور و جنت کا	ایسے دیکھے ہیں ہمنے خواب بہت
برہمی کا سبب ہو کیا آخر	آج ہیں بر سر عتاب بہت

تیری الفت میں اے پری پیکر ۔ حالت دل ہوئی خراب بہت
ان کو یہ نشۂ جوانی ہے ۔ پی گئے ہیں وہ یا شراب بہت
ٹھیس لگتے ہی ٹوٹ جائے گا ۔ نقد دل ہے مرا حباب بہت
کیا عجب ہے کہ جان دے بیٹھوں ۔ دل مرا غم سے ہے کباب بہت
باغ دنیا میں آہ کیوں آیا ۔ عافیت تھوڑی ہے عذاب بہت
بات مجھ سے کریں تو وہ کیونکر ۔ شرم از حد ہے اور حجاب بہت
ان کی مسی سے کچھ مشابہ ہے ۔ دود دل کی کیوں نہ لی سحاب بہت
شوخی و شرم اور ناز و ادا ۔ فتنے ہیں انکے ہمرکاب بہت
عرض کچھ حال کر نہیں سکتا ۔ تمکنت میں ہے رعب و داب بہت

نمبر ۶۱	آج ہر بار نطق غمگیں کو یاد کیوں کرتے ہیں جناب بہت	۱۰

رشک سیب خلد اگر ہو عارض دلجوئے دوست ۔ ہیں ہلال عید عاشق کعبۂ ابروئے دوست
اک نظر دیکھے اگر یوسف بھی آکر روئے دوست ۔ ہو وہ ہیں حلقہ بگوش حلقۂ گیسوئے دوست
مقصد کون و مکان عاشق جانباز ہے ۔ سجدہ زیر طاق و محراب خم ابروئے دوست
ہو مبارک تجھکو زاہد سیر باغ خلد کی ۔ ہم نہیں ہیں چھوڑ کر جانے کے ہرگز کوئے دوست
فتنۂ محشر بھی چومے آکے اسکے پاؤں کو ۔ اک نظر دیکھے اگر وہ قامت دلجوئے دوست
ساکنان خلد سے کیا مجھ سے دیوانے کو کام ۔ حور و غلماں سے بھی افضل ہیں سگان کوئے دوست
مجھکو ہر ہر شے میں نکہت یار کی ملنے لگی ۔ یوں مشام جاں میں میرے بس رہی ہے بوئے دوست
عاشقوں کے سر جھکیں کیونکر نہ انکے سامنے ۔ قبلۂ حاجات میں یہ کعبۂ ابروئے دوست
سنگ پر سر ہمنے دے مارا وفور رشک میں ۔ اپنی قسمت یہ کہاں ہو تکیۂ زانوئے دوست
صورت شمع شبستاں رشک سے ہم جل نہ جائیں ۔ دیکھیں جب اغیار کو محفل میں ہم پہلوئے دوست

ہے عجب مشکل میں عرض مدعا کیونکر کروں
ہے فزوں نازک خیالی سے بھی نازک خوئے دوست

آرزو دے قتل میں میں دیر تک بیٹھا رہا
ہو گئے شل یک ہی دو وار میں بازوئے دوست

پھینک دے ترک فلک تیغ ہلالی ہاتھ سے
جان خود صدقے کرے بر خنجر ابروئے دوست

رات دن ہونے لگے شاید برابر اندنوں،
تا کمر آنے لگی ہے یلی گیسوئے دوست

دست حسرت میں نے مارا زانووں پر زور سے
غیر کا سر اور وہ ہو بر سر زانوئے دوست

سیکڑوں لاشے پڑے ہیں لاکھوں گھائل ہیں یہاں
مشہد عشاق کہتے ہیں جسے ہے کوئے دوست

بھول جائے سرو کو قمری گلوں کو عندلیب
دیکھ لے عارض اگر یہ وہ قد دلجوئے دوست

ایک ہی تلوار میں کتنوں کو بیجاں کر دیا
مرحبا صد مرحبا بر قوت بازوئے دوست

دولت دارین سے اسد رجب مستغنی ہے وہ
مارتا ہے لات اسپر ہر گدائے کوئے دوست

۱۰	نطق سے کس بانغ کے مولی کہ بچتے وارے اک جہاں ہے کشتۂ تیغ خم ابروئے دوست	نمبر ۶۲

دیکھ لی میں نے جو بھولی سی کسی کی صورت
ہائے اسدن سے عجب ہو گئی میری صورت

دیکھ سکتا میں نہیں حور و پری کی صورت
کھب گئی ہے مری آنکھوں میں اک ایسی صورت

قد وہ بوٹا سا دہن غنچہ رسیلی آنکھیں
اور کیا اس سے کہیں ہوگی اب اچھی صورت

سوزش عشق کی ایذا کوئی مجھ سے پوچھے
کیا سے کیا چار ہی دن میں ہوئی میری صورت

حسن بیمثل دیا صانع قدرت نے تمھیں
دیکھتے رہنے کے قابل ہے تمھاری صورت

ٹکٹکی باندھ کے سب محو نہ کیونکر ہو جائیں
دلمیں رکھ لینے کے قابل ہے تمھاری صورت

یاد آتی ہے تو بسمل سا تڑپ جاتا ہوں
بھولی بھولی وہ کسی شوخ کی پیاری صورت

مرنے پر بھی نہ مرے دل نے بھلایا اسکو
یاد مرقد میں بھی آتی ہے وہ بھولی صورت

دل میں ہر شخص کے کیونکر نہ کرے گھر یہ سب
بانکی چتون نئے انداز وہ پیاری صورت

	نطق کیا کیجئے ہر طرح سے ہم ہار گئے اُس سے ملنے کی نکلتی نہیں کوئی صورت	۰

۹	باب الثاء	نمبر ۶۳

اقرار وصل پر تمھیں اصرار ہے عبث
اے نطق اپنے حال کا اظہار ہے عبث

مجھ سے جو وہ پھرے ہیں یہ تقدیر کا ہے پھیر
شکوہ فلک کا یا گلۂ یار ہے عبث

ہیں بے وفائیاں تو بتوں کی سرشت میں
اس بارے میں شکایت اغیار ہے عبث

کہنے دو اسکو حور کہاں وہ پری کہاں
زاہد سے اس خصوص میں تکرار ہے عبث

بے فیض ہیں جہاں میں جو اہل مال ہیں
اے بوالہوس خوشامد زر دار ہے عبث

دیکھو کہ کتنے آتے ہیں بازار تو چلو
کوسنے میں بیٹھے ذکر خریدار ہے عبث

اس حور کو صبیح وہ کہتا ہے میں ملیح
بے سر عدو کی لفظ کی تکرار ہے عبث

جبتک بغل میں اپنے نہ ہو کوئی گلبدن
پھر سیر باغ و تختۂ گلزار ہے عبث

حضرت سکا ابتو بال پکے بوڑھے ہوگئے
اب نطق سیر کوچہ و بازار ہے عبث

۹	باب الجیم	نمبر ۶۴

کھول دے راہ خدا ساقی در میخانہ آج
جھومتا آتا ہے بادل ہر طرف مستانہ آج

دوڑے آتے ہیں چلے میخوار بیتابانہ آج
پیر میخانہ سے ہوگی بیعت رندانہ آج

شکر ہے زاہد بھی پہونچا تا در میخانہ آج
ہو گیا رندوں کو واجب سجدۂ شکرانہ آج

اے پری دکھلائے لطف گردش پیمانہ آج
دیکھے سرمہ آنکھوں میں کر غمزۂ ترکانہ آج

بوتلیں چاندی کی ہیں سونے کا ہے پیمانہ آج
مغبچہ کو دیکھیے ہے سطوت شاہانہ آج

دختر رز ہوگی گلے کا ہار ہر میخوار کے
نقشۂ جنت بنے گا نقشہ میخانہ آج

وہ اٹھیں اودی گھٹائیں وہ چلی ٹھنڈی ہوا
دے بھی دے رندوں کو ساقی صدقۂ میخانہ آج

اُڑیں گی شیشے میں پریاں سوادا و ناز سے ۔ رشک رقص حور ہوگی گردش پیمانہ آج

ابر ہے باراں ہے پہلو میں مرا دلدار ہے ۔ یہ سماں پیر مغاں اور ایک دو پیمانہ آج

بیعت پیر مغاں کو آرہے ہیں سب کے سب ۔ ہو گئے خالی کنشت و کعبہ و بتخانہ آج

کچھ نرالی ہے ادا اس کافر خود کام کی ۔ ہر قدم پر سیکڑوں ہیں لغزش مستانہ آج

لال ڈورے آنکھ میں ہیں شرم رخصت ہوگئی ۔ رندوں سے ملتا ہے وہ بدکیش بیباکانہ آج

کچھ پلا رندوں کو ورنہ لوٹ لینگے میکدہ ۔ ابر و باراں ہیں ہے انکو صبر کا یارانہ آج

نمبر ٦٥	خوب بنتی شیخ کی درگت در میخانہ پر خیر گذری نطق میکش خود وہاں پر تھا نہ آج	۸

جسکو مرض ہو عشق کا اس مبتلا کا کیا علاج ۔ بسمل تیغ غمزہ و ناز و ادا کا کیا علاج

وعدہ کی شب وہ آئے بھی شب بھر یہاں رہیں بھی ۔ لیکن یہ ہو الگ تھلگ شرم و حیا کا کیا علاج

افسوں سے زہر سانپ کا جاتا ہے اور دوا سے بھی ۔ لیکن یہ زہر افعی زلف دوتا کا کیا علاج

مکرنے کو سو جتن کریں پھر وصال یار ہم ۔ ہو جائے جب یہ نارسا آہ رسا کا کیا علاج

جاتی ہو گلستاں میں یہ سنتا ہوں کل جہاں مرا ۔ لاتی نہیں شمیم گل باد صبا کا کیا علاج

صدقے کروں میں جان و دل جسپر وہ بیخبر رہے ۔ بھولے سے لے نہ جو خبر اس بیوفا کا کیا علاج

فکر طبیب کو نہ دو اسے چارہ ساز دستو ۔ بسمل تیغ غمزہ و ناز و ادا کا کیا علاج

مجنوں ہوا ہو عشق میں کہتے ہیں نطق جسکو سب
سنتا نہیں کسیکی اس مرد خدا کا کیا علاج

نمبر ٦٦	باب الحای حطی	١٣

گئی اب وصل کی رات آگئی صبح ۔ اُٹھو اے نطق دیکھو ہو چلی صبح

اگر رونے میں کٹتی ہے مری شام ۔ تو ہچکینی میں کٹتی ہے مری صبح

جو تڑکا ہو گیا وہ گھر سدھارے — قیامت ہائے مجھپر ڈھا گئی صبح
شب فرقت مزا کیا کیا نہ آیا — نہ ہوتی یا خدا اس رات کی صبح
جو گیسو سے ترے شرمندہ ہے شام — خجل چہرے سے تیرے ہو گئی صبح
مبارک اس پری کی وصل کی رات — ہے میموں اس شب مسعود کی صبح
خدائی میں نہ ایسی رات ہوگی — نہ ایسی خوشنما ہوگی کبھی صبح
شب فرقت کہیں جلد تو بھی ہو ختم — خدا مجھکو دکھائے وصل کی صبح
بسر کیونکر ہوئی ہے ہجر کی شب — کہوں کیا کس طرح غم کی کٹی صبح
اسے جلدی پڑی ہے وصل کی رات — [illegible] فرقت نہ فوراً آ گئی صبح
جو دیکھا چہرۂ انور کسی کا — کہوں کیا شرم سے کیا کیا گئی صبح
کٹی عیش و طرب میں رات ساری — خوشی میں کٹ رہی ہے آ چکی صبح

نمبر ۶۷	ابھی سے اسقدر گھبرا گئے تعلق ابھی الفت کی تو ہے شام کی صبح	۱۴

رحم تم مجھ پر کروگے باوفاؤں کی طرح — جانتا ہوں میں تمھیں جانِ جہاں اچھی طرح
دوست میرے باغ دنیا میں پھلیں اچھی طرح — میرے دشمن ہوں سراپا پیکر غم کی طرح
یہ دعا اس کے سوا تمکو نہ دونگا میں کبھی — [illegible] میری طرح
آبرو کا پاس اگر ہے تو مری میت کیساتھ — جائیے گا [illegible] آپ غیروں کی طرح
دیکھ تو آکر رخ دلدار کو اے عندلیب — لہلہاتا ہے گل عارض گل تر کی طرح
نقد دل میں بیچتا ہوں اک نگاہ ناز پر — آپ کو لینا اگر ہو دیکھئے اچھی طرح
آپ پائیں گے مجھے ہر امر میں ثابت قدم — بیوفا بزدل نہیں ہوں یار غیروں کی طرح
جب زیارت میں گل رخسار کی پاتا نہیں — چیختا ہوں کوئے دلبر میں میں بلبل کی طرح
غور میں کرنے لگا کہ حقیقت کو — [illegible] چکر میں فوراً چرخ گرداں کی طرح

خلق کی کیونکر نہ جائے جان تجھ پر اے پری
کس نے پائی ہے ادائے جانستاں تیری طرح

سنگدل ہو تو حسینان جہاں ہیں سب عجب
کوئی دنیا میں نہ ہو گا اے پری تیری طرح

نمبر ۶۸

قافیہ ملتا نہیں اے نطق دشواری ہے یہ
کیا لکھوں اشعار اس میں ہے بہت پھیکی طرح

۱۲

باب التائے

ہیں ایسی یار باتیں آپ کی تلخ
مری اب ہو گئی ہے زندگی تلخ

مری جاں جھوٹ تو پھر جھوٹ ہی ہے
تمہیں لگتی ہے سچی بات بھی تلخ

عجب ہے بات کا انداز تیری
کبھی ہوتی ہے میٹھی اور کبھی تلخ

بری باتیں کہوں تو میں خطاوار
تمہیں لگتی ہے اچھی بات بھی تلخ

نہیں بھاتیں مجھے اسکی ادائیں
ہیں سب باتیں دل ناشاد کی تلخ

محبت ہی وہ نعمت ہے جہاں میں
نہیں ہوتی ہے جس سے زندگی تلخ

تمہاری تو بری باتیں بھی میٹھی
غضب ہے میری اچھی بات بھی تلخ

تغافل کی بھی کوئی انتہا ہے
مری تو زندگانی ہو گئی تلخ

محبت کو خدا پیدا نہ کرتا
تو ہو جاتی جہاں میں زندگی تلخ

میں پی جاؤں تمہاری بات کیونکر
بہت زاید ہے یہ حنظل سے بھی تلخ

ہے جام بادہ جام زہر مجھکو
نہوں دو پھر تو ہے بادہ کشی تلخ

نمبر ۶۹

ٹھکانے دل نہیں ہوتا جو اے نطق
تو ہو جاتی ہے اچھی بات بھی تلخ

۶

نہ ہو ایسا کوئی انسان گستاخ
ہے جیسا آپ کا دربان گستاخ

عدو یہ چھوتا ہے تیرے گیسوؤں کو
نہایت بد ہے وہ شیطان گستاخ

عدو پر تم کرم اتنا نہ کرتے — تو کیوں ہوتا وہ بے ایمان گستاخ
تلوں نہیں آپ کے تلووں میں مہندی — نہیں ہوں تھذا ای جان گستاخ
نہ مانو تم عدو کی بات وہ سب — ستمگر دہر بے ایمان گستاخ
بھلا مالش کوئی آئے گا کیونکر — بہت ہی آپ کا دربان گستاخ

نمبر شعر		
نمبر شعر	سوال وصل وہ کیسے کرے گا ، نہیں ایسا ہی نطق ایجان گستاخ	۹

بدخو ہے بیوفا ہے ستمگار ہے وہ شوخ — بیکار مجھ سے بر سر پیکار ہے وہ شوخ
تیر نظر سے خنجر ابرو کی باڑھ سے — عاشق کی جان لینے کو تیار ہے وہ شوخ
کس کی لگی ہے حسن دلاویز کو نظر — سنتے ہیں ایک ہفتے سے بیمار ہے وہ شوخ
کھلتا نہیں کہ حور ہے یا قاف کی پری — سچ تو یہ ہے کہ اک عجب اسرار ہے وہ شوخ
عقدہ کھلے گا بے دہنی کا ابھی ابھی — سنتے ہیں آج مائل گفتار ہے وہ شوخ
نادم ہزار طوطی شکر فشاں خجل — اس طرح کا مقرر و طرار ہے وہ شوخ
کیا آج قتل عام مچائے گا شہر میں — کیوں بے نقاب برسر بازار ہے وہ شوخ
عشاق اس کے دام میں آئیں نہ کس طرح — یہ لوگ سادہ لوح ہیں عیار ہے وہ شوخ

منتخبہ		
منتخبہ	کیونکر فدا اسے یار نہ اے نطق ہو جیے ، ہیں عندلیب ہم گل زردار ہے وہ شوخ	۱۲

رندوں کو اور تو بھلا اے شیخ — چکھ تو لے مے کا کچھ مزا ای شیخ
دشت مرد نہیں ہی پاکی ہے — دل نہ آئے کہیں ترا ای شیخ
حور جنت سے ہو دنیا دی — بڑھ گئے ہیں پانوں ہیں بتا ای شیخ
کچھ شیر رند ولی سے کچھ نہیں بہتر — اپنی عزت ذرا بچا ای شیخ
دیر و کعبہ کی ایک ہی ہے راہ — تو جہاں چاہتا ہے جا ای شیخ

ہے جو بیجا تو صرف ذم بتاں
تیری سب باتیں ہیں بجا اے شیخ

الفت جور و عشق مہرویاں
دونوں میں فرق ہی ہے کیا اے شیخ

وقت بے وقت تیرا سمجھانا
دل کو بھاتا نہیں ذرا اے شیخ

تیرے کہنے سے چھوڑ دیں عشق بتاں
ہم نہیں ایسے بیوفا اے شیخ

ہیں تو دونوں شراب ہی آخر
اک حلال اک حرام کیا اے شیخ

آج رندوں میں تو ہوا داخل
مرحبا تم مرحبا اے شیخ

بھول جائے تو حور جنت کو
یہ حسیں ہے وہ دلربا اے شیخ

نشہ میں بتکدہ کو جا پہونچوں
تو جو ہو جائے رہنما اے شیخ

دور کی ڈھول بس سہاون ہے
صفت حور پر نہ جا اے شیخ

بے سبب کی مذمت مے سے
کیا تجھے فائدہ ہوا اے شیخ

نمبر ۵	دشمن مے تھے ایک حضرت نطق تو نکل آیا دوسرا اے شیخ	۹

باب الدال

کس غضب کا ہے مہ جبیں صیاد
ہے زمانے میں کیا حسیں صیاد

ہجر میں گل کے شور و آہ و فغاں
کرتی ہے بلبل حزیں صیاد

پھول سے گال نرگسیں آنکھیں
کس قدر ہے مرا حسیں صیاد

ہجر گل میں قفس میں جان نہ دے
بلبل بے جگر کہیں صیاد

چہچہاتی ہے باغ میں بلبل
چھپ کے بیٹھا نہ ہو کہیں صیاد

جان ہے بلبلوں کی آفت میں
ہے جو گلچیں کہیں کہیں صیاد

جان لے لے نہ مار تیر نظر
میرے مہوش مرے حسیں صیاد

جان کیونکر بچائے اب کوئی	جس جگہ دیکھو ہیں وہیں صیاد

نمبر ۲۳ شعر	جان بچنی ہے سخت مشکل نطق ہیں کمیں میں جہیں جہیں صیاد	۱۸

روئے آخر کو وہ بھی دفن فرمانیکے بعد
رحم عاشق پر اگر آیا تو مرجانے کے بعد

پردہ واجب تھا تمہیں پہلے ہی ای جان جہاں
منہ چھپانا کیا کسی سے جلوہ دکھلانیکے بعد

عقل سے معذور ہوں دیوانگی سے ربط ہے
آدمیت میں نہیں ہوں عشق ہو جانیکے بعد

بھول جاؤگے ابھی پاس گھر سے جاتے ہی ہوئے
یاد تم مجھکو کروگے اور گھر جانے کے بعد

زندگی میں قدر میری آپنے مطلق نہ کی
وجہ کیا ہے رو رہے ہیں آپ مرجانیکے بعد

مانع مطلب نہ ہو جائے حیا یہ خوف تھا
بے تکلف ہو گئے کچھ دیر فرمانیکے بعد

دل میں کیا کیا تھے نہ منصوبے کہینگے اسطرح
یاد لیکن کچھ نہ آیا اونکے ملجانیکے بعد

مجھ سے کیا باتیں بناتے ہو نہیں مجھکو یقیں
پھر بھی تم آکر ملوگے مجھ سے گھر جانیکے بعد

خوب بیہوشی ہی تھی آزاد تھے ہر بات سے
ذمہ داری لیلی سر پر ہوش آجانیکے بعد

وعدۂ فردا کے کیا معنی ذرا سمجھائیے
کیا مجھے دیدار دینگے آپ مرجانیکے بعد

دل ہمارا اس پری پر تو ابھی سے ہے نثار
اور کیا ہونا ہے دیکھیں اسکو پا جانیکے بعد

اک جھلک میں کردیا بیہوش پہلے آپنے
اور اب تڑپا رہے ہیں ہوش میں لانیکے بعد

زندگی ہی میں نکلتا کام ہے انسان سے
کام کیا آؤگے صاحب میرے مرجانیکے بعد

میں تو خوش ہوں زندگی بھر بھی نہ وہ مجھسے ملیں
لذت فرقت کہاں پھر وصل ہو جانیکے بعد

مل نہیں سکتا کبھی مجھسا کوئی اہل وفا
دیکھئے پچھتائیگا میرے مرجانیکے بعد

آپ عاشق میرے ہیں یا اسکے ہیں فرمائیے
پوچھتے ہیں مجھسے تصویر اپنی دکھلانیکے بعد

نطق نے پہلے نہ کچھ سوچا مآل عاشقی
ترک الفت کی ہے اب لاکھوں سزا پانیکے بعد

نمبر شعر	باب الذال	۱۱

مصری نبات قند ہیں ایسے کہاں لذیذ
جیسے ہیں یار کے لب شکر فشاں لذیذ

دل ہی سے پوچھو لذت درد فراق کو
تلخی ہجر وصل سے ہے بیگماں لذیذ

تیغ جفا سے آج مجھے قتل کیجئے
ہے زندگی سے موت ہی لے مہرباں لذیذ

دن رات اسکو نالۂ دلکش سے کام ہے
ایسی ہے دلکو لذت آہ و فغاں لذیذ

بسمل کی طرح تیر سے لپٹا ہوا ہے یہ
ایسی ہے دلکو لذت زخم سناں لذیذ

ترک ترک کے پھر رہی ہے جو حلقوم پر مرے
شاید کہ تیغ یار کو ہے استخواں لذیذ

فرمائیے تو ہجر کا قصہ سنائیں ہم
خوش ہو جئیے گا ایسی ہے یہ داستاں لذیذ

درد فراق بڑھکے ہے عیش وصال سے
تلخی ہجر وصل سے ہے بیگماں لذیذ

چن چن کے اُسنے کھا لیا چھوڑا نہ استخواں
ایسا ہوا ہما کو مرا استخواں لذیذ

لے اسکو کھا کے اے سگ دلدار دیکھ لے
شیدائے یار کا بھی ہے کیا استخواں لذیذ

نمبر شعر	کیونکر سنیں نہ غور سے وہ تعلق کی غزل ترکیب اسکی پیاری ہے طرز بیاں لذیذ	۱۱

پُر لطف ناز آپ کے ہر ہر ادا لذیذ
ہر بات آپ کی ہے مری جان کیا لذیذ

قند و نبات سے بھی ہیں شیریں زیادہ تر
میں کیا کہوں کہ آپ کی باتیں ہیں کیا لذیذ

بڑھکر مزے میں شہد مصفا سے بھی سوا
ہے یہ ترا لعاب لب جاں فزا لذیذ

کرتا ہوں اسلئے کہ پئے جاتے ہیں مزہ
پُر لطف تیرا شکوہ ہے تیرا گلا لذیذ

ہوتا ہوں بار بار میں بیمار اس لئے
تیری دعا لذیذ ہے تیری دوا لذیذ

وہ تلخ زیست آپکی محبت میں ہو گئی
ایسی زندگی سے ہے مجھکو قضا لذیذ

لذت جو مل رہی ہے مری دل سے پوچھئے
کتنا ہے میری جان ستم آپکا لذیذ

کیا پوچھنا کرم کا مری جان حد یہ ہے — مجھکو ہیں آپ کے ستم ناروا لذیذ
آجاتا ہے مزا ترے ظلم شدید میں — ہیں تیرے لطف سے ترے جور و جفا لذیذ
کیونکر نہ جان جائے تری آن بان پر — ہر بات تیری پیاری ہے ہر ہر ادا لذیذ

وقعت ہو دل ہی نطق کا اسکے قرینے خوب
ہیں میری جان جو آپ کے ناز و ادا لذیذ

نمبر ۶۴	باب الراء	۱۶

مہرباں ہیں وہ مرا حال پریشاں دیکھکر — میں اٹھا ہوں آج کس کا رخ خنداں دیکھکر
زخم پھر آسلے ہوے رنگ گلستاں دیکھکر — گل کو خنداں دیکھکر بلبل کو نالاں دیکھکر
ہوں میں کافر کیا لگاؤں ان پریزادوں سے دل — پھر گیا الفت سے جی طرز حسیناں دیکھکر
میرے رہتے ستے اسکی کیا ضرورت بزم میں — وہ یہ فرمانے لگے شمع شبستاں دیکھکر
دہر فانی ہے یہ ملتا ہے سبق ہوشیار کو — انکے بزم بن دیکھکر شمع شبستاں دیکھکر
اسقدر چاروں طرف حسرت برستی تھی وہاں — رو دیا جلاد بھی گور غریباں دیکھکر
عاقبت جنبو نہ باہر جاؤ ظلم یار سے — ہوش میں آؤ ذرا انجام شیطاں دیکھکر
رشک سے طاؤس اور کبک دری کٹ کٹ گئے — باغ میں اس فتنہ قامت کو خراماں دیکھکر
بے مصیبت کے نہیں ملتی ہے راحت دہر میں — جو پہنچے یوسف بادشاہی تک تھے زنداں دیکھکر
بے ثباتی دہر کی آنکھوں کے نیچے پھر گئی — ملک برباد دیکھکر تخت سلیماں دیکھکر
بھولتی جاتی ہے دنیا سحر کو اعجاز کو — اے گل خوبی تمہاری چشم فتاں دیکھکر
جسم خاکی میں مجھے شان خدا آئی نظر — ایک دن اس نور کے بقعہ کو عریاں دیکھکر
نقد جاں صدقے کیا مارے خوشی کے مر گیا — اس پری کو آج اپنے گھر میں مہماں دیکھکر
ہے مثل مار گزیدہ ڈرتے ہیں رسی سے بھی — سانپ سے ڈرتا ہوں میں گیسوے پیچاں دیکھکر

سحر ہو جادو ہو افسوں ہو کہ ہو نقش عمل
ساری سب بھولی تیری چشم فتاں دیکھکر

اپنے رونے کا سماں کسطرح دکھلاؤں تمھیں
سہم جاؤگے تم ایسا سخت طوفاں دیکھکر

نمبر شعر	میں اسی محبوب کا اے نطق بس دلدادہ ہوں جسکو وہ خلاق عالم بھی ہے حیران دیکھکر	۱۴

ہے کہیں سنگ کے سینے میں شرہ اخگر ہوکر
آنکھ میں نور کہیں عقل میں جوہر ہوکر

ہو جو منت کش قاصد ہو اس سے بہتر
طائر روح ہی اڑ جائے کبوتر ہوکر

اسکے کاٹے کا نہ منتر نہ کوئی افسوں ہے
کاکل یار نے کاٹا مجھے اژدر ہوکر

یہ وہ شیشہ نہیں دھونے سے جو ہو جائے صاف
صاف دل ہو نہیں سکتا ہے مکدر ہوکر

خلوت خاص میں بتلائے کھٹکا کیسا
ہر طرف تاکتے ہیں آپ جو ششدر ہوکر

سبکے معصوم مسیحان لیا دل تم نے
اب ستم ڈھانے لگے ہائے ستمگر ہوکر

خوب کام آئے مری داغ کہیں ہجر کی شب
کردیا رات کو دن مہر منور ہوکر

دیکھکر اس گل خوبی کو ہوا یہ عالم
پھول گیندے کا بنا گل متغیر ہوکر

سچ جو پوچھو تو حقیقت میں خدائی اب تو
کر رہے ہیں یہ صنم دہر میں پتھر ہوکر

اس ادا سے سر محشر وہ پریزاد آیا
رہ گیا داور محشر متحیر ہوکر

دھیان آیا جو گناہوں کا ڈبویا مجھکو
عرق شرم و ندامت نے سمندر ہوکر

شیخ جی روز جو آتے ہیں نصیحت کرنے
آپ کیا آگئے ہیں دنیا میں پیمبر ہوکر

تم کو دھوکا نہ عدو سے ہو تو میرا ذمہ
جو میں کہتا ہوں رہے گا وہ مقرر ہوکر

نمبر شعر	حضرت نطق نے جان اپنی گنوائی آخر مستی میں شیفتۂ گیسوے دلبر ہوکر	۹

گوشہ نشیں کر اے دل ناشاد تو امکان بھر
ضبط کر لے نالہ و فریاد تو امکان بھر

جان جائے گی نہ جانے سخت جانی ہے مری
کر لے کوشش ملے مرے جلاد تو امکان بھر

اب قفس میں قید ہی گلزار سے بلبل ہے دور
رنج دے اسکو نہ اے صیاد تو امکان بھر

درحقیقت زندگانی بھی خوشی کا نام ہی
رکھ ہمیشہ اپنے دل کو شاد تو امکان بھر

کل نہ تو ہوگا نہ ہوگی تیری شدادی بہشت
آج کر لے عیش اے شداد تو امکان بھر

آہ میں تیری اثر آجائے شاید ایک دن
کر لے نالہ عاشق ناشاد تو امکان بھر

لاغری کی میری گو تصویر کھنچنا ہی محال
کر لے کوشش پھر بھی اے بہزاد تو امکان بھر

مخلصی تیری قفس سے ہو نہو اے عندلیب
کر لے آہ و نالہ و فریاد تو امکان بھر

نمبر اشعار	خواہش وصل بت شیریں ادا میں جد و جہد نطق کر لے صورت فرہاد تو امکان بھر	۲۱

آیا ترس کبھی نہ مرے حال زار پر
تبلاؤ دل تمہیں دوں تو کس اعتبار پر

باغ جوانی یار کا آیا بہار پر
مرنے لگی خدائی اب اس گلعذار پر

سمجھے کہ ان کمانوں پر اب چلے چڑھ گئے
دیکھے جو بل پڑے ہوئے ابروئے یار پر

دیکھا تمھیں ملا کے حسینان دہر سے
دل بیٹھنے پہ تو کیا ہو ترجیح ہزار پر

جور اور جفائیں آگے سے پھر ہو رہی ہیں اب
تم نے لیا تھا دل اسی قول و قرار پر

اپنوں کے طعنے ان کی جفا غیر کا ستم
سو طرح کے عذاب ہیں اک جان زار پر

باتیں جو ان کی مان لیں تو کیا برا کیا
دنیا کے کام [illegible] چلتے ہیں اعتبار پر

کرشمہ ادا ہے کبھی [illegible] ناز کا
[illegible]

مرنے چلے ہیں اس بت بے مہر پر حضور
آئے [illegible] دل [illegible] پر

بجلی ہے یا ہوا ہے ہمارا سمند عمر
[illegible]

کہتا ہے کوئی سیب کوئی کوزہ نبات
قربان ہر کوئی [illegible] زنخدان یار پر

اے سوز عشق مجھکو جلا کر بنا دے خاک
مر جائے [illegible] یار پر

کیسی حسین صورتیں اسنے بنائی ہیں
[illegible] صنعت پروردگار پر

آتے ہی اسکے وحشت دل اور بڑھ گئی
لعنت خدا کی بھیجئے ایسی بہار پر

قاتل نے بھی جو دیکھ کے آنسو بہا دیا
حسرت برس رہی ہے یہ کس کے مزار پر

بہر عیادت آیا نہ جیتے وہ ستم شعار
مرنے کے بعد آئیگا کیا وہ مزار پر

مختص نہیں کسی کیلئے فیض عام ہے
یکساں ہے تیرا فضل صغار و کبار پر

چرچا ہے میرے عشق و محبت کا ہر جگہ
ہے ذکر یہ زبان صغار و کبار پر

طے کر رہا ہوں راہ عدم ہو کے بے [illegible]
شل ہوا اس ابلق لیل و نہار پر

مجھ پر بھی آج ایک نظر انکی پڑ گئی
آیا پیام موت نگاہوں کے تار پر

نمبر شعر	کیوں رشک سے نطق کا دل داغ داغ ہو وہ گل چڑھا رہے ہیں عدو کے مزار پر	۱۵

بجلی گرائی دل پر جلوہ دکھا دکھا کر
الجھن میں دل کو ڈالا زلفیں بنا بنا کر

بے پردہ دشمنوں سے ظالم نہ تو ملا کر
بے شرم آبرو کا کچھ پاس بھی کیا کر

تیر نظر سے پہلے زخمی کیا جگر کو
اب دل کو چھیدتے ہیں نوک مژہ گڑا کر

وعدہ کا اس پری کے کل تک ہی فاک دن ہے
اے میری زندگی تو کل تک ہی تو وفا کر

بے دام اسکے پردہ ہم [illegible]
الطاف کی نظر کر یا جور اور جفا کر

تقدیروں سے میرا شکوہ کرنا نہیں ہے زیبا
جو کچھ سنا تھیں ہم وہ مجھسے برملا کر

اس خوبروئے انکی اور جور توبہ توبہ
واعظ کی سب بیانیں بیٹھا ہوا سنا کر

بھولا کر ان سے انکی جو وحشت میری
میں چھوڑ دوں بتوں کو نا ہو خدا خدا کر

کس ناز اور ادا سے ٹھکرائی لاش میری
اے یار مار ڈالا تم نے مجھے جلا کر

اک خاص سلطنت ہے یہ بھی دل [illegible]
سو بار ہم سے روٹھے آئینگے منا کر

کیا ظلم کر رہے ہو کیا تو ستم شعار ہو
[illegible] رہے ہو زلفیں بنا بنا کر

جادو وہ کر رہے ہیں مہندو بنا رہے ہیں
ہر شخص کو وہ اپنی آنکھیں دکھا دکھا کر

میں اور ترک الفت ان حوروش پری کی
زاہد خدا خدا کر زاہد خدا خدا کر

تیغ ادا سے مارا گفتار سے جلایا
سو بار مار ڈالا ہم کو جلا جلا کر

نمبر ۱ شعر

وہ مہرباں نہ ہونگے کب تک یہ دیکھنا ہے
اے نطق آہ و نالہ دن رات تو کیا کر

۱۲

سوز فرقت کا فسانہ میں سناؤں کیونکر
آتش دل سے زباں اپنی جلاؤں کیونکر

مجھسے روٹھے ہوئے بیٹھے ہیں مناؤں کیونکر
ہاے بگڑی ہوئی تقدیر بناؤں کیونکر

یہ لگی دل کی خدایا میں بجھاؤں کیونکر
دل ہے بیچین گلے انکو لگاؤں کیونکر

الفت خال پری چہرہ بلا ہی سم ہی
سخت مشکل ہی کہ میں زہر یہ کھاؤں کیونکر

نہ تو سرمہ ہوں نہ میں گرد و غبار رہوں
ان پریرویوں کی نظروں میں سماؤں کیونکر

خاک پر گر کے بکھر جاتے ہیں یہ دُر سرشک
ہار میں موتیوں کا انکو پنہاؤں کیونکر

شوخ چشمی سے وہ لیتے ہیں عشاق کا دل
انکی نظروں سے میں دل اپنا بچاؤں کیونکر

پائے نازک میں نہ چبھ جائیں کہیں نوک مژہ
راہ میں انکی میں آنکھوں کو بچھاؤں کیونکر

جب ملاقات نہ تنہائی میں ہونے پائے
راہ پر اس بت گلفام کو لاؤں کیونکر

راز افشا کئے دیتا ہے وفور گریہ
الفت اس ماہ لقا کی میں چھپاؤں کیونکر

آتے آتے مرے گھر پھر گئے الٹے پاؤں
اپنی تقدیر کا لکھا میں مٹاؤں کیونکر

نمبر ۲ شعر

جلوۂ طور نظر آگیا اک بام پر آج
نطق فرمائیے پھر ہوش میں آؤں کیونکر

۱۱

یہ بے وفائیاں مرے دلداریوں نہ کر
دل لیکے میرا مفت میں تکراریوں نہ کر

منہ پر نقاب ڈال کے خنجر نہ تو پھرا
کر ذبح لیکن اسے بت عیاریوں نہ کر

دل لے لیا تو خوب کیا اس کا غم نہیں
دل لے کے اب تو جان سے بیزاریوں نہ کر

ہووے نوشتہ تو تو یقیں آئے کچھ مجھے
وعدہ وصال کا مرے دلداریوں نہ کر

تیر نظر سے مار نہ بھتری چھری پھرا
کر قیمہ لیکن اے بت عیار یوں نہ کر

کھا کر قسم یہ کہدے کہ آج آئینگے ضرور
اقرار وصل جھوٹوں کے سرداریوں نہ کر

رکھدے قدم پر اُن کے سر عجز کاٹ کر
عذر خطا زباں سے گنہگاریوں نہ کر

کہنا بھلا بُرا مجھے غیروں کے سامنے
مجھ کو خفیف اے مرے دلداریوں نہ کر

قرباں جان و مال کو کر اسکی راہ میں
خواہش وگرنہ وصل کی بیکاریوں نہ کر

اپنا یو جاری مجھ کو بنا سامنے تورہ
ورنہ مجھے تو بستۂ زناریوں نہ کر

نمبر ۸۳ شعر	وہ دیں زبان وصل تو پھر کیا مضائقہ اے نطق ورنہ حال دل اظہاریوں نہ کر	۱۱

جو آئے باغ عالم میں تو آئے مہ جبیں نبکر
کہیں کا بھی نہ رکھا تمنے عالم کو حسیں نبکر

تم آئے ہو جہاں میں سر بجاں اک تو حسیں نبکر
غضب ڈھاوگے نکلو گے اگر گھر سے کہیں نبکر

کہ تم عاشقوں کے قتل پر ناحق کمر کستے ہو
کرو گے قتل کیونکر یہ تو کہدو نازنیں نبکر

جدا جسکو نہ پہلو سے کیا اُس دلکو کیا کہئے
وہی اب ڈس رہا ہے مجھکو مار آستیں نبکر

نہوتا شرک اگر اسمیں تو میں تو صاف کہدیتا
تیری صورت میں خود آیا ہی صورت آفریں نبکر

سنبھلکر وصل کا اقرار لب تک دیکھئے آئے
نکلجائے نہ عجلت میں کہیں ہاں بھی نہیں نبکر

تمھاری شکل صورت پر کسیکا کیوں نہ دل آئے
کہو انصاف سے اے جان جاں منصف ہمیں نبکر

خدائی کی خدائی ابتو بسمل ہوتی جاتی ہے
غضب عالم میں تم ڈھالنے لگے ایجاں حسیں نبکر

ترے دیدار کی مجھ کو تمنا کھینچ لائی تھی
ترے کوچے میں پہونچے تھے گدا ایجاں ہمیں نبکر

تمھارے نور سے ہر ہر جگہ پر چاندنی چھٹکے
دکھاتے چھاؤں بھی مجھکو نہیں تم مہ جبیں نبکر

نمبر ۸۴ شعر	کیا ہی وصل کا وعدہ تو ایفا بھی ضروری ہے بگڑ جائے نہ قسمت نطق کی دیکھو کہیں نبکر	۲۲

نہیں لگتا ہمارا دل کہیں پر
یہ آیا جبسے ہی اک مہ جبیں پر

جو وحشت میں میں جا پہونچا کہیں پر — مجھے جنت کا لطف آیا زمیں پر

اگر کہدوں تو تم محجوب ہوگے — تمہیں دیکھا تھا کل میں نے کہیں پر

نہ کھلواؤ زباں کہدیتے ہیں ہم — جو کچھ دیکھا تھا کل میں نے کہیں پر

غلط تہمت اگر میں دے رہا ہوں — عرق کیوں آگیا تیری جبیں پر

اسی انداز پر میں مر رہا ہوں — فدا ہوں میں نگاہِ شرمگیں پر

مجھے حیرت ہوئی اُن کو جو دیکھا — کہ کیوں کر حور آ پہونچی زمیں پر

چلے اٹکھیلیوں کی چال جب وہ — قیامت ہو گئی برپا زمیں پر

جواں اب ہو گیا وہ فتنہ قامت — نیا فتنہ اب اٹھے گا زمیں پر

غرورِ حسن ان کو اسقدر ہے — قدم رکھتے نہیں ہیں وہ زمیں پر

نظر میں کھب گیا وہ عرش رفعت — میں نازاں ہوں نگاہِ دوربیں پر

فدا ہوں خال رخ پر آپکے میں — ہوں قرباں آپکی چینِ جبیں پر

نہ دنیا کس طرح زیر و زبر ہو — جوانی پھٹ پڑی ہے اک حسیں پر

دو عالم پڑھ رہا ہے اسکا کلمہ — خدائی مر رہی ہے اس حسیں پر

گرا چاہِ محبت میں جو اے دل — ٹھکانا اب نہیں تیرا کہیں پر

اگر شامت نہیں تو اور کیا ہے — دل آیا ہے مرا اک مہ جبیں پر

چھپاتے کیا ہو میں سب جانتا ہوں — جہاں پر تم تھے میں بھی تھا وہیں پر

تم اچھے یا تمہارا حسن اچھا — اب اسکا فیصلہ چھوڑا تمہیں پر

کہوں کس طرح میں کیونکر بتاؤں — جو کھائی چوٹ ہے قلبِ حزیں پر

جو میں بیتاب ہو کر اس سے لپٹا — تمہارا شک ہوا تھا حورِ عیں پر

ہزاروں پھنس گئے ہیں مر مٹے ہیں — تمہاری شوخ چشمِ سرمگیں پر

وہ اچھے ان کی یا تصویر اچھی — اب اسکا فیصلہ چھوڑا انہیں پر

نمبر ٦٤ — ١٥

عبث کیا پوچھتے ہو نطق مجھسے
کہوں کیا مر رہا ہوں کس حسیں پر

موقوف کچھ نہیں ہے یہ دن اور رات پر
ہونے لگے وہ ہمسے خفا بات بات پر

ہے فخر تیری ذات کو تیرے صفات پر
اور ناز ہے صفات کو بھی تیری ذات پر

کہتا ہے کون آپ نہ آئیں گے گھات پر
لائینگے گھات پر ابھی ہم ایک بات پر

کوئی اگر سنے گا تو کس کو ہنسے گا وہ
روٹھے ہوئے جو بیٹھے ہو ادنی اسی بات پر

وعدہ وفا کروگے نہ گھر میرے آؤگے
پہونچا ہوں اس نتیجہ کو میں ایک بات پر

دل آگیا تو آگیا میرا قصور کیا
سب کو ہے اختیار فقط اپنی ذات پر

کچھ خویش و اقربا کا بھروسا نہیں ہمیں
تکیہ لگائے بیٹھے ہیں ہم تیری ذات پر

وہ کون ہے جو والہ و شیدا نہیں ترا
سکّہ جما ہوا ہے ترا کائنات پر

مجھکو یقین ہے کہ نہ آؤگے تم کبھی
کرتا نہیں میں بحث کبھی ممکنات پر

جینے میں انکی قدر ہو کم ایسے لوگ ہیں
تعریف ہونے لگتی ہے انکی ممات پر

ہم زندگی کو عیش و مسرت میں کاٹ دیں
کیا جانیں کیا نصیب میں ہوگا ممات پر

رمز و کنایہ آپ کے میں سب سمجھ گیا
پہونچیگا کون میرے سوا ان نکات پر

صدقے ہو جایئے کرم بیحساب کے
قربان جایئے نگہ التفات پر

اک ٹکڑے ٹکڑے دل ہی فقط پاس نطق کے
کرنے چلے ہیں عشق اسی کائنات پر

اہل زباں وہی ہے جو بولے صحیح نطق
موقوف شہر پر ہے نہ یہ ہے دہات پر

نمبر ٦٥ — ١٧

باب الزائے

روشن ہو کاش میرا سیہ خانہ ایک دن
ہو جائے اس میں جلوۂ جانانہ ایک دن

گردش میں لاؤ نرگس مستانہ ایک روز　　بادے دو مجھکو زہر کا پیمانہ ایک روز
رشک جناں ہو پھر مرا کاشانہ ایک روز　　ایجان پھر وہ لطف قد میانہ ایک روز
ہوجائے گرم صحبت رندانہ ایک روز　　کردے کبھی ساقی دعوت پیمانہ ایک روز
ممکن نہیں کہ آپ ذرا سا بھی سن سکیں　　ورنہ سنائیے ہجر کا افسانہ ایک روز
الجھن ہو کم ہمارے دل ناصبور کی　　کاکل میں انکے ہم جو کریں شانہ ایک روز
ہوجائے شیخی شیخ کی بھی کرکری ذرا　　دکھلاؤ دو سیر غمزۂ ترکانہ ایک روز
حور و قصور خلد کو تو بھول جائیگا　　کر شیخ آکے سیر صنم خانہ ایک روز
دکھلائیں تمکو بولو تو وہ دلخراش سین　　تمکو سنائیں ہجر کا افسانہ ایک روز
ساقی لنڈھا دی کھول کے جی خم کے خم اگر　　ہوجائے گرم صحبت رندانہ ایک روز
اے شیخ تجھ کو شان خدا یاد آئیگی　　تو دیکھ لے جو صورت جانانہ ایک روز
آٹھوں پہر کی رٹ سی ہو واعظ کی خوف ہے　　ہوجائے بکتے بکتے نہ دیوانہ ایک روز
ان سب کا ساتھ صرف ہی عمر عزیز تک　　ہونگے عزیز و خویش بھی بیگانہ ایک روز
راہ عدم دکھائی تو عشاق کو مگر　　دکھلایا تمنے چاند سا مکھڑا نہ ایک روز
ہے میری اشک ریزی سے ذرات کی یہ ڈر　　طوفان نوح کاش ہو برپا نہ ایک روز
آہ و فغاں عاشق دلگیر ہے کہ تیر　　پھٹ جائے قدسیوں کا کلیجہ نہ ایک روز

منشر

اے نطق رنج و کلفت سے جی چاہتا ہے یہ
پی لوں اُٹھا کے زہر کا پیمانہ ایک روز

١٣

کیوں نہ بھا جائے مجھے دل سے تمھارا انداز　　ہے حسینان جہاں سے بھی نرالا انداز
جب سے دیکھا ہے مری جان تمھارا انداز　　مجھکو بھاتا ہی نہیں اور کسی کا انداز
جس قیامت کا ہے اُس حور نے پایا انداز　　ہمنے دیکھا ہی نہیں ایسی بلا کا انداز
نقد جان و دل عشاق وہ لے لیتے ہیں　　بات کرنے کا ہے اسطرح کا پیارا انداز

اسکی کس بات کا میں ذکر کروں کیا بولوں
مسکرا دینا کبھی چھپ کے چُپ ہو جانا

مہ جبنیان جہاں اور ہیں وہ چیز ہے اور
پہلے یہ طور نہ تھا آپکا ایجاں کس سے

نعمتیں تیری ہیں بیروں زقیاس بشری
کبک و طاوس نے گو کوشش بہیرا کیں

گئی بچپن کی ادا اب ہیں جوانی کے ترنگ
ہیں جدا سارے حسینان جفا پیشہ سے

ہے مجسّم وہ شرارت تو سراپا انداز
اس پری کے بھی خدا رکھی ہیں کیا کیا انداز

کسی محبوب سے ملتا نہیں اُس کا انداز
باتوں باتوں میں بگڑ جانیکا سیکھا انداز

کر سکے گا کوئی کیا تیرے کرم کا انداز
چال کا تیری نہ آنا تھا نہ آیا انداز

پہلے یہ طور کہاں تھا یہ کہاں تھا انداز
ان کی شوخی وحیا ۔ طور طریقہ ۔ انداز

حضرت نطق نے کیا خوب غزل لکھی ہے
آپکے زور سخن کا نہ کیا تھا انداز

منبشہ	باب السین	۱۲

برسوں ہوئے کہ سوئے تھے اک گلبدن کے پاس
جنکو خدا کا ڈر ہے جنھیں آبرو کا پاس

کتنا ہی خوبیوں سے بھرا ہو کوئی بزرگ
گنتی سے بھی فزوں ہیں تری مہربانیاں

بیمار غم کی دیکھ کے حالت بہت خراب
سمجھا تھا آج قتل کریں گے مجھے ضرور

الفت میں گلرخوں کی مری جان پربنی
گورا ہے اسقدر بدن اس گلعذار کا

بیٹھے ہیں ہاتھ دھوئے ہوئے اکل و شرب سے

ابتک گلاب کی ہے ہمارے بدن میں باس
ہوتا نہیں ہے انکو کسی بات کا ہراس

اپنے ہی نفس پر اُسے کرتے ہیں سب قیاس
ممکن نہیں ادا ہو ترا شکر اور سپاس

بیٹھے ہوئے عزیز و اقارب ہیں سب اُداس
تلوار ٹوٹی ٹانکہ گئی ٹوٹ میری آس

عہد شباب آیا نہ افسوس مجھکو راس
جلسے کہ دیکھنے میں ہو دھنکی ہوئی کپاس

فرقتیں اس پری کی ہمیں بھوک ہے نہ پیاس

ہم ان بتوں سے خاک کہ پتھر لگائیں دل
لٹکا ہے پاؤں قبر میں ہو زندگی سے یاس

میری یہی دعا ہے خدا کی جناب میں
دشمن جو ہو مرا کوئی ہو جائے ستیاناس

نمبر ۸۹ | اے نطق کب ہو فعل قبیحہ کا مرتکب
جو شخص ہو جہاں میں خدا ترس و حق شناس | ۱۱

کیا مسافر تیز رو ہو آئے جب منزل کے پاس
تیر چلتی ہی نہیں کشتی کبھی ساحل کے پاس

ناز و انداز و ادا کی تیغ ہے قاتل کے پاس
تیر آہ نارسا اک صرف ہے بسمل کے پاس

مرنے کیوں جاتا شہید ناز خود قاتل کے پاس
آ گیا تیر نگاہ ناز ہی گھایل کے پاس

دل کریگا نذر کیا دل ہی نہیں بیدل کے پاس
اک خدا کا نام ہے صرف آپ کے بسمل کے پاس

دیکھئے کرتا ہے یہ جان و جگر کیونکر نثار
ایک شب رہئے تو آ کر عاشق بیدل کے پاس

اپنے پہلو میں بٹھاتے کیوں نہیں عشاق کو
کیا نہیں رہتا کبھی ہالہ مہ کامل کے پاس

اک جھلک دکھلائے لیلیٰ طالب دیدار کو
گرتے پڑتے آ گیا مجنوں ترے محمل کے پاس

کون اس میں جلوہ گر ہے کسکی یہ تعظیم ہے
اُٹھ رہا ہے درد رہ رہ کر جو میرے دل کے پاس

ولولہ کیسا کہاں کا جوش پیری آ گئی
کشتی عمر رواں اب آ گئی ساحل کے پاس

انکی آنکھوں سے جو دو تیر نگہ پیہم چلے
رہ گیا اک دل کے اندر اک جگر میں دل کے پاس

نطق ہم نجم درخشاں ہو کے چمکیں کیا عجب
جب نشست اپنی ہو اکثر اس مہ کامل کے پاس

نمبر ۹۰ — باب الشین — ۱۶

جانتا کوئی نہ تھا نام و نشان میفروش
صورت ساقی نے چمکا دی دکان میفروش

رند میکش لے رہے ہیں باری باری سے قدم
پھول کر بیٹھا ہے وہ اللہ رے شان میفروش

سلطنت کرتا ہے بیٹھا صاحب میخانہ آج
رند ہیں حلقہ بگوش عز و شان میفروش

ایک خلقت جمع ہو آئی در میخانہ پر
اسکے آجانیسے کیا چمکی دوکان میفروش

ہوش لے لیتے ہیں اپنی آنکھ کی ساغر سے یہ
کیا غضب عالم میں ڈھاتی ہیں بتان میفروش

رند بیعت کو چلے آتے ہیں پیہم فوج فوج
چومتا ہے دست و پا کوئی وہاں میفروش

ہیں وہ دریانوش ہوں خالی سبو جب ہو گیا
لیلی تسکیں کے لئے منہ میں زبان میفروش

ایسی خوشبو ہے نہ گلشن میں نہ باغ خلد میں
جیسی خوشبو میں بسا پایا مکان میفروش

جبہہ سا آکر در میخانہ پر میخوار ہیں
آستان کعبہ ٹھہرا آستان میفروش

بیٹھے ہیں تیار ہو کر رند دریانوش سب
آج ہے دریا دلی میں امتحان میفروش

آگے آگے پیر میخانہ ہے پیچھے رند ہیں
جا رہا ہے کس حشم سے کاروان میفروش

گو نہیں اگلی سی شغل بادہ خواری رندوں
آج بھی کچھ کم نہیں ہیں قدردان میفروش

کیوں وہ ہی چیں بر جبیں رندوں سے کچھ کھلتا نہیں
کھنچتی ہے بادہ کشوں پر کیوں کمان میفروش

ہے یہ ممکن دخت رز کو میکشوں سے ہو لگاؤ
ہے بجا اپنی جگہ پر یہ گمان میفروش

ناچ پریوں کا دکھائیں کھو کی جان حباب
ایک دن تم ہو جو آکر میہمان میفروش

نمبر ۹۱	بیٹھ کر کوئے بتاں میں صبح سے تا شام تک دلفروشی کر رہا ہوں میں بسان میفروش	۱۴

ہے یہی منصفی اے یار چہ خوش
ہم برے اچھے ہوں اغیار چہ خوش

چھو خوش لے طرح ستمگار چہ خوش
حضرت یوسف و بازار چہ خوش

جان دینا بھی بہت مشکل ہے
ہو جو آسان وہ دشوار چہ خوش

ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے
کوئی کافر کوئی دیندار چہ خوش

آپ بکنے سر بازار آئیں
اور پہنچیں نہ خریدار چہ خوش

حلت و حرمت مے کے نسبت
زاہد و رند میں تکرار چہ خوش

چاکبدامانی کا اپنی صاحب
میرے ہی سامنے اظہار چہ خوش

ایک فقرے میں عدو کے تم نے
کر لیا وصل کا اقرار چہ خوش

ہم کریں جاں و جگر تک صدقے
آپ صورت سے بھی بیزار چہ خوش

تیغ دیکھی تو نزاکت بولی
آپ سے اٹھیگی تلوار چہ خوش

کوچۂ زلف میں رہئے گا آپ
یہ تمنا دل بیمار چہ خوش

غیر کے حق میں مسیحا ہوں آپ
آنکھیں اپنی رہیں بیمار چہ خوش

وہ تو ہے گوشہ نشیں ہی مشہور
نطق اور کوچہ و بازار چہ خوش

نمبر ۹۲	باب الصاد	۹

گفتار میں خلوص ہو کردار میں خلوص
انسان کے ہو قول میں اقرار میں خلوص

یہ آپ کا خیال ہے سر تا پا غلط
قدرت خدا کی آپ کے اغیار میں خلوص

ہے حسن بھی حیا بھی نزاکت بھی ناز بھی
سب کچھ سہی نہیں ہے مگر یار میں خلوص

اخلاص آشتی میں جو برتا تو کیا مزہ
ہے لطف یہ دکھایئے تکرار میں خلوص

ترجاتے آج دہر میں سب شیخ و برہمن
ہوتا ذرا جو سبحہ و زنار میں خلوص

سب کچھ دیا خدا نے مری جان آپ کو
عنقا ہے لیکن آپ کی سرکار میں خلوص

یا پاک بے نیاز یہ کیا انقلاب ہے
نے دین میں خلوص نہ دیندار میں خلوص

مل کر کسی سے خاک ہو خوش یہ دل حزیں
اپنوں میں اتفاق نہ اغیار میں خلوص

کچھ بھی نہیں ہے صرف یہ اے نطق مختصر
میرے یہاں تو ہے در و دیوار میں خلوص

نمبر ۹۳		۲

ملنے جلنے میں رہے پیش نظر بار خلوص
چھوٹنے پاسے نہ بھولے سے کبھی تار خلوص

ہر کھرے کھوٹے کی پہچان کا معیار ہے یہ
ایک ہی جوہر ہے انسان میں اے یار خلوص

ہو نہ منظور جو ملنا تو نہ ملئے لیکن
ملئے لوگوں سے تو دکھلایئے ای یار خلوص
روک کر مجھکو لگے بات سڑک پر کرنے
خوب دکھلانے لگے بر سر بازار غلوص
منحصر صرف مجھی پر نہیں ای جان جہاں
ہیں مجسم مرے گھر کے در و دیوار خلوص

ایسے اشخاص سے جنکی ہو منافق کی روش
نطق بے سود ہے بے فائدہ بیکار خلوص

نمبر ۹۴	باب الضاد	۱۱

بوسۂ مصحف اگر ہے یار فرض
چومنا ہے آپکا رخسار فرض
آپکی آنکھوں کا ہی دیدار فرض
ہے جہاں میں پرسش بیمار فرض
عاشق بنت العنب کیو اسطے
ہے طواف خانہ خمار فرض
روز تیرا آستانہ چومنا
اپنے اوپر کر لیا اے یار فرض
آپکے عاشق کو اے لیلی خصال
آپ کے کتے کا ہے دیدار فرض
تم نہیں آتے عیادت کو مری
کیا نہیں ہی پرسش بیمار فرض
کیوں خوشامد اہل زر کی کیجئے
کیوں سمجھئے خدمت زردار فرض
ان بتان سنگدل کے عشق میں
ہے پہننا ہمکو اب زنار فرض
لطف اپنوں پر اعانت غیر کی
آدمی پر ہیں یہی دو چار فرض
وائے دلجوئی مریض عشق کی
کچھ سمجھتے ہی نہیں غمخوار فرض

نمبر ۹۵	تم نہ کیوں نکر ہو سر تسلیم نطق ہی بشر کو طاعت غفار فرض	۱۱

گل سے غرض نہ تختۂ گلزار سے غرض
مجھکو فقط ہے یار کے رخسار سے غرض
جنت سے کام مجھکو نہ حور و قصور سے
ہے مجھکو صرف کوچۂ دلدار سے غرض

دنیا و دیں سے عشق کے بندے کو کام کیا
مجھکو نہیں ہے سبحۂ و زنار سے غرض

تبلا رہی ہے الفت گل عندلیب کی
یعنی پرند کو بھی ہے زر دار سے غرض

آخر مریض غم کی عیادت کو آ گئے
کیونکر نہ ہو طبیب کو بیمار سے غرض

الفت ہے مجھکو گوہر دندان یار سے
موتی سے ہے نہ ابر گہر بار سے غرض

شیدائے خال چشم فسوں ساز یار کو
مشک ختن نہ آہوے تاتار سے غرض

کعبہ سے کچھ غرض نہ کلیسا سے واسطہ
ہے کچھ غرض اگر تو در یار سے غرض

خوشبوئے زلف یار مجھے صرف چاہیئے
مشک ختن نہ طبلۂ عطار سے غرض

سنتے ہی جب نہیں ہیں وہ افسانۂ عشق کا
پھر ہمکو درد ہجر کے اظہار سے غرض

اے نطق ہے کسی سے نہ دنیا میں واسطہ
مجھکو فقط ہے اس بت عیار سے غرض

نمبر ۹	باب الطاء	۱۰

ہاتھ میں لیکر لگا پڑھنے مرا جب یار خط
عکس روئے آتشیں سے ہو گیا گلنار خط

پڑھکے دیدیتے تھے وہ اغیار کو ہر بار خط
بند لکھنا کر دیا میں نے انھیں ناچار خط

صاف آئینہ تھا لیکن بال اس میں آ گیا
آپکے رخسار پر آیا بجل اے یار خط

زخم دل بھرنے لگے مضمون پڑھتے ہی وہیں
ہو گیا حق میں ہمارے مرہم زنگار خط

دیکھتا دنیا اسی کے ہاتھ میں نامہ مرا
غیر کو دنیا نہ اے قاصد مرا زنہار خط

پر انھیں لکھتا ہوں کچھ ان تک پہونچتا ہے کچھ اور
راستے ہی میں بدل دیتے ہیں کیا اغیار خط

پھاڑکر جب پھینکدیتے ہیں وہ بن دیکھے تو پھر
کیا لکھوں انکو عبث بیفائدہ بیکار خط

کیوں چھپا ہے کے غرض زخمی جگر پر میں لکھوں
ایسے زخموں کے لئے ہو مرہم زنگار خط

سوزش دل کے مضامیں ہیں رقم تو نہ بیا
ہے مناسب لیکے جائے مرغ آتشخوار خط

رات دن اے نطق میرا اب یہی ہے مشغلہ
اضطراب دلمیں لکھتا ہوں اسے سو بار خط

۱۲	باب الظاء	نمبر ۹۰

بیوفائی مجھ سے غیروں کا لحاظ
ہے سراسر آپ کا بیجا لحاظ

غیر کا کس بات کا کیسا لحاظ
ہے مگر مجھ کو فقط تیرا لحاظ

جور ہو لیکن نہ خون آرزو
آپ رکھیئے گا ذرا اس کا لحاظ

اپنے دلدادہ سے اتنا اجتناب
واہ اچھی شرم ہے اچھا لحاظ

جب جوانی کے مزہ میں آ گئے
پھر کہاں کی شرم اور کیسا لحاظ

آدمی ہے بس وہی جس شخص کو
بات کا ہو پاس عزت کا لحاظ

شرم تو ایسی کبھی دیکھی نہیں
اور نہ دیکھا آج تک ایسا لحاظ

پاس بیٹھے ہیں عدو کے بے نقاب
شرم یہ ہے نام ہے اسکا لحاظ

بات بھی مجھسے نہیں کرتے ہو تم
اسقدر ہے تمکو غیروں کا لحاظ

بزم میں تو اک بہانہ تھا مگر
اب کہو خلوت میں ہے کسکا لحاظ

اک بہانا ہی بہانہ ہے یہ سب
شرم کیا کیسی حیا کس کا لحاظ

خوب کھل کھیلو نہیں ہے نطق اب
مر گیا وہ تمکو تھا جس کا لحاظ

۱۰	باب العین	نمبر ۹۸

غیروں کے پاس بیٹھنا اٹھنا ہوا شروع
کس کی طرف سے فتنہ ہوا پھر ملا شروع

غیروں میں جبکہ بیٹھنا اٹھنا ہوا شروع
اسدن سے تو نے دلکو جلانا کیا شروع

دکھلاکے مجھ کو بیٹھ نہ پہلوئے غیر میں
باتیں فساد کی نہ کرلے بیوفا شروع

دو دن بھی تو نے آہ نباہی نہ دوستی
جھگڑے کی باتیں کرہی دیں لے پُرجفا شروع

اب بھولی بسری باتیں لڑکپن کی ہوگئیں
آنے لگا شباب ہیں شرم وحیا شروع

تھی چار دن کے واسطے مستی شباب کی
نشہ اُتر گیا جو بڑھاپا ہوا شروع

پہلو میں آج وہ صنم دلربا نہیں
خالی کا شاید آج مہینا ہوا شروع

دونوں ہی چاہتے ہیں کہ ابرو کے ہوں شکار
میرے دل و جگر میں یہ جھگڑا ہوا شروع

سو جان سے جو آپ کا شیدا ہوا سکے ساتھ
اے جاں نہ کیجئے سخن ناروا شروع

نمبر ۹۹	روتے ہو نطق کیا ابھی تو شام کی ہے صبح اُس نے ابھی تو کی ہی ہے مشق جفا شروع	۹

گوش باطن سے سنو تقریر شمع
کچھ عجب ہے نالۂ شبگیر شمع

عکس عارض سے بنی تنویر شمع
رشک کے قابل ہوئی تقدیر شمع

اپنے عاشق کو جلاکر رات بھر
روتی رہتی ہے یہی تقدیر شمع

کھینچتی ہے بے سبب پروانوں پر
تیر خنجر کس لئے تنویر شمع

چھوڑ کر پروانے اجائیں کہاں
انکے پاؤں میں پڑی زنجیر شمع

لاکھوں پروانوں نے کیں جانیں نثار
ایک دو ٹکڑے ہی ہیں نخچیر شمع

شہرۂ آفاق پروانے بھی ہیں
ہے جو روشن حسن عالمگیر شمع

اپنے عاشق کو جلاکر آپ بھی
جل بجھے اب ہے یہی تدبیر شمع

سر کٹے اے نطق تو کچھ غم نہیں
بڑھتی ہے سر کٹنے سے تنویر شمع

نمبر ۱۰۰	باب الغین	۱۰

آمد خط سے ہوا رخسار جاناں کو فروغ
ہے کرن ہی کی بدولت مہر تاباں کو فروغ

فصل گل میں صرف ہوتا ہی گلستاں کو فروغ
داغ دل سے ہر گھڑی ہی قلب بے زاراں کو فروغ

ہو نہیں سکتا عدو سر سبز میرے سامنے
مہر کے آگے نہ ہوگا مہر تاباں کو فروغ

داغ ہجراں سے مرا دل اسقدر ہی لالہ زار
اسکے آگے ہو نہیں سکتا گلستاں کو فروغ

رطب یا بس یوں تو کہنے کو سبھی ہی کہتے ہیں
طبع موزوں ہی سے ہوتا ہی سخنداں کو فروغ

لاکھ جڑ کاٹے کسیکی کوئی وہ بڑھ جائیگا
سر کٹا اور ہوگیا شمع شبستاں کو فروغ

بڑھ رہی ہے اذنوں زلف چلیپا یار کی
ہو رہا ہی روز افزوں سنبلستاں کو فروغ

دیکھ کر تیغ ہلالی رشک سے کٹ کٹ گئی
کارٹ میں بسا ہوا ابروئے جاناں کو فروغ

بول بالا ہی سچائی ہی کا خلق اللہ میں
راستی ہی سے ہوا کرتا ہی انساں کو فروغ

نطق پر موقوف کیا ہی سیکڑوں قبریں ہیں
تیغ قاتل نے دیا شہر خموشاں کو فروغ

نمبر ۱۰۱	باب الف	۱۱

چار دن کی تھی شادمانی حیف
چلدی آخر مری جوانی حیف

لطف جینے کا کچھ نہ مجھے ملا
حیف صد حیف زندگانی حیف

ہیں نہ کسریٰ نہ قیصر و فغفور
کیا ہوئی ان کی حکمرانی حیف

ایک دن ہونیکو فنا سب ہیں
آتش و باد ۔ خاک ۔ پانی حیف

کاش کرتا نہ میں قبول کبھی
تیری اے دہر میہمانی حیف

اسنے کچھ عرض حال کر نہ سکا
حیف اے میری بے زبانی حیف

میں برا غیر آپکے اچھے
خوب کی میری قدر دانی حیف

دل کی دل ہی میں رہگئی حسرت
حیف اے مرگ ناگہانی حیف

میں مروں غیر پر خدا کی شان
یار مجھسے یہ بدگمانی حیف

جا سکی یار تک نہ خاک مری — ہائے رے میری ناتوانی حیف

ہائے ان گلرخوں کی الفت میں
نطق کی مٹ گئی جوانی حیف

نمبر ۱۰۲	باب القاف	۱۳

سروسے قمری کو بلبل کو ہی گلزار سے عشق — ہمکو ہے عارض دلدار و قد یار سے عشق
سطح تیر نظر سے ہے دل زار کو عشق — جسطرح ساغر کو مے کو لب میخوار سے عشق
دیکھ لیں اسکو تو پھر گل کی محبت کے عوض — عندلیبوں کو بھی ہو جائے رخ یار سے عشق
ملنے پر جوش محبت میں یہ رو دیتا ہے — اسقدر آبلہ پا کو ہے ہر خار سے عشق
جان دیتا ہے تری آنکھ پہ اے ہوشربا — اسقدر ہے دل بیمار کو بیمار سے عشق
باندھنا رشتۂ الفت کا ہے تجھسے منظور — کیوں برہمن کو نہ ہو رشتۂ زنار سے عشق
تازہ ہو جاتی ہے اس سے رخ دلدار کی یاد — اس سبب سے ہے مجھے تختۂ گلزار سے عشق
میری حشبان درافشاں کی زیارت کرلیں — سیپیوں کو ہے اگر ابر گہربار سے عشق
عاشق کاکل شبگوں ہوں نہ کیوں ہو مجھکو — الفت بخت سیہ اور شب تار سے عشق
لاکھ کھینچے کوئی تا حشر نہ نکلے گا یہ — یار کے تیر نظر کو ہے دل زار سے عشق
آبلے لاکھ پڑیں سیر بیاباں میں پڑیں — قیس کے پاؤں کو ہی وادی پرخار سے عشق
جائیں وہ کوچۂ دلبر میں جو ایسا ہی ہے — عندلیبوں کو ہی کیوں تختۂ گلزار سے عشق

نمبر ۱۰۳	گل سے بلبل کو نہ شمشاد سے ہے قمری کو نطق جتنا ہے مجھے قد و رخ یار سے عشق	۹

اُس حور لقا پر ہے مری جان تصدق — یہ جان تو کیا چیز ہے ایمان تصدق
دیکھے وہ اگر تو نے ترے تیر نظر کا — صدقے ہو ستاں اور ہو پیکان تصدق

نیچی ہی نگاہیں ہیں عدو جان و جگر کی	اس تیغ اداکے تری لے جان تصدق
زاہد بھی تجھے دیکھے تو یہ حال ہو اسکا	صدقے ہو اگر جان تو ایمان تصدق
اوروں کا تو کیا پوچھنا طرفہ ہے تو یہ ہے	خود حسن ہی تجھ پر ہے مری جان تصدق
دیکھیں جو تجھے خواب میں بھی اے پری پیکر	قربان ہوں یوسف تو سلیمان تصدق
وہ کون ہے جسکو نہیں سودا ہے تمھارا	صدقے بنی آدم ہیں بنی جان تصدق
اے قاتل عالم تری ان بے خبری کے	میں کیا ہوں مرے ہوگئے ارمان تصدق

ہے ناطق کو عشق بت بدکیش یہاں تک
ہر لحظہ یہ قربان ہے ہر آن تصدق

نمبر ۱۰۴ — باب الکاف — ۱۰

حدت ہے تپ ہجر کی اے یار ابھی تک	کرتا جو ہوں میں آہ شرر بار ابھی تک
ہے چین بجبیں مجھ سے مرا یار ابھی تک	ملتے ہی نہیں غصے کے آثار ابھی تک
لے جلد خبر اسکی تو اے عیسیٰ مریم	بے ہوش پڑا ہے ترا بیمار ابھی تک
گو دل بھی دیا جان بھی ایمان بھی اسکو	مجھ سے ہے کھنچا وہ بت طرار ابھی تک
برسات ہی باقی ہے نہ فصل گل و بلبل	چھائے ہوئے میخوار ہیں میخوار ابھی تک
دیکھی تھی تری ایک جھلک ذرا ازل میں	اے بت ہیں ترے بستہ زنار ابھی تک
گو قتل سے باقی نہیں مقتل میں کوئی بھی	شمشیر بکف ہے وہ ستمگار ابھی تک
کس طرح قدمبوسی جاناں ہو میسر	اٹھے نہیں دروازہ سے اغیار ابھی تک
گو خوب کئے تو نے ستم [illegible]	اس پر بھی ترا ہوں میں خریدار ابھی تک

ہے مشق کی اے ناطق تجھے اور ضرورت
ہوتے نہیں [illegible] ترے اشعار ابھی تک

میں سہوں جور اور جفا کب تک
او مرے بے وفا بتا کب تک

لذت جور دلربا کب تک
او دل درد آشنا کب تک

شکوۂ آہ نارسا کب تک
گلۂ جور ناروا کب تک

ہجر میں میری جان جاتی ہے
آئے گی موت کی دوا کب تک

جلوۂ صبر آزما اُن کا
میں نہ دیکھوں گا اے خدا کب تک

میری حالت سے ایسی بےخبری
کب تک او موجد جفا کب تک

اے دل داغدار اٹھائے گا
لذت درد لادوا کب تک

دل میں آتا ہے زہر کھا جاؤں
ڈھونڈوں یہ زیست بےحیا کب تک

میں تری جان و مال کو روؤں
کب تک او آہ نارسا کب تک

ہائے ترسے گا تیری صورت کو
یہ دل کشتۂ ادا کب تک

مبتلا
رحم آئے گا نطق پر تجھ کو
کب تک اے بانیٔ جفا کب تک
۱۲

سنایا اُسنے عاشق کو یہاں تک
کہ دے بیٹھا وہ آخر اپنی جاں تک

یہ دیتی سوزش پنہاں کہاں تک
جلے آخر زمیں سے آسماں تک

جلائی آتش پنہاں نے جاں تک
کروں ضبط فغاں سکیے کہاں تک

وہ آہیں کیں شب فرقت میں میں نے
بنے ہیں آسماں چند آسماں تک

تجلی ہے یہ کس مہوش کے رخ کی
کہ روشن ہی زمیں سی آسماں تک

بتوں کے جور سے آیا خدا یاد
اُٹھائے ظلم اب کوئی کہاں تک

نکل جائے نہ کیونکر آہ دل سے
ہر کوئی ضبط کی حد بھی کہاں تک

کریگا مجھ سے وہ یوں بیوفائی
نہ آیا تھا مرے وہم و گماں تک

کیا ہے سامنا لاکھ آفتوں کا
فسانہ ہجر کا کہیے کہاں تک

کہاں تک ظلم تم ہم پر کروگے
ستاؤگے ہمیں دیکھیں کہاں تک

ہی دل کیا چیز جسکو میں نہ دوں گا
ہی حاضر بندہ پرور نقد جاں تک

خدا کو یاد کرنا ہوئے آساں
رسائی تیری ہو کوئے بتاں تک

وہ کالی کوٹھری ہی قبر جس میں
نہ در ہے اور نہ کوئی سائباں تک

نہ مہندی چھوٹتی نہ پاؤں گھستے
چلے آتے جو تم میرے مکاں تک

مرے دم تک ہے قائم رسم الفت
ہی زندہ عاشقی میری ہی جاں تک

یہ لیتا ہی نہیں اب نام الفت
بتوں نے نطق کو چھیڑا یہاں تک

منتظر ۱۰	باب الکاف فارسی	۱۲

لگ رہی ہی آتش الفت سے میرے دلمیں آگ
لگ نہ جائے آہ سوزاں سے تری محفل میں آگ

مہندی ملکر پاؤں جب دھونے لگا دریا پہ وہ
آتش بادے حنائی سے لگی ساحل میں آگ

جل رہی ہی جان و تن پھنکتا ہی سینہ رات دن
شعلۂ سوز جگر سے لگ رہی ہی دل میں آگ

جسم جل جائے تو ہوسکتا ہی کچھ اسکا علاج
کیا دوا اسکی کرے کوئی لگے جب دل میں آگ

کردیا ہاروت کو محبوس کیا اچھا کیا
لگ نہ جائے سوزش دل سے چہ بابل میں آگ

آتش الفت نہ بجھنا تھی نہ مرنے سے بجھی
قتل ہونے پر بھی روشن ہی دل بسمل میں آگ

جادۂ الفت کٹھن ہی اسکا طے ہونا محال
اسکے ہی ہر ہر قدم پر اور ہر منزل میں آگ

نالۂ پُر درد عاشق اور آہ نیم شب
لگ نہ جائے آسمان میں اور مہ کامل میں آگ

کیوں شب دیجور کی ایسی سیاہی ہمیں ہے
آتش رخ سے لگی تھی کیا تمہارے دلمیں آگ

خون سے مقتول کے شعلہ بھبھوکا ہوگیا
حدت خوں نے لگائی خنجر قاتل میں آگ

جل رہی ہیں روز فرقت جسم و جان و دل مرے
کیا تماشا ہو لگی ہی آج آب و گل میں آگ

آہ کرنا ہر گھڑی کا نطق کچھ اچھا نہیں
لگ جائے آپ کے محبوب کی منزل میں آگ

نمبر ۱۰	باب اللام	۱۸

باب اللام

قتل کے جتنے تھے دعوی تجھے حاصل قاتل
سخت جانی نے مری کر دئے باطل قاتل

لطف جینے کا نہیں رنج کے شامل قاتل
قتل ہی کر دے مجھے چھوڑ نہ گھائل قاتل

مار دے تیر نہ کر غمزۂ قاتل قاتل
اتنی ہی بات کا ہوں تجھ سے میں سائل قاتل

صحن گلشن میں اگر ذبح کرے تو ان کو
ہو کے خوش دے گی دعا روح عنادل قاتل

مرنے پر تا نہ تڑپنے کی ہوس رہ جائے
لکھ دے بہر خدا بند سلاسل قاتل

کم کسی طرح نہیں تیغ کی جھنکاروں سے
قیدیٔ زلف کو آواز سلاسل قاتل

صرف اک جان ہے وہ نذر تری کرتا ہوں
کوئی چیز اور نہیں ہے ترے قابل قاتل

میرے زخموں میں نمک اپنی تبسم سے چھڑک
میرے دلدار میرے جوش شمائل قاتل

دہن زخم بھی دیتے ہیں دعائیں تجھ کو
خوش ہوا تجھ سے بہت آج مرا دل قاتل

آب شمشیر سے تر کر دے مرا خشک گلا
میں مصیبت زدہ ہوں رحم کے قابل قاتل

مر گیا حسرت دیدار میں لیلیٰ کے وہ
حق میں مجنوں کے بنا پردۂ محمل قاتل

دیکھئے تیغ ادا مارتی ہے کس کس کو
زیب و زینت کی طرف آج ہے مائل قاتل

ہے اسے مد نظر مردم آبی کا شکار
جو کھڑا دیر سے ہے بر سر ساحل قاتل

تیری ہر تان نے دو چار کو بیجان کیا
مشہد خلق بنی رقص کی محفل قاتل

ایک ہی وار میں ہر روز کا جھگڑا چھوٹا
خوش ہوا تجھ سے بہت آج مرا دل قاتل

حسرتیں انکی مگر کرتی ہیں فریاد و فغاں
آپ مقتول پڑے سوتے ہیں غافل قاتل

دو ستمگاروں سے ہے جان بچانا مشکل
عارض یار ہے سفاک تو ہے تل قاتل

نمبر ۱۰۹	چھوڑکر مجھ کو تڑپتا ہوا مقتل سے گیا نطق میں لاکھ پکارا کیا قاتل قاتل	۱۱

کھینچکر لائی جو مقتل میں قضائے بسمل — حسرتیں روتی ہوئی آئیں قضائے بسمل

مرتے دم تک انھیں بھائی نہ ادائے بسمل — یاد اب کرکے وہ روتے ہیں وفائے بسمل

ایسی قیمت جو ملے اسکو تو پھر کیا کہنا — آپ کے ہاتھ سے پھل تیغ کا کھائے بسمل

غسل میت بھی نہ افسوس ہوا اسکو نصیب — اپنے ہی خوں سے آخر کو نہائے بسمل

دیر تک خنجر خونخوار گلے سے لپٹا — کون سی آئی پسند اسکو ادائے بسمل

باز آئیں گے نہ وہ مشق جفا سے ہرگز — جان سے اپنی اگر جائے تو جائے بسمل

تیغ قاتل میں وہ لذت ہے کہ قرباں کردے — روز اک جان اگر خلق میں پائے بسمل

تیرے دیدار کی رہ جائے جو حسرت باقی — دیدۂ دل سے نہ کیوں خون بہائے بسمل

اور اک وار ترے ناز و ادا کے صدقے — دیکھ جاری ہے یہی لب سے صدائے بسمل

ان سے کہنے کو تھا کچھ ہائے مگر کہہ نہ سکا — رک گئی حلق میں آآ کے صدائے بسمل

نمبر ۱۱۰	شکوۂ قاتل بیدرد وہ کیا کرتا نطق مقتضی اسکی نہ تھی شرم و حیائے بسمل	۱۹

ہیں ہم جلیس آپ کے بیگانہ آجکل — مجھ پر نہیں وہ لطف قدیمانہ آجکل

ہے دور جام نرگس مستانہ آجکل — خالی پڑا ہے رندوں سے میخانہ آجکل

کس شمع رو کا نطق ہے پروانہ آجکل — ہے کس پری کے حسن کا دیوانہ آجکل

الفت میں ہوں کسیکی میں دیوانہ آجکل — مسکن ہے میرا گوشۂ ویرانہ آجکل

رشک بہار خلد ہے کاشانہ آجکل — حاصل ہے مجھ کو صحبت جانانہ آجکل

اپنے تو بھولے بسرے ہوئے بزم یار میں — ہیں سرفراز صرف تو بیگانہ آجکل

بازار ہر حسین کا اب سرد پڑ گیا — جو کوئی ہے اسی کا ہے دیوانہ آجکل

ہے پیس میکدہ کا ستارہ عروج پر — جھکی ہوئی ہے مجلس رندانہ آجکل
لینا اگر ہو لیجئے قیمت خفیف ہے — ہم اپنے دل کا کرتے ہیں بیعانہ آجکل
زندان پاکباز کی قسمت تو دیکھئے — صوفی کی خانقاہ ہے میخانہ آجکل
ہم اپنی جان دینے پر آئے ہیں اندنوں — دکھلا رہے ہیں ہمّت مردانہ آجکل
وہ شوخ اپنے زعم میں ناصح کی بات کو — سمجھے ہوئے ہیں تیر حریفانہ آجکل
بزدل جو تھے وہ آج زمانہ میں شیر ہیں — بدلا ہوا ہے رسم قدیمانہ آجکل
حبّ وطن میں ملک کی خدمت کیواسطے — مسلم سے ہے ہنود کو یارانہ آجکل
نفرت بدل گئی ہے محبت سے اندنوں — چلتا نہیں ہے وار حریفانہ آجکل
چال اب سمجھ گئے ہیں حریفوں کی خوب یہ — فقرے میں انکے آئیں گے دانا نہ آجکل
ہے شوق زینت اسقدر اُس مہ جبین کو — آٹھوں پہر ہے ہاتھ میں آئینہ آجکل
کھانے کی سدھ ہے اسکو نہ پینے کا کچھ حواس — حالت میں اپنے ہے ترا دیوانہ آجکل

نمبر ۱۱۱	تقدیر اس کی لڑ گئی آخر کو دیکھئے ہے اس پری سے نطق کو یارانہ آجکل	۱۰

جان کا دل کا ستانا ہے دل آزار کا شغل — جان دیدینا ہے فرقت میں دل زار کا شغل
نہ تو کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے وہ — رات دن آہ و فغاں ہے ترے بیمار کا شغل
زور سے مکر سے انداز و ادا سے اپنے — دل کے عاشق کو ہے لینا بت عیار کا شغل
رات دن نالۂ و فریاد سے ہے کام مجھے — صحبت غیر ہے اور عیش ہے دلدار کا شغل
چھیدنا دل کو کلیجہ کو جگر کو سب کے — دیکھئے جب ہے یہی چشم ستمگار کا شغل
گریہ زاری کرے کیونکر نہ مریض فرقت — آہ و نالہ ہی ہوا کرتا ہے بیمار کا شغل
مہندی ملنا ہے کبھی سرمہ لگاتا ہے کبھی — زیب و زینت کے سوا کچھ بھی نہیں یار کا شغل
ہم جلیس اور انیس شب تنہائی ہے — شعر گوئی کو غلط کہتے ہیں بیکار کا شغل

یہ وسیلے ہے کہ ذی علم ہیں مجنوں اسکے
سچ یہ ہے سب سے ہے بہتر فن اشعار کا شغل

حسرت دید میں ہے آنکھوں کو کھولے رہنا
مشغلہ نطق کا اور نرگس بیمار کا شغل

نمبر ۱۱۲	باب المیم	۹

بہت سی باتیں تمھیں جان جاں نہیں معلوم
تمھیں جو کہتا ہے سارا جہاں نہیں معلوم

یہ زلف بکھری ہوئی اور لعل لب زخمی
یہ کس طرح کے ہیں رخ پر نشاں نہیں معلوم

ہوا ہے قید قفس سے یہ انقلاب عظیم
کہ بلبلوں کو رہ گلستاں نہیں معلوم

ابھی تو گلیوں کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں
دکھائے کیا ہمیں کوئے بتاں نہیں معلوم

تمھارے تیر نگہ سے ہوا ہے دل مردہ
پڑا ہے سینے میں یا نیم جاں نہیں معلوم

ہے نور اس کا تو کعبے میں اور کلیسا میں
مگر کہاں ہے وہ جلوہ کناں نہیں معلوم

گلی میں لاشۂ عشاق دیکھ کر بولے
کہاں کو جائے گا یہ کارواں نہیں معلوم

کسی نے جاتے ہوئے آجتک نہیں دیکھا
یہ کیسے جاتی ہے عمر رواں نہیں معلوم

نمبر ۱۱۳	بتاؤ اسکو کوئی کس طرح سے ڈھونڈھے نطق کہ جس حسین کا نام و نشاں نہیں معلوم	۱۴

آپ سے کرتے محبت یار ہم
دل کے ہاتھوں ہوگئے ناچار ہم

ہیں فدائے ابروئے خمدار ہم
کیا تعجب کھائیں جو تلوار ہم

تم نہ آئے صبح پیری آگئی
جان اب دیدیتے ہیں ناچار ہم

آپ نے دل ہم نے بوسہ لے لیا
آپ اگر چالاک ہیں ہشیار ہم

تم اگر بیزار ہو ہمسے تو کیا
زندگی ہی سے ہیں اب بیزار ہم

ہو اگر ہم پر ترحم کی نظر
غم کے دریا سے ابھی ہوں پار ہم

چبھ رہی ہیں دشمنوں کی آنکھ میں — لاغری پر بھی ہیں ایسے خار ہم
انکی باتیں طنز کی سنتے ہیں سب — چپ ہیں مثل نقش بر دیوار ہم
جان بچ جائے گی تم آؤ اگر — مر رہے ہیں تشنۂ دیدار ہم
رات دن ہیں ٹکٹکی باندھے ہوئے — کیوں بسان نرگس بیمار ہم
کھینچئے شمشیر ابرو کھینچئے — جان دینے کو ہیں تیار ہم

نطق سچ ہے اپنی عزت اپنے ہاتھ
دشمنوں سے کیا کریں تکرار ہم

نمبر ۱۱۴		۱۰

نرالی ہیں ادائیں اور تیری شوخیاں ظالم — گراتی ہیں دلوں پر دُھری ہری بجلیاں ظالم
تری فرقت میں وحشت بڑھ گئی ہے اسقدر میری — اُڑادی ہیں دامن دل کی میں نے دھجیاں ظالم
ارے ظالم تجھے غمخواریاں میری نہ کرنا تھیں — تسلی تو نے کیا دی بڑھ گئیں بیتابیاں ظالم
لگاوٹ کی یہ باتیں ہیں یہ دل لینے کی گھاتیں ہیں — سمجھتا خوب ہوں تیری یہ سب چالاکیاں ظالم
فدا تیری ادا کے اور تری شوخی کے ہم صدقے — قیامت کی ادائیں ہیں غضب کی شوخیاں ظالم
کریگا مجھسے ٹھنڈی گرمیاں کبتک بتا مجھکو — رہینگی مجھسے کبتک تیری بے پروائیاں ظالم
حسیں کہلانے کو یوں تو بھری ہے خلق میں ساری — کہاں سے لائینگے یہ ناز اور یہ شوخیاں ظالم
یہ اچھا تھا کہ فرقت میں تری بیچین و مضطر تھے — بڑھادیں آکے تو نے اور بھی بیتابیاں ظالم
نہ آتا ہو وفا بن کچھ ادا لیکن یہ نہیں اچھی — کسیکی جان لینگی تیری بے پروائیاں ظالم

محبت میں تری گھربار چھوڑا دشت میں ہو کر
بس اب یہ نطق مضطر اور ہیں بربادیاں ظالم

نمبر ۱۱۵	باب النون	۹

مجھ سے تو وعدہ بھی فرما کے مکر جاتے ہیں — بے بلائے وہ مگر غیر کے گھر جاتے ہیں

دو قدم چلتے ہیں کچھ دیر ٹھہر جاتے ہیں / ضعف میں اسطرح اس شوخ کے گھر جاتے ہیں

دل دیوانہ ہے کیا چیز جب اکدن سب لوگ / ٹھوکریں کھا ہی کے آخر کو سدھر جاتے ہیں

فتنہ آمیز نگاہوں کا تری کیا کہنا / جب جھکے اور یہ پڑیں پڑتے ہی مر جاتے ہیں

کسطرح کٹتے ہیں یہ ہجر کے دن رات نہ پوچھ / روتے روتے ہی سبھی آٹھ پہر جاتے ہیں

لاکھ کوشش سے بھی ای شوخ تری چوکھٹ تک / ضعف سے جا نہیں سکتے ہیں مگر جاتے ہیں

سامنا لاکھ ہو آفت کا مصیبت کچھ ہو / کرنے والے جو ہیں جس کام کو کر جاتے ہیں

کبھی اکدن بھی نہ گذرا کسی مہوش کے بغیر / سالہا سال مگر اب تو گذر جاتے ہیں

نمبر ۱۱۶	امتحاں آپ نے سو بار لیا ہے اس کا حسرت نطق جو کہہ جاتے ہیں کر جاتے ہیں	۱۵

کیا کہیں ہجر میں ہم کیسے بسر کرتے ہیں / نہ تو جیتے ہیں نہ دنیا سے سفر کرتے ہیں

سرمہ سا آنکھوں کی گردش سے بتاں ہوش / نظم عالم کو غضب زیر و زبر کرتے ہیں

دیکھ کر اٹھتی جوانی تری ای ہوشربا / صبر ہم کرتے نہیں سکتے ہیں مگر کرتے ہیں

لاکھ اندوہ و مصیبت سے نکل جاتے ہیں / خوب کرتے ہیں عدم کا جو سفر کرتے ہیں

جور و جنات و ملائک سے وہ ہونا معلوم / کام جو حضرت آدم کے پسر کرتے ہیں

یہ حسیں سب کو بنا لیتے ہیں اپنا بندہ / آج دنیا میں خدائی یہ بشر کرتے ہیں

ہو بُرا ضعف کا پاؤں کو پکڑ لیتا ہے / عزم ہم یار کے کوچے کا اگر کرتے ہیں

سحر کرتے ہیں کہ تسخیر کہ جادو کیا ہے / مہوشان دل میں جو ہر شخص کے گھر کرتے ہیں

اپنے دانتوں کو دکھا دیتے ہیں وہ ہنس ہنسکر / سامنے انکے اگر ذکر گہر کرتے ہیں

ڈر ہے ہو جائے نہ عالم تہ و بالا اکدن / روز طوفاں بپا دیدۂ تر کرتے ہیں

غافلو حیف کی جا ہے کہ رہو تم غافل / ذکر رب برگ شجر شام و سحر کرتے ہیں

اچھی باتوں میں گنے جاتے ہیں پیش عقلا / عیب کے کام بھی گو اہل ہنر کرتے ہیں

رہرو جادۂ حق کو نہیں پروائے جہاں
اپنے دل ہی میں نہاں پاتے ہیں ہر وقت اسکو

[illegible] جو ہم سے وہ [illegible] کرتے ہیں
ہم اگر دیدۂ باطن سے نظر کرتے ہیں

نمبر ۱۱۳	تعلق باقی نہیں دنیا میں اب اخلاص کی بو اسلئے غیر کی صحبت سے حذر کرتے ہیں	۱۷

غشی میں ہیں مگر رہ رہ کے صرف آہ کرتے ہیں
یہی ہے حال انکا اور یہی تکبیر جو مرتے ہیں
نتیجہ کیا نصیحت کا بتا او ناصح مشفق
معما ہے بہت نا آشنا یہ حل نہیں ہوتا
تلون خو مزاج یار میں اسپر یہ طرہ ہے
وصال یار ہاتھ آ جائے شاید اس بہانے سے
خدا سب کو بچائے سحر الفت کی [illegible] سے
ہمیں ڈر ہے چراغ عمر شاید گل نہ ہو جائے
ہے چشم سرمہ سا فتنہ قیامت کا کہ جس سے
قیامت قامت اس کا تھا ہوا اسپر [illegible]
رقیب دون ہمت کب ہائے سامنے آتا
حسینان جفا پیشہ نے سکھلایا خوب ایسا ہے
مری دلجوئی کا ان کو خیال آیا ہے [illegible]
بتاں شاہد ہوا کہ نام سے میرے جدا [illegible]
[illegible]
تغافل ناز و عشوہ غمزہ و شوخی و بیباکی
جناب نظمی کو سو بار تم نے آزمایا ہے۔

مریض عشق فی الواقع نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں
پڑے کوئی سسکتے ہیں کوئی سرد آہیں بھرتے ہیں
بیابان محبت سے کبھی آوارہ سدھرتے ہیں
کہ نادیدہ سبھی تجربے وفا کیسے مرتے ہیں
عدو بیٹھے لگاتے ذرات انکے کان بھرتے ہیں
مریض ہجر غم کی زندگی کو تیر کرتے ہیں
قیامت تک کہیں ڈوبے ہوئے اسکو ابھرتے ہیں
ہم انکی سرد مہریوں سے آہ سرد بھرتے ہیں
کتابیں ہستی انساں کے شیرازے بکھرتے ہیں
لڑکے بارہ برس تک جو [illegible] پھر ابھرتے ہیں
شغال اس جا پھر آ بیٹھا [illegible] پھرتی ہیں
کبھی آنکھوں میں رہتی ہیں کبھی دل میں ٹھہرتی ہیں
تسلی کیلئے سینے کے اوپر ہاتھ دھرتے ہیں
جو ٹکرایا کبھی کانوں کے اوپر ہاتھ دھرتے ہیں
[illegible] بال [illegible] کترتی ہیں
یہ جتنے تیر ہیں سینے ہی میں پیوست ہوا کرتے ہیں
[illegible] جان جائے پھر بھی جو کچھ ہیں کرتے ہیں

کلیجے پر جو سے دیکھو تو کیا وہ مونگ دلتے ہیں
وفات غیر پر بیٹھے کف افسوس ملتے ہیں

تڑپ فرقت سے ای جان جہاں ذرات جلتے ہیں
مثال شمع موی لحظہ لحظہ ہم پگھلتے ہیں

تمہاری تیر مژگاں سوئے عاشق جبکہ چلتے ہیں
وفور جوش میں دل انکے دو دو گز اچھلتے ہیں

جوانی کی اُمنگوں میں جو وہ اٹھلاکے چلتے ہیں
خرام ناز سے ہر ہر قدم پر دل مسلتے ہیں

کلیجے سے لگاؤں کیوں نہ طفل عشق و الفت کو
یہ بچے خون دل خون جگر ہی پی کے پلتے ہیں

خدارا جذب الفت تو ہی اب کر کچھ مدد میری
قدم راہ محبت میں مرے کچھ اب پھسلتے ہیں

مری جانب سے تحفہ بھیجتے ہیں راز لینے کو
مرے دشمن قیامت کی غضب کی چال چلتے ہیں

نہاں راز محبت چار دن بھی ہو نہیں سکتا
اگر ہو ضبط گریہ آہ کے شعلے نکلتے ہیں

بتان ماہوش کی کوئی بلا کی ذرا دیکھے
دل عشاق میں رہکر کلیجے کو مسلتے ہیں

بہت اُسنے ستایا ہو اسے اب ہم نہ رکھیں گے
کوئی بدلے تو ہم فوراً خوشی سے دل بدلتے ہیں

یہ چوری اور اُسپہ سینہ زوری اسے معاذ اللہ
چرایا آپنے دل آپ ہی آنکھیں بدلتے ہیں

نہال آرزو ہی صرف میرا بے ثمر نکلا
دگر نہ سال میں اکثر شجر یکبار پھلتے ہیں

سماں برسات کا دکھلا رہی ہو میری آنکھیں
کبھی آہوں کے جھونکے ہیں کبھی آنسو نکلتے ہیں

سنا ہی جب سے وہ خنجر بکف مقتل میں آئینگے
کلیجے عاشقوں کے آج دو دو گز اچھلتے ہیں

خدا جانے نگاہِ ناز میں انکی اثر کیا ہے
نکلتے ہیں جو انکی بزم سے بسمل نکلتے ہیں

نکالا پیٹ سے پاؤں جو دشمن نے تو کیا غم ہے
پیام مرگ ہے جب چیونٹیوں کے پر نکلتے ہیں

لگائی آگ ایسی آتش عشق و محبت نے
مثال شمع موی استخواں تک پیکر جلتے ہیں

خدا جانے کہ کیسا زہر اس مار سیہ کا ہے
تمہارے عاشق گیسو پیا پے خون اُگلتے ہیں

اسے گھورا اُسے تاکا ادھر دیکھا اُدھر جھانکا
حسینوں کی گلی میں تیر و نیزہ خوب چلتے ہیں

خدایا جان کی ہو خیر اب دشوار جینا ہے
تڑپ فرقت سے میرے دل جگر دونوں ہی جلتے ہیں

خبر لے جلد آکر اپنے دیوانوں کی او ظالم
ترے وحشی گریباں پھاڑ کر گھر سے نکلتے ہیں

ہماری آرزوؤں کا خدا ہی اب نگہباں ہے ۔ ہمیشہ نطق ہم سے وہ نئی اک چال چلتے ہیں ۱۹

لب پہ آئی ہے جان فرقت میں ۔ مر چلے آپ کی محبت میں
موت ہی آئے کاش فرقت میں ۔ وصل دلبر نہیں جو قسمت میں
کون ایسا ہے شکل و صورت میں ۔ پیکر نور ہو حقیقت میں
شکوۂ جور دلربا کیسا ۔ یہ تو ہوتا ہی ہے محبت میں
چشم رہزن نے دل کو چھین لیا ۔ لٹ گئے ہم تری محبت میں
جھوٹ تہمت کا باندھنا توبہ ۔ منہ دکھاؤ گے کیا قیامت میں
آبرو ہی کا ڈر نہیں ان میں ۔ جان کا خوف ہے محبت میں
کھینچو شمشیر کہہ کے بسم اللہ ۔ دیر کیا ہے مری شہادت میں
قتل پر اپنے ہو گئے راضی ۔ ہم تو مارے گئے مروت میں
ایک عالم ہے بندۂ بے دام ۔ شک ہے کیا آپ کی کرامت میں
تجربہ کی ہے بات یہ کوئی ۔ ساتھ دیتا نہیں مصیبت میں
ایک دن بھی نہ ہنس کے تم بولے ۔ داغ لے جاؤں گا یہ تربت میں
ہے ہمیشہ یہ دل شکستہ میں ۔ پیش کرتا ہوں تیری خدمت میں
ہے نظر بار بار دل کی طرف ۔ یہ تو سمجھے کہ کیا ہے نیت میں
آج آؤ تمہیں اسی کی قسم ۔ جاں ہے جس کے دست قدرت میں
شغل الفت نہ مجھ سے چھوٹے گا ۔ یہ کجی داخل ہے اب طبیعت میں
کوئی اہل وطن ملا ہے اگر ۔ پھوٹ کر رو دیا ہے غربت میں
ماتم غیر کا خیال اتنا ۔ ہو کھلے بال بزم عشرت میں

نمبر ۱۲۰

کہتے ہیں وہ کہ نطق دیوانہ
بڑھ گیا قیس سے بھی شہرت میں

۱۴

مرد وہ شخص ہے حقیقت میں / جو ہو ثابت قدم مصیبت میں
فرق علت میں اور حرمت میں / آدمی کیا کرے ضرورت میں
آپ بے مثل ہیں نزاکت میں / ناز و انداز میں شرارت میں
ہم تو کہتے ہیں یہ دنایت ہے / شکوہ کرنا کسی کی غیبت میں
وقت پڑ جانے پر کسی کو شریک / ہے ہمنے دیکھا نہیں مصیبت میں
جان کا خوف آبرو کا ڈر / ہے دل بیوقوف الفت میں
خون ناحق جو ہوگا دامنگیر / کیا بتاؤ گے تم قیامت میں
ہائے افسوس وصل کی شب بھی / کٹ گئی حجت و حکایت میں
تم اگر آپ آ نہیں سکتے / کوئی پرزہ ہی لکھدو فرصت میں
سیکڑوں کرتے ہو ستم ایجاد / یار بے مثل ہو ذہانت میں
توڑ دیں لاکھ بار زنجیریں / جوش وحشت ہے یہ طبیعت میں
کیا مناسب ہے نا مناسب کیا / کچھ نہیں سوجھتا محبت میں
سیکھ لیگا برائیاں انساں / جب رہیگا بروں کی صحبت میں
اس پری کا جواب کوئی نہیں / ناز میں شوخی و شرارت میں
تا دم مرگ جا نہیں سکتی / جو برائی ہے جسکی طینت میں
کسی اہل وطن کا مل جانا / اک غنیمت ہے دشت غربت میں
اس پری رو سے دوستی کرکے / پڑ گئی جان کیسی آفت میں

نمبر ۱۲۱	چھوٹی اے نطق میری مشق سخن آ گیا فرق جب سے صحت میں	۱۵

مرے درد دل کی دوا کچھ نہیں / علاج دل مبتلا کچھ نہیں
تجھے پاس عزت ذرا کچھ نہیں / محبت میں شرم و حیا کچھ نہیں

دکھا دو ذرا شکل وقت نہیں
بجز اس کے اور التجا کچھ نہیں

محبت کا مجرم اگر ہے تو دل
جو دیکھو تو میری خطا کچھ نہیں

جواں ہوتے ہی حسن پر مر گئے
مزا زندگی کا ملا کچھ نہیں

لحاظ محبت نہ پاس زباں
وفا تجھ میں اے بیوفا کچھ نہیں

جوانی پر اتنا نہ مغرور ہو
مری جان اسکو بقا کچھ نہیں

عدو رخنہ انداز ہوتے رہے
دل مبتلا کا ہوا کچھ نہیں

ہے انسانیت کا تقاضا یہی
نہ ہو جس میں مہر و وفا کچھ نہیں

عدو سے مرے سامنے گفتگو
حیا تجھ میں اے بیحیا کچھ نہیں

یہ ہے جان بھی اور ایمان بھی
محبت سے بڑھ کر ملا کچھ نہیں

یہ ہے تیری حسن کا سب قصور
محبت میں میری خطا کچھ نہیں

تمھیں جو بتوں پر ہے اتنا غرور
حبابوں کو اے جان بقا کچھ نہیں

نمبر ۱۲۲	ہزاروں ہیں اے نطق شیدائی یار تمھیں اُس پری پر فدا کچھ نہیں	۷

نگاہوں ہی میں راز دل کھولتے ہیں
نہ ہم بولتے ہیں نہ وہ بولتے ہیں

اشارہ کنایہ نہ کچھ بولتے ہیں
نظر ہی میں ہمکو اکثر تولتے ہیں

مرے پاس جبے کوئی کیا مجھکو پروا
وہ کچھ بھی سنتے ہیں تو یہ بولتے ہیں

جو وہ اپنے رخ سے ہٹاتی ہیں برقع
فرشتوں کے ایمان تک ڈولتے ہیں

کیا عرض حال پریشاں تو بولے
سمجھتا نہیں آپ کیا بولتے ہیں

لب شکریں اور یہ تلخ باتیں
وہ مصری کی کوزہ میں تم گھولتے ہیں

نمبر ۱۲۳	خدا جانے کیا نطق کو ہو گیا ہے کسی سے نہ ہنستے نہ کچھ بولتے ہیں	۱۸

خالص خوشی نہ پائی دنیا کی انجمن میں
افسوس کیوں میں آیا اس دار پُرمحن میں

ہوتا گذر جو اپنا ساقی کی انجمن میں
پھولا نہیں سماتا میں اپنے پیرہن میں

اک سنسنی ہو پیدا ہر شخص کے بدن میں
بیخود ہے جو کوئی ہے ساقی کی انجمن میں

مقصود ذکر ہمت ہے ذکر کوہکن میں
رکھا ہے اور کیا اس افسانہ کہن میں

کوزہ نبات کا ہے گویا ترے دہن میں
مصری گھلی ہوئی ہے تیرے سخن سخن میں

بیدل پڑے ہیں لاکھوں ای حور انجمن میں
ہو بے نظیر بیشک تم دلبری کے فن میں

جس جس طرف کو تاکا لوگوں کو مار ڈالا
جادو بھرا ہے گویا چشمان سحر فن میں

دیکھی جو نعش عاشق رو کر کہا یہ اس نے
تا ز نگاہ ہے اک مردہ نہیں کفن میں

ویران حسرت آگیں گلزار عاشقی ہو
اُگتا نہیں کوئی گل جز خار اس چمن میں

دل عاشقوں کے شاید باندھے ہیں تمنے آمیں
گرہیں پڑی ہوئی ہیں گیسوئے پرشکن میں

مشرک کا تھا جو کعبہ مومن کا ہو وہ قبلہ
کیا بات ہے خدایا اس معبد کہن میں

بوئے وفا نہیں ہے دنیا کے باغ میں کچھ
کیا پھول پھل سکیگا انسان اس چمن میں

کیوں ہو رہی ہے میری تعریف اسقدر آج
پہلو ہے کوئی مضمر اظہار حسن ظن میں

ہر حال ہر جگہ میں غربت ہی میری مونس
چاہے رہوں سفر میں چاہے رہوں وطن میں

ہوتے نہ اس سے باہر تدبیر لاکھ ہوتیں
گرتے جو آکے یوسف تیرے چہ ذقن میں

مطلوب ایک ہی ہو دونوں میں ہو رقابت
اسواسطے ہے جھگڑا شیخ اور برہمن میں

جھگڑا فساد گھر میں غربت سفر میں حاصل
اقرب ہیں نیش عقرب کیا دل لگے وطن میں

نمبر ۱۲۴	معروف دہر دونوں ای نطق ہو رہی ہیں مشہور ہیں سخن میں وہ حور بانکپن میں	۸

پاس الفت کچھ نہیں پاس وفا کچھ بھی نہیں
تجھ میں انسانیت ای شیریں ادا کچھ بھی نہیں

چاہے خلوت ہو کہ جلوت ہو مگر تیرے بغیر
زندگی کا لطف ای شیریں ادا کچھ بھی نہیں

تم اگر میری عیادت کو نہ آئے کیا ہوا
مجھکو لے جان جہاں اسکا گلہ کچھ بھی نہیں

بھول کر بھی نہ دے ان نازنینوں کو کوئی
ظلم کے پتلے ہیں یہ ان میں وفا کچھ بھی نہیں

تذکرہ پر وصل کے پہلے تو شرمانے لگے
ہنس کے پھر کہنے لگے میں نے سنا کچھ بھی نہیں

کبر و نخوت مال و دولت پر نہیں زیبا کبھی
عالم فانی ہے یہ اسکو بقا کچھ بھی نہیں

امر حق کہنے میں رک سکتی نہیں میری زباں
ہاں جی ہاں کچھ بھی نہیں تم میں وفا کچھ بھی نہیں

نمبر ۱۲۵	کیا مرض کا ہو جناب لطف سے کوئی علاج سچ ہے بیمار محبت کی دوا کچھ بھی نہیں	۴۰

ترے تیر نظر سے اتنے روزن ہو گئے دلمیں
کسی کو ہوش تک باقی نہیں ہے ساری محفل میں

مسلتا ہے کلیجہ کو کوئی ہر بار رہ رہ کر
کہیں ہے کون اے خالق ہماری خانۂ دلمیں

خدا سب کو بچائے ان پریزادوں کی الفت سے
محبت کی ذرا بو تک حسینوں کے نہیں دلمیں

تمھارے واسطے آراستہ یہ دونوں ہی گھر ہیں
مری آنکھوں میں بیٹھو یا رہو آکر مرے دلمیں

کہے دیتا ہوں صاحب اک نہ اک دن رنگ لائیگا
تمھارا بے تکلف بیٹھنا غیروں کی محفل میں

مریجاں بات کا دلمیں لگا رکھنا نہیں اچھا
ابھی کہہ ڈالئے صاحب جو کچھ ہو آپکے دلمیں

زباں ہے مان لو کوئی نہ تمکو کچھ کہے لیکن
سمجھنا چاہیئے آخر کہے گا کوئی کیا دلمیں

ہے خلق اللہ کیوں آب دم شمشیر کی پیاسی
بھرا ہے آب کوثر کیا لب شمشیر قاتل میں

حنا کا رنگ اتنا شوخ یہ ہو ہی نہیں سکتا
کسی کے خون کی رنگت ہے دست و پائے قاتل میں

محل جائے عبرت ہے کہ جو سائل کو دیتے تھے
ہے کشکول اب انھیں کا کاسۂ سر دست سائل میں

چہ الفت میں ان زہرہ جبینوں کے جو گر جائے
تو شک اسکو رہیگا کچھ نہ سحر چاہ بابل میں

فغان عاشق دلگیر اگر اے مہرباں سن لو
نہ لطف آئیگا کچھ تمکو کبھی شور عنادل میں

مریجاں لب تک آتے آتے منہ میں رک گئیں باتیں
کہوں کیا آرزوئیں کیا ہیں اس حسرت بھرے دلمیں

خیال یار رفتیں میں تو ہے آکر رفاقت کر
اسی کو دوست کہتے ہیں جو کام آجائے مشکل میں

وہ ملتے بھی نہیں اور جان بھی نہیں دیتے
ہمارا نصیب ہی ہم ہیں پڑی ہی جان مشکل میں

نہ سینے میں ہے درد انکے نہ کچھ شرم خلائق ہی
خدا کا خوف تک باقی حسینوں کے نہیں دل میں

زیارت کر کے جسکی خلق مجنوں ہوئی جاتی ہے
یہ تیری آنکھ میں تلی نہیں لیلی ہے محمل میں

سمجھ کر بوجھ کر اے بادشاہ زلف میں کرتا
بہت سے دل مقید ہیں تمہارے ان سلاسل میں

نمبر ۱۲۶	جو بوسہ زلف کا یوں بے اجازت نطق لیتے ہو نہ بال آئے کہیں اس حور کے آئینہ دل میں	۷

مبتلائے درد الفت ہوں دل افگار دنیں ہوں
یہ کہوں کیونکر کہ تیرے ناز بردار دنیں ہوں

بے خبر جلدی خدارا درد دل کا کر علاج
اے مسیحا رحم کر میں تیرے بیمار دنیں ہوں

میری رسوائی کا کرنا اے پری پیچھے خیال
سوچ لے پہلے کہ میں کس کے خریدار دنیں ہوں

خواستگار اپنا ہی مجھ کو جانتا ہے ہر حسیں
خود نہیں معلوم میں کسکے طلبگار دنیں ہوں

عذر تقصیر اور بھی بدتر ہے خود تقصیر سے
بخشدے یا دے سزا تیرے گنہگار دنیں ہوں

میں ترا ہی بندۂ درگاہ ہوں اے مہ لقا
چاہے نیکو کار ہوں میں چاہے بدکار دنیں ہوں

نمبر ۱۲۷	عاشق رشتے ملیح یار ہوں اے نطق میں حسن کی سرکار کے میں بھی نمک خوار دنیں ہوں	۱۰

پھولوں کا لطف خاک ہے سیر باغ میں
بوئے قبائے یار بھری ہے دماغ میں

جیسی شگفتگی ہے مرے دل کے داغ میں
ایسے ملیں گے پھول کہاں تمکو باغ میں

کعبہ میں جستجو کی کلیسا کی راہ لی
پہونچے کہاں کہاں نہ تمہاری سراغ میں

دیکھوں فلک کو کیوں نہ تعجب کی آنکھ سے
گردش ہے صبح و شام اس الٹے ایاغ میں

گل کھاتے ہیں کسی گل خوبی کے عشق میں
اوئے گلاب اس لئے ہے دل کے داغ میں

تشبیہ تمکو حور سے جو کوئی دے تو پھر
ہم تو کہینگے ہے خلل اسکے دماغ میں

بے مثل بے نظیر ہو عالم میں فرد ہو
یہ بات سچ ہے کسی آدمی انکے دماغ میں

جو نور انکے سینے کے دونوں کنول میں ہے — یہ روشنی نہیں گھر شب چراغ میں
اس کا ہے نور مظہر انوار کبریا — کب آئی تھی یہ بات کسی کے دماغ میں

نمبر ۱۲۸ — ای نطق گردش فلک کج مدار سے
ہے خون دل شراب کے بدلے ایاغ میں — ۱۷

شوق میں مے کے نکال دیے اپنے گھر سے پاؤں — ساقیا کیونکر اٹھیں اب میکدہ کے در سے پاؤں
دیکھ کر ساقی کی آنکھیں مست ایسے ہو گئے — شیخ نے دھوئے وضو میں بادۂ احمر سے پاؤں
ہاں اولو العزمی بقدر استطاعت خوب ہے — چاہیئے انسان کو باہر نہوں چادر سے پاؤں
ہو گئی برپا قیامت آپ کی رفتار سے — کم نہیں کچھ آپ کے بھی فتنۂ محشر سے پاؤں
فیض ساقی سے بن آئی رند بدمستوں کی آج — کھول کر دل خوب دھوئے بادۂ احمر سے پاؤں
ہوں میں پابند سلاسل کاکل دلدار کا — چھوٹنا دشوار ہے مشکل ہے اس اژدر سے پاؤں
سامنے انکے کھڑا کسطرح ہونگا حشر میں — کانپتے ہیں بید کے مانند میرے ڈر سے پاؤں
دیکھئے کن دشت صحراؤں کی اب ہوتی ہے سیر — جوش وحشت نے نکالے پھر ہمارے گھر سے پاؤں
سیر کر آتا ہوں اک لحظہ میں دشت نجد کی — بڑھ گئے تیزی میں میرے طائروں کے پر سے پاؤں
قیس تو دشت و بیاباں کی کرے دن رات سیر — اک قدم چلنے کو صد افسوس میسر سے پاؤں
تیرے در پر آ کے ایسے جم گئے اٹھتے نہیں — ہو کے سنگ آستاں گڑ گئے پتھر سے پاؤں
یار کا خط لیکے آیا ہے یہ اک مدت کے بعد — دھو لیں قاصد کے نہ کیوں ہم آج آب زر سے پاؤں

نمبر ۱۲۹ — نطق گو چھالوں سے زخمی میرے تلوے ہو گئے
باز اس پر بھی نہیں آتے کبھی چکر سے پاؤں — ۱۷

تمہاری مست آنکھوں کو سبھی خمخانہ کہتے ہیں — مگر ہم لے کے پر بدر زہر کا پیمانہ کہتے ہیں
نہ بلبل کا نہ کچھ ہم قصۂ پروانہ کہتے ہیں — ہم اپنے ہی جلے دل کا یہ اک افسانہ کہتے ہیں
نہ آرائش سے واقف ہیں نہ ابتک جانتے ہیں وہ — کہ آئینہ ہے کیا شے اور کسکو شانہ کہتے ہیں

بتاؤں کیا تمھیں میں نام اپنا ای پری پیکر
تمھاری مست آنکھوں کا مجھے دیوانہ کہتے ہیں

بُرا سمجھے تمھارے طیش کو کوئی اگر سمجھے
ہم اسکو میری جاں انداز معشوقانہ کہتے ہیں

جو عاشق ہیں تری وہ واقف نہیں ہیں اس بکھیڑے سے
کسے کہتے ہیں کعبہ اور کسے بتخانہ کہتے ہیں

نہیں ہے خال یہ اس گلبدن کے گوری گالوں پر
مبصر حسن کے خرمن کا ان کو دانہ کہتے ہیں

نہ تم محمول کر لینا اسے اپنی ہی آنکھوں پر
سنو ہم داستان نرگس مستانہ کہتے ہیں

یہاں تک شوخ تمنے کر دیا غیروں کو ای صاحب
کہ جو آتا ہے جی میں تمکو بیباکانہ کہتے ہیں

خبر اسکی بھی تمکو ہے ذرا اس سے بھی واقف ہو
مریجاں تمکو کیا کچھ خویش اور بیگانہ کہتے ہیں

مصیبت میں کسی کی کام آنا جان دیدینا
اسی کو ہوش والے ہمت مردانہ کہتے ہیں

میں مست جام الفت ہوں شجاع آجتک میں نے
کہ پیر میکدہ کیا ہے کسے میخانہ کہتے ہیں

تو جل کر خاک ہوجا ای دل ناداں محبت میں
کسیکے آتش رخ کا تجھے پروانہ کہتے ہیں

برآمد ہوکے شیشے سے پری رقصاں ہے ساغر میں
اسی کو سب طلسم تازہ بتخانہ کہتے ہیں

کلیجہ دونوں ہاتھوں سے تم اپنا تھام لو پہلے
کہ اک ناقابل برداشت ہم افسانہ کہتے ہیں

لگا جرکا کوئی ایسا کہ دل دو ٹکڑے ہوجائے
تجھی کو دیکھ ہم اے ابرو جانانہ کہتے ہیں

نمبر ۱۳

جو پہونچا نطق اُنکی بزم میں فوراً وہ بول اُٹھے
یہی دانا وہ ہے جسکو کہ سب دیوانہ کہتے ہیں

19

یہ اثر ہے میرے تیر نالۂ شبگیر میں
سیکڑوں ہیں رخنے میں ڈالوں آسمان پیر میں

سیکڑوں ہی خوبیاں ہیں اس بت بے پیر میں
پھول جھڑتے ہیں بوقت گفتگو تقریر میں

لاکھ کوشش کیجیے ہوتا ہوا آتا کچھ نہیں
پیش آتا ہے وہی جو کچھ کہ ہے تقدیر میں

ہر کوئی ہے ستانے پر اُسیکے جیسا سا
کونسی ایسی صفت ہے اس بت بے پیر میں

ہے کجی خلقت میں اسکی راست سکتا نہیں
سیدھے پن کی خو ہو کیونکر آسمان پیر میں

وصل ہاتھ آئیگا اسکا یا مرا ہوگا وصال
کس سے پڑھواؤں لکھا ہے کیا خط تقدیر میں

چھوٹتے ہیں اسکے قیدی مخلصی اسکے نہیں
فرق یہ ہے کاکل پرخم میں اور زنجیر میں

جوش وحشت قیدی ناچار کا بڑھنے تو دو
زنگ تو آہی چکا ہے حلقۂ زنجیر میں

سخت مشکل میں پڑی ہے جان نثار عاشقاں
حل عقدہ ہے تمہارے ناخن تدبیر میں

جو ادائے دلربا ہے مانی و بہزاد بھی
کر نہیں سکتے ہیں پیدا آپ کی تصویر میں

آب اسکی ایسی ہی دھو دیتی ہے فوراً اسے
خون جم سکتا نہیں ہے آپ کی شمشیر میں

جلد آجاؤ تو شاید جان عاشق کی بچے
موت کا ہے خوف ورنہ اے پری تاخیر میں

وصل حاصل اسکو میں محروم ہوں یہ فرق ہے
غیر کی قسمت میں اور میرے خط تقدیر میں

حق تو یہ ہے آپ کی صورت کا پھر کیا پوچھنا
دلربائی ایسی جب ہے آپ کی تصویر میں

سوچ لو خود کیا ہے اس صید افگنی کا فائدہ
استخوان و پوست ہے کچھ بھی نہیں نخچیر میں

ہیں ہوں وہ میخوار مرنے پر بھی میری مشت خاک
خشت بنکر لگ گئی میخانے کی تعمیر میں

سیدھی جاتی ہے ہماری آہ سوئے آسماں
ہیں اگرچہ ایک دو پر بھی نہیں اس تیر میں

جو مقدر میں نہیں ہوتا نہیں ہوتا کبھی
چوکتا کوئی نہیں ہے کوشش و تدبیر میں

ایک ہی جملے میں دیکھو راہ پر وہ آگیا
واقعی جادو بھرا ہے نطق کی تقریر میں

۱۲

نمبر ۱۳۱

دنیا کو ترک کر نہ امید بہشت میں
کر غور و خوض شیخ ذرا خوب و زشت میں

کھلجائیگا ہے فرق جو کچھ خوب و زشت میں
دنیا کا لطف جب نہ ملے گا بہشت میں

دونوں ہیں ایک صورت سمجھ کا ہے آپ پھیر
کعبہ میں جو ہے جلوہ فگن ہے کنشت میں

ناوک کسی کے تیر نگہ کا بنوں گا میں
شاید یہی لکھا ہے مری سرنوشت میں

وہ بات تیری بزم میں ہے اے خجستہ خو
ممکن نہیں بہار ہو ایسی بہشت میں

کیونکر کسی کے ساتھ یہ عہد وفا کریں
ہیں بیوفائیاں تو بتوں کی سرشت میں

دیر و حرم کو چھوڑ کے لے راہ میکدہ
کیا کعبے میں ہے رکھا ہوا یا کنشت میں

خون جگر سے سینچتے اسکو رہے مدام — امید کا ثمر نہ لگا میری کشت میں

بزم بتاں میں آکے قتیل ادا ہوا — قسمت میں تھا یہی کہ مریں ہم کنشت میں

زاہد تو لطف صحبت یاراں یہاں اٹھا — رکھا ہوا ہے کیا تری باغ بہشت میں

جلوہ کناں تھا میرے ہی دل میں وہ مہ لقا — کعبے میں اسکو پایا نہ میں نے کنشت میں

نمبر ۱۳۲ — ان بیوفاؤں کا ہی عاشق ازل سے ہے — کندہ ہے اسکا نام کلیسا کی خشت میں — ۱۷

رہ گور عالم کو دکھلا رہے ہیں — یہ ابرو تمہارے غضب ڈھا رہے ہیں

عدو کو بغل میں وہ بٹھلا رہے ہیں — ستم کر رہے ہیں غضب ڈھا رہے ہیں

اشارے سے ابرو کے تڑپا رہے ہیں — نیا معجزہ آج دکھلا رہے ہیں

جوانی کے نشہ میں ہیں چور اتنا — کہ ہر ہر قدم پر وہ بل کھا رہے ہیں

ذرا دیکھئے تو بھبھوکا سا چہرہ — وہ برق تجلی کو شرما رہے ہیں

ملا لیجئے مجھ کو مٹی میں پہلے — مجھے قتل کرکے کہاں جا رہے ہیں

ہوا گرم ہے آہ عاشق سے شاید — گل عارض اے جان مرجھا رہے ہیں

وہ رستے میں بیٹھے ہوئے راہرو کو — رہ منزل گور دکھلا رہے ہیں

ذرا سی جھلک اپنی دکھلا کے سب کو — وہ بسمل کے مانند تڑپا رہے ہیں

نہ آنے کے شکوہ پر اسطرح بولے — کہیں آرہے ہیں کہیں جا رہے ہیں

قصور آپ کا کچھ نہیں ہم ہیں مجرم — بجا ہے جو کچھ آپ فرما رہے ہیں

ذرا دیکھئے تو وہ اس دوپہر میں — کدھر آرہے ہیں کہاں جا رہے ہیں

یہ شہرہ ہے انکی کہ اب ہر جگہ سے — سلام آرہا ہے پیام آرہے ہیں

نہ آئے فلک دیکھ ہمکو بھی غصہ — ہیں خاموش ہم غم بہت کھا رہے ہیں

چلے جاتے ہیں انکے کوچے میں لیکن — وفور نقاہت سے تیورا رہے ہیں

نہ نام انکا آئے کہیں قاتلوں میں — وہ اس ڈر سے محشر میں گھبرا رہے ہیں

نمبر ۱۳۳

دیا نطق نے سفت دل ان بتوں کو
مگر آخراب بیٹھے پچھتا رہے ہیں

۱۴

ناز و ادا سے دلبر ہر وقت شان پر ہیں — وہ آن بان پر ہیں آج امتحان پر ہیں
چرچے یہی زمین پر اور آسمان پر ہیں — احسان و فضل اسکے ساری جہان پر ہیں
عیسے سے ہو سکیگا میرا علاج کیونکر — میں تو زمین پر ہوں وہ آسمان پر ہیں
کوئی شریف کیونکر اس بدزباں سے بولے — ہر وقت گالیاں ہی اسکی زبان پر ہیں
رنج و ملال فرقت اس پر عدو کے طعنے — سو سو طرح کے صدمے اک میری جان پر ہیں
میں خاکسار فطرت اعلے سرشت اونکی — بندہ زمین پر ہے وہ آسمان پر ہیں
شیشے سے کوئی کہدے ہمت کا ظلم دیکھیں — یوں بیخبر وہ بیٹھے کیوں آسمان پر ہیں
کیا فائدہ کہ تیری تعریف کچھ کروں میں — روشن صفات تیری ساری جہان پر ہیں
لاکھوں ہیں اسکے عاشق حوروں کے صرف نالے — گنتی کے چند ہی ہیں میری زبان پر ہیں
شعلے جو دل سے نکلے وہ بنگئے ہیں تارے — آہوں کے یہ شرارے سب آسمان پر ہیں
تجھ سے کسی کی چغلی شاید یہ کھا رہے ہیں — یہ مار زلف دونوں تیرے جو کان پر ہیں
ہر دم یہی تماشا ہو اس پری کے در پر — کوئی پکارتا ہے مالک مکان پر ہیں
ہونے لگے مظالم مجھ پر تو لوگ بولے — ہے ہے یہ کیا جفائیں اس نوجوان پر ہیں

نمبر ۱۳۴

ہوں بار یاب کیونکر اے نطق ہے یہ مشکل
جب دیکھئے تو دشمن انکے مکان پر ہیں

۱۸

سکون دل کے خاطر آج ہم اک کام کرتے ہیں — کہ خون دل سے انکو حال دل ارقام کرتے ہیں
تمام اک عاشق صادق کا وہ یوں کام کرتے ہیں — عطا دشمن کو دکھلا کر چھلکتا جام کرتے ہیں
کھڑے ہو کر نظر جس دم وہ زیر بام کرتے ہیں — تو بسمل ایک عالم کو وہ بے صمصام کرتے ہیں

لکھا ہے خط میں تم انکو کچھ ادا اور بیوفائیں نے
شکایت پر جفا و جور کی مجھسے وہ کہتے ہیں
جگائے رکھتے ہیں اس فتنۂ بیدار کو شب بھر
تمہارا نام لکھ لکھ کر کلیجے سے لگاتے ہیں
جو عاشق ہے فدا اُن پر سے کر دے جان و مال اپنا
مسرت کا خوشی کا اپنے دیکھے کیا کہیں عالم
محبت میں تو پروانہ صفت خود جان دیتی ہیں
وفور رنج سے آنکھیں لہو رو دیتی ہیں میری
مسخر ایک عالم کو وہ کر لیتے ہیں آنکھوں سے
یہ دل لیتے ہیں دل چٹکی بجا کر باتوں باتوں میں
بتائیں کیا کہ کیونکر کاٹتے ہیں روز فرقت ہم
نظر آتی نہیں وہ صورت زیبا کبھی ہمکو
نہ آیا راہ پر وہ لاکھوں ہی تدبیریں کیں میں نے
چرا لیتے ہیں دل آنکھیں ملا کر لاکھ آنکھ نہیں

جواب اس کا ذرا دیکھیں تو کیا اتمام کرتے ہیں
ترے ہی ایسے عاشق عشق کو بدنام کرتے ہیں
مری شبگیر نالے بھی بلا کا کام کرتے ہیں
یہی بیٹھے بٹھائے فرقتیں ہم اک کام کرتے ہیں
محبت کیجے جو بندگی ہیں وہ یوں ہی کلام کرتے ہیں
جو اپنے دست رنگیں سے عطا وہ جام کرتے ہیں
پری رویوں کو ناحق لوگ کیوں بدنام کرتے ہیں
مئے احمر کا دشمن کو عطا جب جام کرتے ہیں
انھیں وہ منتر و ہی سحر کا وہ کام کرتے ہیں
بتان ماہوش کیا جانیے کیا کام کرتے ہیں
فغان و آہ و نالہ صبح سے تا شام کرتے ہیں
گلی کا انکی پھیرا صبح سے تا شام کرتے ہیں
خدا جانے بتوں کو لوگ کیونکر رام کرتے ہیں
قیامت سی قیامت بیت گلفام کرتے ہیں

۲۱	جناب نطق کو سمجھائے تو جا کر کوئی اتنا بتوں کو دل جو وہ دیتے ہیں یہ کیا کام کرتے ہیں	نمبر ۱۳۵

ابھری ابھری اپنی دکھلا کے جو دلبر چھاتیاں
تو نے ایسی پائیں ہیں اے شوخ خود سر چھاتیاں
دیکھکر ابھری ہوئی وہ سخت پتھر چھاتیاں
حسن میں ہیں بے مثال سے وزن تر چھاتیاں
دو دو فتنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں باغ دہر میں

گھورتے پر لوٹنے لگا ہیں دیکھ کر دلبر چھاتیاں
ابھری ابھری گوری گوری دو پتھر چھاتیاں
دونوں ہاتھوں سے نہ کوٹیں لوگ کیونکر چھاتیاں
قبضہ پر نور سے نکلی ہیں منور چھاتیاں
باندھتے ہیں بند محرم سے جو کسکر چھاتیاں

جوش مستی دب نہیں سکتا دبانے سے کبھی
رہ گئی انگیا مسک کر آئیں باہر چھاتیاں

قمریاں بیٹھی ہوئی ہیں یہ نہال سرو پر
یا حقیقت میں ہیں تیری اے گل تر چھاتیاں

چھوٹے رہتے ہیں ترے گیسو جو سینے پر ترے
بنگئی ہیں نافہائے مشک اذفر چھاتیاں

سرو قد ہیں انکے پھل اور وہ بھی ایسے خوشنما
ہیں انار و سیب جنسے بھی بڑھکر چھاتیاں

واہ رے بوٹا سا قد اس نونہال حسن کا
اور طرہ اس پر اسکی یہ گل تر چھاتیاں

بہر پیا دو لگ گئیں ہیں حسن میں وہ مستند
کہہ رہی ہیں صاف سینے سے ابھر کر چھاتیاں

آنکھ دکھلا کر نہ جادو سے ہماری جان لی
مار دے پتھر کلیجے پر دکھا کر چھاتیاں

یہ وہ فتنے ہیں دبانے سے بھی دب سکتی نہیں
دیکھ لی کوئی دبا کر ان کی پتھر چھاتیاں

سرنگوں ہوتے ہیں یوں ہی ایکدن سب سرفراز
کہہ رہی ہیں خلق سے یہ انکی اکڑ کر چھاتیاں

سونیکی چڑیاں پھنسی ہیں دام میں یا اے پری
باندھی ہیں زنار محرم میں یہ کسکر چھاتیاں

ہیں یہ کہتا ہوں کہ ہے وہ مہ لقا دیکھ حق
ہیں حباب بحر حسن و درج گوہر چھاتیاں

سر نکالے جھانکتی ہیں باہر آنے کے لئے
محرم زرتار کے جالوں میں پھنسکر چھاتیاں

دب نہیں سکتیں کسی صورت کسی عنوان سے
جوش پر آئی ہوئی ہیں اے بندہ پرور چھاتیاں

کونسے مصری کے بتے حق میں مرے کھٹے انار
کیا کروں آتی نہیں مجھکو میسر چھاتیاں

بد نظر سے میری جان ان کو بچانا چاہیئے
دشمنوں کو تم نہ دکھلاؤ اکڑ کر چھاتیاں

نمبر ۱۲۶	اپنے ہاتھوں سے نہ چھوڑوں لاکھ ناخوش ہو کوئی ہاتھ آجائیں اگر مجھکو میسر چھاتیاں	۱۸

ظلم مجھ پر نہیں یا جور و جفا یاد نہیں
ہاں مگر مجھ کو کبھی عادت فریاد نہیں

جور سہتے ہیں مگر مائل فریاد نہیں
عاشق زار کو فریاد و فغاں یاد نہیں

پیر میخانہ کے حلقے میں ہوا ہوں داخل
راہ کعبہ کی مجھے شیخ ذرا یاد نہیں

اک نظر دیکھ لیا پھانس لیا طائر دل
تجھسا عالم میں کہیں ایک بھی صیاد نہیں

یہ خزاں ہے نہیں کہنے کا کوئی اسکو بہار
گھر تو گھر خانۂ زنجیر بھی آباد نہیں

ناز و انداز ادائے خوش و غمزہ سب کچھ
یاد تمکو ہیں مگر طرز وفا یاد نہیں

کیا حقیقت ہے حسینوں کی تمہاری آ گے
خاک کے پتلے ہیں سب ایک پریزاد نہیں

دین و دنیا کو ترے عشق میں میں بھول گیا
کون ہوں کیا ہوں میں اتنا بھی مجھے یاد نہیں

کار نشتر ترے مژگاں کی انی کرتی ہے
تیرے بیمار کو کچھ حاجت فصاد نہیں

سیکھ لیتے ہیں حسیں ناز و کرشمہ کیونکر
درس و تدریس نہیں کوئی بھی استاد نہیں

کوئی بھی مونس و غمخوار نہیں ہجر کی شب
میرے پہلو میں غضب ہے دل ناشاد نہیں

گلے پھولوں کے بنے یار کی کوٹھی کیلئے
شکر صد شکر کہ مٹی مری برباد نہیں

سخت باتوں سے تری چور نہ ہو شیشۂ دل
کوئی پتھر نہیں یا تختۂ فولاد نہیں

کاٹ آفت ہے قیامت ہے غضب ہے اسکا
تیغ ابرو ہے یہ کچھ خنجر فولاد نہیں

کشتۂ تیر نظر ہے کہ قتیل ابرو
دل وارفتہ و زخمی کو ذرا یاد نہیں

منتقم ظالموں سے لے ہی لیگا بدلا اک دن
اسکی درگاہ میں کچھ حاجت فریاد نہیں

نطق کیا کہتے ہو حال دل بیمار اس سے
جانتا اتنا ہے کیا وہ ستم ایجاد نہیں

نمبر ۱۳۵ — ۲۵

پھر چلے کوچۂ خوبان جفا جو کی طرف
نطق کیا بھول گئے جور بتاں یاد نہیں

مریض محبت یہاں مر رہے ہیں
مسیحا وہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں

کسی سے محبت نہ ہم کر رہے ہیں
نہیں پھر وہ بدنام کیوں کر رہے ہیں

سنورنے میں ہیں آج قصد [illegible] دیکھو
تہیّہ مرے قتل کا کر رہے ہیں

شب و روز اسکے ستم کے تیر نظر سے
مرے دلکو غربال کیوں کر رہے ہیں

مریضان آکر خبر جلد لینا
مریض تپ ہجر اب مر رہے ہیں

کہوں کیا یہ تقدیر کا ہے نوشتہ
ہمیشہ یہی انکے تیور رہے ہیں

تغافل سے اپنے مجھے قتل کر کے
مرے خون سے ہاتھ کیوں بھر رہے ہیں

تطابق نہیں قول اور فعل میں کچھ
وہ کہتے ہیں کچھ اور کچھ کر رہے ہیں

کسی کی جوانی کو برباد کرنا
مری جان یہ آپ کیا کر رہے ہیں

مروں غیر پر اور میں توبہ توبہ
غلط آپ الزام کیوں دھر رہے ہیں

قضا کے بھی احسان سے ہیں سبک سر
ترے مبتلا جو ہیں خود مر رہے ہیں

جہاں میں حسیں اپنے ناز و ادا سے
غضب ڈھا رہے ہیں ستم کر رہے ہیں

نہ کچھ ہو گا جب تک کہ وہ مہرباں ہے
عدو رو سیہ کان کیا بھر رہے ہیں

رضا جو ہیں اونکے ہم انکار کیسا
جو وہ کہہ رہے ہیں وہ ہم کر رہے ہیں

زمانہ ہوا میں نے چھوڑی محبت
مجھے پھر وہ بدنام کیوں کر رہے ہیں

خوشی کی خبر لا رہے ہیں کبوتر
ہوا میں جو فراٹے یہ بھر رہے ہیں

وفا کا تری تجربہ ہمکو سب ہے
ترے ہم بھی عاشق ستمگر رہے ہیں

ہماری محبت کے قصے فسانے
خلائق کو مدت تک از بر رہے ہیں

مری جان اظہار اس کا ہے مشکل
جدائی میں ہم تیری کیونکر رہے ہیں

نہیں بے سبب ہیں مری آہ و نالہ
اُنھیں درد دل کی خبر کر رہے ہیں

جنم بھر بھی پایا پتہ کچھ نہ اس کا
بہت متلاشیٔ دلبر رہے ہیں

لگا کر دل اک جو تشبیہ سے اپنو
ہم اپنی ہی عزت کا ڈر ڈر رہے ہیں

ہوا حل نہ تیرے دہن کا معمہ
بہت اس سے عاجز سخنور رہے ہیں

١٦	زمانے تک اک گل کے ای نطق ہم بھی ثنا گوئے رشتے منور رہے ہیں	نمبر ۱۳۸

یہی رہ رہ کے اب آتا ہے جی میں
کہ جا کر مر رہیں اُن کی گلی میں

نہیں انداز یہ حور و پری میں
قیامت ہو غضب ہو دلبری میں

تمہیں چھیڑا اگر میں نے ہنسی میں
خفا کیوں ہو گئے تم دل لگی میں

خیال اس کا نہ لانا اپنے جی میں
کہ کام آئیگا کوئی بیکسی میں

کوئی پرسان حال زار ہرگز
نہیں ہوتا کسی کا بیکسی میں

دکھائی ہے ہمیں چشم سخن گو
تکلم کا مزا اس خامشی میں

سحر محفل اڑا لیتے ہیں دل کو
بڑے مشتاق ہیں وہ دلبری میں

یہ انداز و ادا یہ دلربائی
نہ دیکھی آجتک میں نے کسی میں

ذرا انصاف سے فرمائیے گا
یہ باتیں آج تک پائیں کسی میں

کوئی بسمل ہے کوئی مر رہا ہے
قیامت آج ہے انکی گلی میں

بھبھوکے سے لگے پھر میں خوب چھوڑوں
اگر اک جام ہو دست تہی میں

سنور کر اور کیا فتنہ اٹھاتے
قیامت جبکہ ہو تم سادگی میں

بہت ہی ناز سے اترا رہے ہیں
منہ اپنا دیکھ کر وہ آرسی میں

مجھے ملتی ہے کیا لذت جفا کی
مزا ہے آپ کی کینہ کشی میں

نہ پہلو میں کبھی وہ آکے بیٹھے
رہا ارمان میرے جی کا جی میں

نمبر ۱۳۹	سمجھ کر نطق اس گلرو سے ملنا نہ پنہاں دشمنی ہو دوستی میں	۸

دیکھ کر شد دل ای گلرو تمھارے ہاتھ پاؤں
اپنے قابو میں نہیں ہیں اب ہمارے ہاتھ پاؤں

وصل دلبر کیلئے کیا کیا نہ مارے ہاتھ پاؤں
تھک کے آخر رہ گئے افسوس سارے ہاتھ پاؤں

چومنے کو انکے دل چاہے نہ کیونکر اے پری
ہیں عجب خوش قطع تیرے پیارے پیارے ہاتھ پاؤں

موج دریا چومتی تھی باری باری سوئے انھیں
دھونے بیٹھے جب وہ دریا کے کنارے ہاتھ پاؤں

غیر کے گھر انکے جانے کی خبر جسدم لگی
محو حیرت ہو گئے پھولے ہمارے ہاتھ پاؤں

آفتاب حسن چہرہ ہے اگر اس ماہ کا
ہیں چمک میں عرش اعلیٰ کے ستارے ہاتھ پاؤں

وصل کی تدبیر میں اب بیکار ہیں ہاتھ پاؤں		کرتے دھرتے بن نہیں آتی کروں تو کیا کروں
۲۱	تھک کے بیٹھے نطق آخر کوشش بے سود سے اب ہلاتے ہی نہیں ہیں یہ بچارے ہاتھ پاؤں	نمبر ۱۴۱

نہ بیوجہ تیغ و تیر باندھتے ہیں ۔ مرے قتل پر وہ کمر باندھتے ہیں

ہو زخمی مرا دل جگر باندھتے ہیں ۔ کہاں زخم ہے اور کدھر باندھتے ہیں

تبر باندھتے ہیں سپر باندھتے ہیں ۔ وہ کیوں آج کسکر کمر باندھتے ہیں

وہ عشاق پر کر رہے ہیں یہ جادو ۔ کہ تار نظر سے نظر باندھتے ہیں

خط شوق لیکر اگر اسکو بھیجوں ۔ تو پیک کبوتر کے پر باندھتے ہیں

یہ الزام ایجان یہ جھوٹ تہمت ۔ عبث آپ اک شخص پر باندھتے ہیں

رگ جان عاشق کمر بند ان کا ۔ اسی سے وہ اپنی کمر باندھتے ہیں

کہاں ہو وجود اسکا یہ بھی تو کہدیں ۔ کمر کس رہے ہیں کمر باندھتے ہیں

ستم عاشقوں پر یہاں تک ہے ان کا ۔ کہ بلبل کی بھی وہ کمر باندھتے ہیں

دل عاشقاں کاکل مشک بو میں ۔ ادھر باندھتے ہیں ادھر باندھتے ہیں

مٹے گا نہ بس بل نہ خم گیسوؤں کا ۔ وہ چوٹی کو کیا کھینچکر باندھتے ہیں

یہ عقد انامل نہیں ہیں یہ گرہیں ۔ ہم اپنی دعا میں اثر باندھتے ہیں

عدم کے جو ہیں جانیوالے مسافر ۔ نہ لیتے نہ رخت سفر باندھتے ہیں

وہ کمسن ابھی ہیں مگر مرنے والے ۔ ابھی سے کمر مرنے پر باندھتے ہیں

بلا پیچھے پڑ جاتی ہے عاشقوں کے ۔ وہ ناگن سی چوٹی اگر باندھتے ہیں

جو مرتا ہوں تو بیوفائی کا سہرا ۔ مرے پر بھی وہ میرے سر باندھتے ہیں

نہ میں تاکہ خوں اپنی حسرت کا دیکھوں ۔ وہ پٹی مری آنکھ پر باندھتے ہیں

نہ پرواز کر جائے سینے سے آگے ۔ وہ تیر نظر کے بھی پر باندھتے ہیں

ہنسے کیوں نہ یہ آج مارے خوشی کے
مری چشم تر پر جو رکھتے ہیں دامن

دوپٹہ سے زخم جگر باندھتے ہیں
وہ بل بحر رخسار پر باندھتے ہیں

نمبر ۱۴۱

کریں ترک الفت خوشی سے کریں وہ
یہ بہتان کیوں نطق پر باندھتے ہیں

۱۸

تڑپتے ہیں پڑے عشاق آہ سرد بھرتے ہیں
نہ مٹتے ہیں نہ جیتے ہیں نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

کہا تھا کل جو ہنسنے آج دیکھو کر گذرتے ہیں
دھنی ہیں بات کے اپنے جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں

تعجب ہے ہمیں کو لوگ کیوں بدنام کرتے ہیں
خدائی مرتی ہی جس پر اُسی پر ہم بھی مرتے ہیں

جگر کو ٹکڑے کرتے ہیں تو دل کو پاک کرتی ہیں
تمھارے خنجر ناز و ادا کیا گل کترتے ہیں

زمانے سے نہیں بہتر اگر ہیں آپ کیا باعث
خدائی جان کیوں دیتی ہے پھر کیوں لوگ مرتے ہیں

نصیحت کا تری کیا فائدہ بتلادی ای ناصح
کہیں بھی کوچۂ گیسو کے آوارہ سدھرتے ہیں

جلاتے ہیں جو وہ خنجر جھکا دیتے ہیں ہم سر کو
وہ اپنا کام کرتے ہیں ہم اپنا کام کرتے ہیں

جفا پیشہ خطاب اُنکا وفا پیشہ لقب میرا
وفا میں انسے کرتا ہوں جفا مجھ پر وہ کرتے ہیں

جھکا دیتے ہیں سر نقش قدم پر اُنکے ہم فوراً
ہمارے سامنے سے جب کسی دن وہ گذرتے ہیں

نگاہ ناز سے تیغ ادا سے ابرو سے
کہیں دو چار کٹتے ہیں کہیں دو چار مٹتے ہیں

وہ جائے کوئے جاناں ہے جسے قربان ہونا ہے
وہاں دو چار سر ہر روز صدقے میں اترتے ہیں

کسی کافر ادا کی دیکھ کر اُٹھتی جوانی کو
دبے تھے ولولے جو مدتوں سے وہ ابھرتے ہیں

حنا کیا ہاتھ رنگنے کے لئے اُن کو نہیں ملتی
حسیں سب عاشقوں کے خون میں کیوں ہاتھ بھرتے ہیں

جگر کا خون کرتے ہیں کلیجے کو مسلتے ہیں
جو دل میں آکے بیٹھے ہیں تو کیا کیا ناز کرتے ہیں

ہمیں تڑپا رہی ہیں اپنے ابرو کے اشارے سے
غضب ہے آج وہ بھی تیری چھری سے ذبح کرتے ہیں

عجب انداز ہیں تیر نگاہ ناز جاناں کے
جو آنکھوں سے نکلتے ہیں تو دل ہی میں اترتے ہیں

نہیں ہوتا جو ہرگز سنسناہٹ رات کو ہوتی
تمھارے عاشق ناکام آہ سرد بھرتے ہیں

نمبر ۱۴۲	کبھی بزم طرب میں اُن کی نام نطق اگر آیا تو وہ بیساختہ کانوں پر اپنے ہاتھ دھرتے ہیں	۱۲

ترے تیر نگاہ ناز کیا کیا ناز کرتے ہیں
کبھی سینے میں آ بیٹھے کبھی دل میں اُترتے ہیں

نہا دھو کر وہ جب بنتے سنورتے ہیں نکھرتے ہیں
تو اُنکے عاشق انکو دیکھکر بے موت مرتے ہیں

تڑپتے ہیں پڑے روتے ہیں آہ سرد بھرتے ہیں
تمہارے ہجر میں عاشق نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

کبھی سرمہ دیتے ہیں کبھی گیسو سنورتے ہیں
یہ کیا جادو جگا کر خلق میں اندھیر کرتے ہیں

کلیجے کو کبھی چھیدا کبھی دل توڑ کر نکلے
تمہارے ناوک مژگاں بھی کیا کیا کام کرتے ہیں

تو دیوانہ ہے ناصح ترک الفت کو جو کہتا ہے
جو ڈوبے بحر الفت میں وہ جیتے جی اُبھرتے ہیں

یہاں تک لذت جور و جفا کے ہو گئے خوگر
نہ کچھ شکوہ شکایت ہو نہ منہ سے آہ کرتے ہیں

نگاہ سُرمگیں کی روک تھام اب چاہیے تمکو
یہ آہو مرغ دل عاشقوں کا آ کے چرتے ہیں

حقیقت تو یہ ہے وہ سجدہ گاہ خلق بنتا ہے
اگر اکبار بھی اُس راستے سے وہ گذرتے ہیں

ستمگر یا جفا پیشہ ہوں یا بیرحم قاتل ہوں
وہ کچھ ہوں ہم تو مرتے دم بھی دم انھیں کا ہم تو بھرتے ہیں

کہاں وہ اور کہاں حور بہشتی حضرت واعظ
ذرا کچھ سوچیے قبلہ کہاں کی بات کرتے ہیں

| نمبر ۱۴۳ | اُتارا ہے جنھوں نے سیکڑوں کو تیغ سے گھاٹ
انھیں تیغوں کی نذر ہے آج اے نطق ہم بھی یار اترتے ہیں | ۲۰ |
| --- | --- | --- |

تمہارا دم بھرا کرتا تھا پہلے اب بھی بھرتا ہوں
تمہیں پر جب بھی مرتا تھا تمہیں پر اب بھی مرتا ہوں

نہ میں انکار کرتا ہوں نہ میں کہکر مکرتا ہوں
مقر ہوں مجرم الفت ہوں میں اقرار کرتا ہوں

عبث بے جرم و بے تقصیر میں مجرم ٹھہرتا ہوں
خدائی مدعی ہے آپ پر اکر میں بھی مرتا ہوں

پڑا بیکسیاں لیتا ہوں آہ سرد بھرتا ہوں
غضب ہے انکی فرقت میں نہ جیتا ہوں نہ مرتا ہوں

مجھے تیرا ہے ڈر ناصح میں کیا اس سے مکرتا ہوں
محبت تا دل کہا کرتا تھا محبت اب بھی کرتا ہوں

تصور کا سمند تیز رو قائم رہے جس سے
میں گھر بیٹھے ہوا دونوں جہاں کی سیر کرتا ہوں

یہاں کیا کام غیروں کا مجھے کیا کام غیروں سے
تم اپنے حسن صورت پر تو میں اپنی طبیعت پر
ذرا سی بات پر تم منہ پھلائے مجھ سے بیٹھے ہو
مری دلیں ہوس کیا کیا نہیں ہے کہنے سننے کی
نہیں ہے حوروں کا شیدا ہوش ہیں عاشق ہوں پریوں کا
کسی کے عشق میں بدنام اتنا ہو گیا اخگر
مبارک تجھ کو سیر گلشن فردوس ہو زاہد
چلا جاتا ہوں کوئے یار تک گو ضعف ایسا ہو
میر سجاں آپ نے کیا غیر کا سا مجھ کو سمجھا ہے
کسی محبوب کی چین جبیں سے انس ہے مجھ کو
پسند خانۂ مخزوں ہوا ہر گز نہ ویرانہ
بگاڑا انکو لوگوں نے جو بہکا کر تو کیا پوں
کوئی محبوب آہو چشم اگر مجھ کو نظر آئے

انھیں کے نام کی رٹ ہے انھیں کا دم میں بھرتا ہوں
ادھر تم ناز کرتے ہو ادھر میں ناز کرتا ہوں
نہ چھیڑونگا کبھی جانے بھی دو اب توبہ کرتا ہوں
مگر سچ تو یہ ہے کہتے ہوئے تم سے میں ڈرتا ہوں
تمھیں پر جب بھی مرتا تھا تمھیں پر اب بھی مرتا ہوں
ہیں اٹھتی انگلیاں جب راستے سے میں گذرتا ہوں
میں گلزار محبت کی فضا کی سیر کرتا ہوں
کبھی رک رک کے چلتا ہوں کبھی چلکر ٹھہرتا ہوں
ابھی کہدیجئے منہ سے ابھی واللہ مرتا ہوں
دل شوریدہ کو بھتری چھری سے ذبح کرتا ہوں
جنوں میں خانۂ زنجیر کو آباد کرتا ہوں
بروں کی جان کو روتا ہوں بیٹھا صبر کرتا ہوں
مثال شیر دیکھو کس طرح بن میں بپھرتا ہوں

نمبر ۱۲۴	یہاں تک نطق اپنا ہوا ہوں درد الفت سے کہ میرا بس لفظ سے کانوں پر اپنے ہاتھ دھرتا ہوں	۱۶

نوک نشتر ہیں مری جان یہ پیاری باتیں
پھر لب چشم سخن گو سے ذرا بات کرو
ایسی لذت مجھے ملتی ہے کہ منہ دیتا ہوں
مسکرانا ہے غضب قہر ہے تقریر کی طرز
تم نے غصے میں جو کچھ مجھ کو کہا تھا اک دن
چھید دیتی ہیں کلیجے کو جگر کو دل کو

تیر جاتی ہیں مرے دل میں تمھاری باتیں
پھر سناؤ مجھے اے جان وہ پیاری باتیں
نیند میں یاد جو آتی ہیں تمھاری باتیں
دلکشی کی ہیں غرض آپ میں ساری باتیں
چاہتا سننے کو ہوں پھر بھی وہ پیاری باتیں
آپ کی یار ہیں بوندے کی کٹاری باتیں

سرمہ دو آنکھوں میں کنگھی کرو بالوں میں
جان لینے کی ہیں اے جان پیاری باتیں

سننے والوں کے دلوں ہی میں جگہ کرتی ہیں
میٹھی میٹھی وہ کسی شوخ کی پیاری باتیں

جور کیوں کر نہ ہو دل عاشق غمدیدہ کا
سخت پتھر سے زیادہ ہیں تمہاری باتیں

اف رے انداز تکلم ترا اے ماہ جبیں
بل بے اے ماہ لقا یہ تری پیاری باتیں

نہ یہ پریوں میں ادا ہے نہ یہ حوروں میں ادا
دونوں عالم سے نرالی ہیں تمہاری باتیں

وہ مذاقیہ جو کرتا ہے کبھی ایسے کلام
اسکے منہ سے بھلی لگتی ہیں گنواری باتیں

خلوت خاص میں باتیں جو ہوئی تھیں مجھسے
غیر سے کس نے کہیں کہئے تو ساری باتیں

آپ پچھتائینگے دشمن کا جو مانئے کہا
یاد رکھ لیجئے اے جان ہماری باتیں

سنگ خارا کا کلیجہ ہو تو فولاد کا دل
تب اٹھیں گی کہیں تجھ سے یہ بھی بھاری باتیں

نمبر ۱۴۵	ایک دن وہ تھا کہ اک جان و قالب وہ تھے نطق سنتے ہی نہیں اب وہ ہماری باتیں	۱۴

جو سچ پوچھو تو ہم دونوں ہیں یکتا اپنی فطرت میں
نہ تم سا شکل و صورت میں نہ مجھسا کوئی الفت میں

بتوں کی کج ادائی سے یہ فرق آیا محبت میں
نہ اب وہ جوش دل میں ہے نہ وہ سودا طبیعت میں

محبت کرنیوالوں سے تمہیں نفرت ہے کیا باعث
مزا ہے زندگانی کا تو کچھ عشق و محبت میں

نہ دنیائے دنی سے ہے نہ ہمکو کام عقبے سے
غم دنیا و دیں سے چھٹ گئے تیری محبت میں

مزا کیا مل گیا ہے دلکو دل ہی خوب واقف ہے
نہ مرنے پر بھی جو بھولے وہ ہے لذت محبت میں

حسینان جہاں جتنے ہیں تنہائی کے عادی ہیں
ہمیشہ بند رہتے ہیں کسیکے دلکی خلوت میں

محبت کے سوا رکھا ہی کیا ہے باغ عالم میں
مزا ہے زندگی کا کچھ تو ہے عشق و محبت میں

نہ اسمیں بیوقوفی ہے نہ کچھ اسمیں حماقت ہے
حقیقت تو یہ ہے دل دیدیا انکو محبت میں

نظر پڑتے ہی دیوانوں کی حالت ہوگئی میری
خدا جانے کہ کیا جادو بھرا تھا انکی صورت میں

کہاں صحبت حسینوں کی کہاں اب گوشۂ عزلت
یہ کیسا یک بیک فرق آگیا میری طبیعت میں

جگر بیزار و دل مجروح تڑپاں قلب و جاں مضطر — لگا کر تم سے دل میں پڑ گیا کس کس مصیبت میں
جو دل ہی دیدیا ہمنے تو ہمیں کیا برائی کی — خدا لگتی کہو کیا کیا نہیں کرتے مروت میں
عدو نا خوش نو خویش و اقربا بیزار و دل مضطر — یہ اتنے جھگڑے پیدا ہو گئے صرف ایک الفت میں

نمبر ۱۴۶	برا مانو تو مانو نطق ہم تو صاف کہتے ہیں کہ پاگل ہو رہے ہو تم کسیکے عشق و الفت میں	۹

فقط کوئے بتاں ہی اور میں ہوں — مری آہ و فغاں ہی اور میں ہوں
دل حسرت نشاں ہی اور میں ہوں — مرا سوز نہاں ہی اور میں ہوں
ستانا ہو اُسے جتنا ستا لے — پھر آخر آسماں ہی اور میں ہوں
تصدق آپکے قدموں کے اوپر — یہ میری نقد جاں ہی اور میں ہوں
جگر کو چھیدتی ہی دیکھوں کیونکر — تری نوک سناں ہی اور میں ہوں
یہ تنہائی ہے مجھکو ہجر کی شب — فقط میری فغاں ہی اور میں ہوں
میں سودا کر رہا ہوں اپنے دل کا — محبت کی دکاں ہی اور میں ہوں
ہے میرے غمکدہ میں دوسرا کون — مکیں لامکاں ہی اور میں ہوں

نمبر ۱۴۷	کروں کیا نطق میں عالم کا شکوہ عدو سارا جہاں ہی اور میں ہوں	۱۱

پری رو پہلے انداز و ادا سے جان لیتے ہیں — پھر آخر رفتہ رفتہ دین اور ایمان لیتے ہیں
تمنا اور حسرت میری دونوں ہو گئیں مردہ — پڑی گوشے میں دلکی سسکیاں ارمان لیتے ہیں
نہوں ممنون کیونکر یہ عنایت اُنکی کیا کم ہی — کبھی وہ میری سُن لیتے ہیں باتیں مان لیتے ہیں
کوئی ہو وضع میری مجلسیں میں غیر کے گو میں ہوں — مجھے وہ دور ہی سے دیکھکر پہچان لیتے ہیں
نہ حاجت سان کی ہوتی کبھی ہی تیغ ابرو کو — دنی لوگوں کا کب عالی گہر احسان لیتے ہیں
کوئی اتنا تو سمجھا دے کوئی اتنا بھی تو کہدے — وہ کیوں تیغ تغافل سے ہماری جان لیتے ہیں

ہزاروں آفتوں کا سامنا ہے زندگانی میں ۔۔۔ وہی اچھے ہیں دم دیکر جولمبی تان لیتے ہیں

عجب قسمت کا لکھا ہے عجب تقدیر ہے میری ۔۔۔ کسی کی ہو خطا ناحق وہ مجھکو سان لیتے ہیں

نہ روکے گا کوئی تمکو کرو جو کچھ کہ ہو دل میں ۔۔۔ ہمیشہ کے لئے اب ہم تو لمبی تان لیتے ہیں

نہ پوچھو انکی الفت میں جو کچھ صدمے اٹھائی ہیں ۔۔۔ بتوں کا نام کب اب نطق تا امکان لیتے ہیں

نمبر ۱۴۸ ۔۔۔ مرہجاں نطق کو پرکھا نہیں ہے آج تک تمنے ۔۔۔ ۱۷

وہ کرہی بیٹھتے ہیں دلمیں جو کچھ ٹھان لیتے ہیں

پریاں تو کیا ہیں تجھسی کوئی حورعیں نہیں ۔۔۔ تیرے محل کے ایسی بہشت بریں نہیں

دنیا میں بڑھکے تجھسے تو کوئی حسیں نہیں ۔۔۔ ہم جانتے ہیں خلد کی بھی حورعیں نہیں

دنیا میں کیا حسین نہیں مہ جبیں نہیں ۔۔۔ انداز یہ مگر ہے کسی میں کہیں نہیں

وہ کون ہے کہ جسنے کہ دیکھا ہو آپکو ۔۔۔ اور سنگ آستانہ سے رگڑی جبیں نہیں

وعدہ کا آپکے تو نہیں اعتبار ہے ۔۔۔ کمبخت دل کو کیا کریں اسکو یقیں نہیں

یا حسرتوں کی فوج ہے یا آپکی ہے یاد ۔۔۔ انکے سوا کوئی مرے دل میں مکیں نہیں

عاشق کے ذبح کو ہیں یہ چھریاں تنی ہوئی ۔۔۔ بل ابروں پر اور یہ چیں بر جبیں نہیں

باہر ہی جب نہ سینۂ عشاق سے ہوں آپ ۔۔۔ کوئی کہیگا آپکو خلوت نشیں نہیں

کتنوں نے زہر کھائے محبت میں جان دی ۔۔۔ کیا کچھ ہوا ہے زیر سپہر بریں نہیں

ہاتھوں سے اسکے جھیلی ہیں کیا کیا مصیبتیں ۔۔۔ اب آرزوئے وصل نہیں یا ہمیں نہیں

رنگ حنا کا بوجھ کہو کس طرح اٹھے ۔۔۔ نازک بدن نہیں ہیں کہ وہ نازنیں نہیں

کہنے کو لاکھ بار کہو آئیں گے ضرور ۔۔۔ ہم اس کو کیا کریں ہمیں انکا یقیں نہیں

مطلب نکالے اس کا نہ کچھ اور ہی رقیب ۔۔۔ دوبار سنئے گا نہ مرہجاں نہیں نہیں

مجھپر ستم بھی تمنے کیے گالیاں بھی دیں ۔۔۔ وہ باتیں کون سی ہیں جو کیں یا کہیں نہیں

کوئی حسین لاکھ ہو پھیکا ہے حسن وہ ۔۔۔ ناز و ادا نہ جسمیں ہوں پھر وہ حسیں نہیں

مٹھی میں ہے کسی کی کہ زلفوں میں قید ہے | بدبخت دل کا اب تو پتا کچھ کہیں نہیں

نمبر ۱۴۹ | کیوں دل کو تھامے رہتے ہیں بیٹھے جناب نطق / کوئے بتاں میں چوٹ تو کھائی کہیں نہیں | ۱۰

وہ واقف ہی نہیں اب تک محبت کسکو کہتے ہیں | ہے عشق گلہ گراں کیا چیز الفت کسکو کہتے ہیں
مٹے جاتے ہیں ہم اس بھولے پن پر اک پری رو کے | کہ مجھسے پوچھتا ہے وہ محبت کسکو کہتے ہیں
حسینان جہاں بد اُنس ہیں سب سے نہیں واقف | وفا ہے نام کس شے کا مروت کسکو کہتے ہیں
تری فتنہ خرامی سے جہاں میں حشر برپا ہے | قیامت اور کیا ہوگی قیامت کسکو کہتے ہیں
قیامت کے جو ہیں مشتاق اُسکو دیکھ لیں آ کر | کہ معلوم ہو جائے قیامت کسکو کہتے ہیں
کسی سے دل لگاؤ آپ کھلجائیگا یہ تم پر | محبت کونسی شے ہے محبت کسکو کہتے ہیں
حسینوں کی مروت کا جو ذکر آیا تو یہ بولے | مروت کونسی شے ہے مروت کسکو کہتے ہیں
نہ مونس ہے نہ ہمدم ہے شب فرقت ہے اور ہم ہیں | نہیں ہے یہ اگر تو شام فرقت کسکو کہتے ہیں
ادا جس شخص کی دلکو لبھائے دل کو بھا جائے | وہی ہے خوبصورت خوبصورت کسکو کہتے ہیں

نمبر ۱۵۰ | خدا کا شکر ہے اے نطق ہم واقف نہیں اس سے / شب غم کون ہے اور شام غربت کسکو کہتے ہیں | ۷

بت سبنے بیٹھے ہیں عرض مدعا سنتے نہیں | عاشقوں کی یہ بتان بیوفا سنتے نہیں
اور دنیا میں جو ہوتے ہیں اُس پر ہے حسن | دیکھتے اُن کو نہیں یا تذکرہ سنتے نہیں
اِن بتوں کے وصل کی تدبیر کوئی کیا کرے | لاکھ منت کیجئے یہ التجا سنتے نہیں
درد دل کس سے کہوں اب کیا کروں اسکا علاج | آشنا سنتے نہیں نا آشنا سنتے نہیں
حاسدوں کے جی میں جو آئے وہ کہیں دو انھیں | ہم کسی کی گفتگوئے ناروا سنتے نہیں
رحم کچھ دے مہ جبینوں کے دلوں میں اے خدا | عاشقوں کی التجائیں یہ ذرا سنتے نہیں

خوف ہے اُن کو نہ رحم آجائے سنکر حال درد

نمبر ۱۵۱	اس لئے وہ نطق قصہ ہجر کا سنتے نہیں	۱۰

سنئے قصہ جو ہم اے ماہ لقا کہتے ہیں — داستان غم و اندوہ و بلا کہتے ہیں
اک جھلک اپنی دکھا کر یہ کہا اس بت نے — یہی جلوہ ہے جسے ہوش ربا کہتے ہیں
بے وفا بے حیا بد اُنس ستمگر ظالم — لوگ کیوں آپ کو اے ماہ لقا کہتے ہیں
کچھ جواب آپ کا ہے اور یہاں کچھ ہے سوال — آپ کیا سنتے ہیں ہم آپ سے کیا کہتے ہیں
لوگ بولیں نہ مروت سے تمھارے منہ پر — بیٹھو پیچھے تمھیں معلوم ہے کیا کہتے ہیں
بزم دشمن میں اگر بھیس بدل کر جاؤ — سن لو کانوں سے کہ یہ سب تمھیں کیا کہتے ہیں
لوگ جھک مارتے ہیں تم کو جو کہتے ہیں بت — ہم تمھیں نور خدا ظل خدا کہتے ہیں
تا کا جس شخص کو اس شوخ نے زندہ نہ بچا — نظر یار کو ہم تیر قضا کہتے ہیں
ہم تو کہتے ہیں انھیں حسن کی دیوی لیکن — لوگ انھیں حور لقا ماہ لقا کہتے ہیں

نمبر ۱۵۲	بہانہ کر کے پوچھتے ہو مرتے ہو کس پر اے نطق یہ تجاہل جو نہیں پھر اسے کیا کہتے ہیں	۱۴

کسی حسین سے آنکھیں لڑا کے بیٹھے ہیں — جوانی خاک میں اپنی ملا کے بیٹھے ہیں
کسی حسین سے اب لو لگا کے بیٹھے ہیں — کسی کے جوگ میں دھونی رما کے بیٹھے ہیں
ہے زخم تیغ کا یا تیر کا نہیں معلوم — جگر پر اپنے عجب چوٹ کھا کے بیٹھے ہیں
ہزاروں فتنے سر بزم ہو گئے برپا — جو ایک لحظہ وہ زانو دبا کے بیٹھے ہیں
ہم اٹھ کے جائیں تری در سے غیر ممکن ہے — خدا کے نام پر آسن جما کے بیٹھے ہیں
کریں جو حشر نہ برپا تو پھر قیامت ہے — یہ فتنے جو تری چھاتی پر آ کے بیٹھے ہیں
نہ سنبھلے بیٹھتے تھے وہ کبھی معاذ اللہ — ہزاروں لاکھوں کو لیکن مٹا کے بیٹھے ہیں
تمھارے ٹیکے کی شہرت نہیں جہاں میں اگر — یہ سگے دہر میں کس بد بلا کے بیٹھے ہیں
کہاں رہیں یہ پریشانی ہو گئی ان کو — جگر بھی دل بھی ہمارا جلا کے بیٹھے ہیں

خدنگ نازوادا کا نہیں ہے انکے جواب
تمام خلق کو بسمل بنا کے بیٹھے ہیں

حصول مطلب دل ان بتوں سے ہی معلوم
بس اب خدا ہی سے ہم لو لگا کے بیٹھے ہیں

کوئی قصور ہوا خاک سار سے شاید
حضور کہئے تو کیوں منہ بنا کے بیٹھے ہیں

کھڑے ہوئے جو وہ اک حشر ہو گیا برپا
جو بیٹھے بزم میں فتنہ اٹھا کے بیٹھے ہیں

نمبر ۱۵۱	جناب نطق وہ قاتل ہیں کوئی معمولی زمانے بھر کو وہ بسمل بنا کے بیٹھے ہیں	۱۴

ترے ہجر میں ہوں میں جاں بلب تجھے آہ اسکی خبر نہیں
یہ کٹے گی رات پہاڑ سی کیا مری شام کی ہے سحر نہیں

نہ گلہ ہے اپنے نصیب کا نہ ہے شکوہ کوئی طبیب کا
یہ مرض ہے ہجر حبیب کا کہ علاج کا کچھ اثر نہیں

نہیں چارہ اس میں ہے مختصر کرے جد کیا کوئی چارہ گر
نہ وہ پر یر دجو بخیہ گر تو رفو ہو چاک جگر نہیں

تجھے مختصر ساد ہن بھی ہے تری پتلی ایسی کمر بھی ہے
یہ خطا ہے کہتا ہے جو کوئی کہ دہن نہیں ہے کمر نہیں

میں ہوں ایسے حور کا شیفتہ جسے نور کہئے تو ہے بجا
مگر آہ رہتا ہے اس جگہ جہاں وہم کا بھی گذر نہیں

یہ اڑا یا رنگ سپہر نے ترے آسمانی لباس کا
ترے چاند ٹیکی کی نقل ہے یہ چمکتے شمس و قمر نہیں

رہے زندہ کوئی محال ہے ترا عشق دم کا دبال ہے
وہ ہے توڑ تیر نگاہ کا کہ جہاں میں جس کی سپر نہیں

ہے یہ بال سے بھی نحیف تر کہ کسی کو آئے نہ کچھ نظر

ہے یہ پیچ میں جادۂ نیستی تری اے حسین کمر نہیں
ذرا مجھ سے آکے گلے ملو ذرا منہ سے میرے دہن ملو
میں چلا ہمیشہ کے واسطے یہ ہے چار دن کا سفر نہیں
مرے دل کو آپ جلائیے مجھے عذر اس میں نہیں ہے کچھ
یہ ہے جلوہ گاہ حضور کا کسی دوسرے کا یہ گھر نہیں
مرے دل میں اب تو یہ ٹھن چکی کہ چکا دوں قصہ ابھی ابھی
نہیں تیرا یا تو یہ سنگ در یا تو دوش پہ مرا سر نہیں
رہے امتحان میں مستقل کرے صدقے یار وہ جان و دل
مری جان سچ یہ ہے غیر کا یہ کلیجہ دل یہ جگر نہیں

۹	یہ شعر کے کیسے جگر سے ہو جسے جا ہے دور نظر سے ہو نہ ہو کیسے نطق ملول میں وہ بغل میں میری اگر نہیں	نمبر ۱۵۴

نکھر رہے ہیں جو گلگوں عذار ہولی میں
عجب طرح کی ہے ہر سو بہار ہولی میں
وہ آفتاب سا چہرہ وہ رنگ سرخ عبیر
شفق ہے پھولی ہوئی دلفگار ہولی میں
پلاتے خون جگر ہو شراب کے بدلے
روا ہے تم کو نہیں اے نگار ہولی میں
جو بن سنور کے سر شام ہی سے جاتے ہیں
کسی کے ہونگے گلے کے یہ ہار ہولی میں
یہ آن بان یہ انداز یہ بناؤ چناؤ
نہ دل ہو دیکھ کے کیوں بیقرار ہولی میں
رنگے ہیں پری جواں سارے ایک رنگ میں آج
سیاہ فام بھی ہیں گلعذار ہولی میں
کبیر کا تو بہانہ ہے دیتے ہیں گالی
نکالتے ہیں وہ دل کا بخار ہولی میں
لنڈھائیں بوتلیں کتنی کسی پریوش نے
نہ پانچ کا ہے نہ دس کا شمار ہولی میں

۱۰	ہے دل میں ہم بھی ملیں نطق زعفرانی عبیر کسی کو ہم بھی دکھائیں بہار ہولی میں	نمبر ۱۵۵

فدائے یار دل و جان جو کر کے بیٹھے ہیں
یہ زندگی ہے کوئی توبہ مر کے بیٹھے ہیں

بتائیں کیا کہ سرِ رہگذر ہیں کیا بیٹھے
ہم انتظار میں اک فتنہ گر کے بیٹھے ہیں

یہ دیدنی ہے ستم آپ کا سرِ محفل
کہ آپ میری طرف پشت کر کے بیٹھے ہیں

ہزاروں منتیں مانیں دعا نمازیں کیں
ہم اسکے ملنے کی تدبیریں کر کے بیٹھے ہیں

خوشامدیں بھی کیں تعویذ گنڈے بھی لائے
جتن ہے کون نہ ہم جسکو کر کے بیٹھے ہیں

ذرا لگائیے تیر مژہ چھلک جائے
ہم اپنی زندگی کا جام بھر کے بیٹھے ہیں

سحاب و قلزم و ذخار پانی پانی ہیں
یہ سکے دہر میں اس چشم تر کے بیٹھے ہیں

نہ جانیئے انھیں کمسن وہ ہیں بہت چالاک
بڑے سیانوں کی وہ عقل ہر کے بیٹھے ہیں

وہ سادگی میں تھا عالم کہ جان جاتی تھی
خدا بچائے وہ اب بن سنور کے بیٹھے ہیں

کسیکے عارض گلرنگ کے خیال میں نطق
ہم اپنی آنکھوں کو آنسو سے بھر کے بیٹھے ہیں

نمبر ۱۵۶ ۱۲

تمکو ہم دل سے پیار کرتے ہیں
جان و دل تک نثار کرتے ہیں

کسی عاشق سے پوچھیئے اسکو
جور جو گلعذار کرتے ہیں

شب ہے تا صبح صبح سے تا شام
روز ہم انتظار کرتے ہیں

دن کو ہم چھت کی کڑیاں گنتے ہیں
شب کو تارے شمار کرتے ہیں

حسن دلکش بھی کیا قیامت ہے
لوگ جاں تک نثار کرتے ہیں

متوجہ کبھی نہیں ہوتا
کوششیں ہم ہزار کرتے ہیں

نام اس بت کا لوں تو کیونکر لوں
لوگ سب مار مار کرتے ہیں

اک نظر دیکھ کر مری جانب
تیر سینے کے پار کرتے ہیں

تیغ ابرو سے تیر مژگاں سے
وار پر آپ وار کرتے ہیں

عہد پورا نہ ہو مگر وعدہ
مجھ سے وہ بار بار کرتے ہیں

وحشت ایسی ہے دامن دلکو
بیٹھے ہم تار تار کرتے ہیں

نمبر ۱۵۷

بھول جاتا ہوں سارے شکوے نطق
وہ اگر آنکھیں چار کرتے ہیں

۱۱

زیست کا لبریز پیمانہ کروں — دل کا اپنے اُنسے بہانہ کروں
آج برہم بزم رندانہ کروں — نعرۂ پرجوش مستانہ کروں
دل کو اپنے تیرا دیوانہ کروں — غیر سے اپنے کو بیگانہ کروں
انکو پاؤں جان پہ میں کھیل کر — چاہتا ہوں جہد مردانہ کروں
پہلے ہو جاؤں فنا پھر اسکے بعد — آرزوئے عشق جانانہ کروں
انکو دعویٰ ہے کہ ہر ایک شخص کو — ایک عشوہ میں میں دیوانہ کروں
شمع رخ کا آپکے اے گلعذار — چاہتا ہوں دل کو پروانہ کروں
تیری الفت میں برہمن ہو کے میں — تجھکو پوجوں دلکو بتخانہ کروں
ہے یہ ممکن رحم آجائے اُوسے — ابتدائے فرقت کا افسانہ کروں
آج قسمت آزما کر دیکھ لوں — التجائے مستمندانہ کروں

نمبر ۱۵۸

عشق گلدریاں نہیں آسان نطق
جان جب کھولوں تو یارانہ کروں

۹

دم بخود ہوں آپکو میں بیوفا کیونکر کہوں — جان سے پیارے کو بدخو کج ادا کیونکر کہوں
حبیب سے الفت ہو کر دل کیونکر مذمت اسکی ہیں — آپ کی زلفوں کو میں کالی بلا کیونکر کہوں
آپ کی تقریر و جب بخت میری نادرست — بیوفا میں آپکو میں بیوفا کیونکر کہوں
شرط راہ عشق سے یہ امر ہے بالکل بعید — تم کیا کرتے ہو ظلم ناروا کیونکر کہوں
لب جلے لب پر اگر آجائے ذکر سوز ہجر — یہ بڑی مشکل ہے تپش ہجر کا کیونکر کہوں
آپ سچ کہتے ہیں کیوں دل ہی لگایا میں نے تھا — اسکا میں مجرم ہوں بیشک خطا کیونکر کہوں

رحم کے بدلے مریجاں نمکو آجاتا ہو طیش		جو مرے دل پر گذرتی ہے بھلا کیونکر کہوں
پوچھتے ہیں عاشق و شیدا سے کیا نام و نشاں		بیوطن ہو اک یکہ ہوں مبتلا کیونکر کہوں

نمبر ۱۵۹	گو ہے لبریز شکایت کاسۂ دل نطق کا ظلم کا قصہ ولیکن برملا کیونکر کہوں	۷

یہ چشم جادو سے مارتے ہیں غضب کے ساحر بنے ہوئے ہیں

دل انکا پتھر ہے کون شے سے بتان کافر بنے ہوئے ہیں

جان لیتے ہیں مسکرا کر ستم یہ کرتے ہیں دل چرا کر

یہ کیسے معصوم انجمن میں مگر بظاہر بنے ہوئے ہیں

ہیں زندگانی سے سیر عاشق بتوں کے کوچہ میں جارہے ہیں

عدم کے اقلیم کے سفر کو یہ سب مسافر بنے ہوئے ہیں

نہ خاک ہی سے ہوئے یہ پیدا نہ نار ہی سے خمیر ان کا

وہ کون عنصر ہے پھر کہ جس سے حسین آخر بنے ہوئے ہیں

وہ بیٹھتے ہیں جو پاس میرے زبان گویا نہیں دہن میں

مگر جو بزم عدو میں دیکھو تو کیا مقرر بنے ہوئے ہیں

پڑھا رہے ہیں یہ اپنا کلمہ خدائی بھر کو جہان بھر کو

غضب خدا کا بتان کافر خدا کے منکر بنے ہوئے ہیں

نمبر ۱۶۰	نہ ان کو قاتل بنائے کوئی نہ کچھ ہو شبہہ کسیکو ان پر مزار نطق شکستہ دل کے وہ اب مجاور بنے ہوئے ہیں	۹

یہ بات کیا ہے کہ مہرباں وہ کچھ آج مجبور بنے ہوئے ہیں

خدا کی قدرت کو دیکھئے تو کہ موم پتھر بنے ہوئے ہیں

نہ رحم انکو ہے ذرہ بھر بھی نہ درد دل میں ہے انکے مطلق

بتوں کے دل اے خدائے برتر یہ کیسے پتھر بنے ہوئے ہیں

کسی کی آہ رسا کا شاید اثر ہوا ہے ضرور اُن پر
کہ بے سبب آج رات ہی سے ملول و مضطر بنے ہوئے ہیں

ہے حسن پردے میں اُنکا پنہاں کسی نے دیکھی نہ شکل اصلا
مگر تماشا یہ دیکھیئے تو وہ سب کے دلبر بنے ہوئے ہیں

دھواں ہے سوز دروں کا میرے کہ نام جسکا فلک پڑا ہی
شرارے یہ میری آہ کے ہیں فلک پر اختر بنے ہوئے ہیں

ہیں گیسوے عنبریں قیامت نہ کاٹ کا جن کے کوئی منتر
دلوں کے ڈس جانے کو یہ کالے غضب کے اژدر بنے ہوئے ہیں

لہو ٹپکاتی ہیں پتلیں کہیں پر کہ سُرخ غصے میں ہیں یہ آنکھیں
لہو کی بوندیں کہو تو کیونکر یہ دونوں ساغر بنے ہوئے ہیں

نہ قہقہے ہیں نہ چہچہے ہیں نہ بولتا ہے نہ چالتا ہے
ہماری مجلس میں کیا سبب ہے کہ وہ بت اگر بنے ہوئے ہیں

نمبر ۱۶۱	بتائیں کیا حال اپنا تمکو ہیں نطق بیزار زندگی سے کسیکے درد مفارقت سے نحیف و لاغر بنے ہوئے ہیں	۱۰

چارہ سازی سے طبیبوں کی شفا کچھ بھی نہیں
نازنینوں میں بجز حسن ادا کچھ بھی نہیں
سنتے تھے دنیا میں یہ دو ساری ہیں اسباب عیش
اس متاع بیش قیمت سے ہمیں محروم ہیں
پھر بھی قسمت کا گلہ باتیں غیر کی سب کچھ سنیں
خود ہمیں انکو تو دنیے ایسی بخشش یا خدا

درد الفت سے مریض کی کیا دوا کچھ بھی نہیں
رحم ذرہ بھر نہیں ان میں وفا کچھ بھی نہیں
ٹھوکر لگا کے آنکھیں جو دیکھا ہمنے تھا کچھ بھی نہیں
حسن والوں سے جو سچ پوچھو وفا کچھ بھی نہیں
سامنے انکے ہماری التجا کچھ بھی نہیں
رحم دل میں ان حسینوں کے ذرا کچھ بھی نہیں

جبکے تپلی شرم سے دیدہ کے اندر رہتے ہیں
کون کہتا ہے انھیں شرم و حیا کچھ بھی نہیں

بے نشان کا ڈھونڈھتے پر کیا نشاں پا کوئی
ڈھونڈھ ڈالا ہر جگہ دل کا پتا کچھ بھی نہیں

کیوں ہوئی تخلیق میری کیا غرض خالق کی تھی
آکے دنیا میں بتاؤ کیا کیا کچھ بھی نہیں

نمبر ۱۶۲ — ۹

اس سے پھر ای نطق کیا ہو ہمکو امید وصال
ہائے سنتا ہی وہ عرض مدعا کچھ بھی نہیں

جب سے انپر مری افسوس پڑی ہیں آنکھیں
کیا لگائے ہوئے ساون کی جھڑی ہیں آنکھیں

لب ہیں پتلے سے دہن تنگ بڑی ہیں آنکھیں
ہے حجاب ایسا کہ مٹی میں گڑی ہیں آنکھیں

چین دل کو نہیں اک لحظہ پڑا روتا ہوں
جب سے اک شوخ پر افسوس پڑی ہیں آنکھیں

بھیج سکتا نہیں میں نامۂ پیغام جہاں
کیا کہوں ایسی جگہ میری لڑی ہیں آنکھیں

پڑ گیا تیر مرے سینے پر آنا فانا
اک حسیں پر مری جب سے ہی پڑی ہیں آنکھیں

انکے کاشانے ہیں یہ روزن دیوار نہیں
کسی دیدار کے پیاسے کی جڑی ہیں آنکھیں

ہو گیا نوح کا طوفان بپا آنکھوں سے
یوں لگائے ہوئے ساون کی جھڑی ہیں آنکھیں

زہر آلودہ بنے سرمے سے نوک مژگاں
جان عشاق کی لینے پر اڑی ہیں آنکھیں

نمبر ۱۶۳ — ۱۳

قتل عام آج مچے گا سر بازار ای نطق
فوج مژگاں کی لئے آکے کھڑی ہیں آنکھیں

اسے بتو ہم سیر گلزار ارم کرنے کو ہیں
جان دیکر طے رہ ملک عدم کرنے کو ہیں

آج مجھپر تیغ بران وہ الم کرنے کو ہیں
سجدۂ شکرانہ زیر تیغ ہم کرنے کو ہیں

پھرتے ہیں خنجر بکف کسپر ستم کرنے کو ہیں
کس شہید ناز کا وہ سر قلم کرنے کو ہیں

بن رہے ہیں ہو رہا ہی سر سے پاؤں تک سنگار
موت کس کی آئی ہے کسپر ستم کرنے کو ہیں

سرمہ دیکر آنکھ میں وہ جان لیں گے خلق کی
ایک عالم پر وہ اک تازہ ستم کرنے کو ہیں

پان کھا کر سرمہ دیتے ہیں وہ اپنی آنکھ میں
عاشقوں پر سحر و افسوں کا وہ دم کرنے کو ہیں

کاکرزی ہی زنگ ہے ملبوس کا کھولے ہیں بال
عاشق شیدا کا شاید آج غم کرنے کو ہیں

سر کے بل جائینگے کوئے یار میں بشوق سے
کوچۂ الفت میں ہم سر کو قدم کرنے کو ہیں

بام پر اپنے دکھا کر آج جلوہ طور کا
بت پرست اب مونھ کو صنم کرنے کو ہیں

دیکھنا یہ ہے کہ کیا دیتے ہیں وہ اسکا جواب
خون دل سے حال دل کا ہم رقم کرنے کو ہیں

ہم خدا سے لو لگائینگے یہی اب ٹھن گئی
رفتہ رفتہ ان بتوں سے ربط کم کرنے کو ہیں

کہہ رہے ہیں خود سے ہم آئینگے پر وہ مگر آج
آج کیا ہے کیسے کیسے یہ کرم کرنے کو ہیں

نمبر ۱۶۴	گو مسلماں ہیں ارادہ ہے مریں کہ بت پہ آج کفر اور اسلام کو ہم نطق ختم کرنیکو ہیں	۱۸

ہیں سوز عشق کی اور اضطراب کی باتیں
سناؤں کیا دل خانہ خراب کی باتیں

نہیں یہ جان ثواب و عذاب کی باتیں
سنو تو کچھ دل خانہ خراب کی باتیں

سمجھ رہا ہوں کہ یہ سب ہیں خواب کی باتیں
جو سن رہا ہوں کسی سے شباب کی باتیں

نہ ہم ہیں وہ نہ رہا جوش و ولولہ دل کا
فسانہ ہو گئیں ساری شباب کی باتیں

وہ بے کہا ہے یہ لاکھوں کنوئیں جھنکاتا ہی
نہ پوچھئے دل خانہ خراب کی باتیں

کلام رحم و تلطف کے بھی کچھ اب ہو جائیں
بہت میں سن چکا ای جاں عتاب کی باتیں

گئی جو چیز تو پھر اسکا تذکرہ کیسا
گیا شباب تو پھر کیا شباب کی باتیں

نہ اب ہے جلسۂ رنداں نہ وہ پرستش حسن
گئیں شباب کے شامل شباب کی باتیں

جنوں کا دفتر پارینہ گاؤ خورد ہوا
سناؤں آپکو کیا میں شباب کی باتیں

وہ سیر کوچۂ و بازار و جلسۂ احباب
وہ خواب ہو گئیں ساری شباب کی باتیں

مٹی وہ حسن پرستی گیا وہ جوش جنوں
نماز روزہ ہے اب اور کتاب کی باتیں

کہیں نہ باسی کڑھی میں ابال آجائے
نہ چھیڑ دو حضرت واعظ شراب کی باتیں

کروں گا کرنے کو سب بندۂ محبت ہوں
سنوں گا میں نہ کبھی رعب و داب کی باتیں

ہیں اکل و شرب غم ہجر اور خون جگر	سنا نہ ہمکو شراب و کباب کی باتیں
نہ دل ہی جس کا رہے اختیار میں اپنے	وہ کیسے مانے کسی شیخ و شباب کی باتیں
کلیجہ آتا ہے منہ کو جو یاد آتی ہیں	وہ پیار کی کسی عتاب کی باتیں
جناب نطق عدیم المثال خود اور ہیں	زمانے بھر سے نرالی جناب کی باتیں

نمبر ۱۶۵	سوال وصل پر اے نطق کیوں نہ منہ پھیریں سنیں وہ کیسے یہ شرم و حجاب کی باتیں	۹

سرگرم کچھ نہیں ہوں تلاش معاش میں	مارا ہیں پھرا ہوں کسکی تلاش میں
بیکار محض ہے اسے کیا کیجئے گا آپ	رکھا ہوا ہی کیا ہے دل پاش پاش میں
مجھ کشتۂ نگاہ کی پہچان کے لئے	نرگس کا پھول باندھ رہے ہیں لاش میں
تعریف اسکی ہو نہیں سکتی کسی طرح	کیا کیا صفت نہیں صنم یار باش میں
جیسے کہ الف بت کا فر ہوئی مجھے	اک فرق آگیا ہے مری بود و باش میں
ٹکڑے جگر کے دیکھلے ایجان غور سے	لکھا ہوا ہے نام ترا قاش قاش میں
دیدے زکوۃ حسن فقیروں کی لے دعا	کیا کچھ نہیں ہے سائلوں کی شاد باش میں
کہتے ہیں وہ حسینوں میں بس حسن چاہئے	رکھا ہے کیا تمامی کے جوڑے تراش میں

نمبر ۱۶۶	ای نطق جان جائے نہ کیوں اس حسین پر اوصاف سب حمیدہ ہیں اس خوش تماش میں	۸

بیوفائی میں حسینان جہاں سب طاق ہیں	ظلم اور جور و جفا میں شہرۂ آفاق ہیں
آئیے پردہ سے باہر کیجئے آشنا ناز	آپ کے دیدار کے عاشق بہت مشتاق ہیں
رحم کرنے میں کسی پر طفل مکتب ہوں تو ہوں	دل کے لینے میں تو یہ لیکن بڑے مشتاق ہیں
شاخ مرجاں ہیں حقیقت میں تمھاری انگلیاں	سرو قد میں شاخ طوبیٰ ہے تو نخل ساق ہیں
ہو نہیں سکتی محبت میں تمیز نیک و بد	منتشر سارے کتاب عقل کے اوراق ہیں

علامت افتادہ و بطور اشارہ مرحوم

غیر کا شکوہ نہ سہواً بھی کروں گا آپ سے
ایسی باتیں آپ کو میں جانتا ہوں شاق ہیں

ہے سراپا آپ کا لکھا ہوا دیوان میں
کاغذی گلدستہ ایجان اسکے سب اوراق ہیں

نمبر ۱۶۷

سُن نہیں سکتا میں ناصح کی نصیحت نطق چھ
مجھسے رشتے ہیں تو رشتے کیا مری رزاق ہیں

۱۱

گیسو ترے اسوقت غضب ڈھلے ہوئے ہیں
رخسار پہ آ آکے جو بل کھائے ہوئے ہیں

کیا حسن نکل آیا ہے مجھسے کوئی پوچھے
کالے جو جبیں پر تری لہرائے ہوئے ہیں

کہتے ہیں کہ رو کر نہ دعوت تری لیکن
گھر پر ترے آنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں

فریاد کرے عاشق ناشاد نہ کوئی
اس خوف سے محشر میں وہ گھبرائے ہوئے ہیں

لاکھوں تو خوشامد سے وہ آئے ہیں مرے گھر
اب گود میں آتے نہیں شرمائے ہوئے ہیں

بولو بھی تو کچھ وجہ ملال اے گل خوبی
کیوں پھول سے رخسار کمھلائے ہوئے ہیں

دے دے کے تسلی دل بیتاب کو اپنے
فرقت میں کسی حور کی بہلائے ہوئے ہیں

جان عاشق صادق کی تو لی پہلے نہ سوچا
اب آنکھوں میں آنسو ہیں وہ پچھتائے ہوئے ہیں

مطلب کا کبھی لفظ نہ آئیگا زباں پر
مہمان مرے گھر میں وہ آج آئے ہوئے ہیں

حاصل ہو جو مقصد ہے ہمارا کہیں مولا
ہم دست دعا عجز میں پھیلائے ہوئے ہیں

نمبر ۱۶۸

کیا آنکھ لڑائینگے حسینوں سے کبھی لطق
ہم دل سے تماشے کی سزا پائے ہوئے ہیں

تلاش اور جستجو میں جن کی زمانے سے ہم لگے ہوئے ہیں
ذرا تماشا یہ دیکھئے تو ہمارے دلمیں چھپے ہوئے ہیں

تمہارے پرنور رخ پر افشاں خدا کی قدرت کا ہے تماشا
کہ چاند پر سیکڑوں ستارے یہ کسطرح سے جڑے ہوئے ہیں

لگائیں گے آگ وہ جہاں میں شباب آئیگا انکا جسدم

ابھی زمانہ ہے کمسنی کا اسی سے فتنے دبے ہوئے ہیں
ہماری آنکھوں میں دوسرا کب سمائے گا ہے یہ غیر ممکن
ازل ہی سے وہ ہمارے پیارے جب انہیں آکر بسے ہوئے ہیں
لجاجتیں کیں خوشامدیں کیں مگر ہوا کچھ اثر نہ اُن کا
یہ میری قسمت کا ہے نوشتہ کہ بے سبب وہ کھچے ہوئے ہیں
وہ رحم کھائینگے کیا کسی پر بچائیں گے جان کیا کسی کی
ہزاروں لاکھوں کا خون ناحق وہ اپنے سر پر لئے ہوئے ہیں

نمبر ۱۶۹	پھریں گے دم عاشقی کا کیا ہم نہیں رہا نطق وہ زمانہ الگ تھلگ ان بتوں سے اب تو ہم اپنے گھر میں پڑے ہوئے ہیں	۱۷

قتل ہی کر دیں مجھے راہ دکھایا نہ کریں — وعدہ ایفا نہیں کرنا ہے تو اچھا نہ کریں
جادۂ ملک عدم سب کو دکھایا نہ کریں — کالی زلفوں میں وہ یوں مانگ نکالا نہ کریں
میرے ہوتے وہ یہ تکلیف گوارا نہ کریں — اپنے ہاتھوں سے وہ زلفوں کو بنایا نہ کریں
مہندی مسی کا شب وعدہ بہانا نہ کریں — جان سے جاؤنگا یارب کہیں ایسا نہ کریں
کیا کرے کوئی مقدر ہی اگر ٹیڑھا ہو — ہے یہ پردا وہ کریں غیر سے پردا نہ کریں
خیال غیروں ہی کا آنکھوں رہے غیروں سے ملیں — میری پروا نہیں کرتے ہیں تو اچھا نہ کریں
دل ہی دل کو مرے اور دکھا دیتی ہے — اس سے بہتر ہے مرا حال وہ پوچھا نہ کریں
کرتے ہیں ذبح اگر تیغ تغافل سے کریں — جور بیجا سے مگر پانی کلیجا نہ کریں
جادو چل جائیگا ہو جائینگے رخنے لاکھوں — دل مضطر کو کنکھیوں سے وہ دیکھا نہ کریں
ضبط کی حد بھی ہے کچھ کہنے تو ہم دل کی بھڑاس — نالۂ نیم شبی سے بھی نکالا نہ کریں
منہ لگائیں نہ رقیبوں کو یہ اُنسے کہدو — آستینوں میں وہ ان سانپوں کو پالا نہ کریں
خام عقلی ہے بتوں سے یہ توقع رکھنا — بات رنجش کی وہ عشاق سے پیدا نہ کریں

دل میں جو آئے وہ سب کرلیں جفائیں لیکن | میرے آگے وہ ستم غیر کی کھایا نہ کریں
میرے پاس آج تو چھپ کر وہ چلے آئے ہیں | میرے دشمن کہیں اس بات کا غوغا کریں
آپ ہیں جان جہاں جان ہی تو سب کچھ ہے | آپ کے ملنے کی کس طرح تمنا نہ کریں
جور بیوجہ کی تاویل تو کرتا ہے ضرور | بیٹھے کس طرح وہ پھر بات بنایا نہ کریں

نمبر ۱۰ | حضرت نطق کو اتنا بھی تو سمجھائے کوئی
اپنے دل کا کسی دلدار سے سودا نہ کریں | ۲۰

کہوں کیا سوز الفت کسطرح مجھکو ستاتے ہیں | کبھی سینہ جلاتے ہیں کبھی دلکو جلاتے ہیں
کبھی چپکا اگر بیٹھا تو مجھ سے منہ پھلاتے ہیں | کبھی چھیڑا اگر انکو تو صلواتیں سناتے ہیں
وہ اپنے عاشقوں کو اپنا چہرہ کیا دکھاتے ہیں | سبھوں کو محو حیرت کرتے ہیں حیران بناتے ہیں
نہ پاس اپنے بٹھاتے ہیں نہ صورت ہی دکھاتے ہیں | نہ آتے ہیں نہ جاتے ہیں نہ وہ مجھکو بلاتے ہیں
دکھا کر اپنی آنکھیں خلق کو بسمل بناتے ہیں | غضب ہے سحر و افسوں ہے کرامت وہ دکھاتے ہیں
بتائیں کیا کہ کیا کیا حسن والے ظلم ڈھاتے ہیں | کسیکو گل کھلاتے ہیں کسیکو غم کھلاتے ہیں
یہی برتاؤ اپنے چاہنے والوں سے ہے ان کا | جلاتے ہیں ستاتے ہیں ستاتے ہیں جلاتے ہیں
نہ بھولی ہے نہ بھولیگی تری یاد جفا ظالم | بھلانیکو تو لاکھوں بار دل سے ہم بھلاتے ہیں
تم اک اپنے کو دیکھو اک ہمارا حوصلہ دیکھو | تمہارے ناز اٹھ سکتے نہیں لیکن اٹھاتے ہیں
کہاں وہ تھی محبت اور کہاں اب عداوت ہے | چھری کو وہ نہیں پاتے اگر ہمکو وہ پاتے ہیں
کسی کا وقت رخصت آبدیدہ ہوکے یہ کہنا | خدا کو سونپتے ہیں تمکو اب لو ہم تو جاتے ہیں
نظر آئیگا جلوہ طور کا اب سب کو دوبارہ | تمنا والو دیکھو رخ سے وہ پردہ اٹھاتے ہیں
عجب اسرار ہے میں گو زباں سے کچھ نہیں کہتا | نگاہوں سے وہ دل کے بھید کیونکر جان جاتے ہیں
یہ کیا احسان کچھ کم ہے یہ تھوڑی مہربانی ہے | کبھی تو بات سن لیتے ہیں میری مان جاتے ہیں
مسیحائی دکھانے کا نیا انداز ہے ان کا | کسیکو مارتے ہیں مار کر پھر وہ جلاتے ہیں

میں روتا ہوں ادھر اور وہ ادھر دن رات ہنستے ہیں
یہ میرے زخم دل بھی کچھ عجب آفت مچاتے ہیں

فغاں سے ہو گئے قدوسیوں کے کان بھی بہرے
مرے نالے خبر اب آسمانوں کی بھی لاتے ہیں

چھلکے پڑتے گرے پڑتے ہیں مستی جوانی سے
کوئی دیکھے تو سمجھے نیند کے شاید وہ ماتے ہیں

محبت کے کرشمے ہی زمانے سے نرالے ہیں
وہ ہیں غیروں سے روٹھے اور ہم انکو مناتے ہیں

حقیقت میں جناب نطق کا دم بھی غنیمت ہے
زمین شعر میں دیکھو تو کیا کیا گل کھلاتے ہیں

نمبر ۱۷۱

نکہت گل ہے کہیں شیون بلبل ہے کہیں
شیشۂ مے ہے کہیں جام کہیں مل ہے کہیں

شیشۂ مے ہے کہیں جام کہیں مل ہے کہیں
خندۂ بادہ کشاں صورت قلقل ہے کہیں

کہیں ناقوس کی آواز کہیں صوت فغاں
شور محشر ہے کہیں نالۂ بلبل ہے کہیں

دیر و کعبہ میں ہے ناقوس اذاں کی جو پکار
کیا تماشا ہے وہ ہے اور کہیں غل ہے کہیں

لامکاں یار کا گھر حسن کا جو چاہے یہاں
بو کہیں پھیلی ہوئی پھول کی ہے گل ہے کہیں

ہے کہیں آہ کہیں نالۂ عاشق کہیں غم
گریۂ عاشق ناشاد کہیں غل ہے کہیں

خود ہی ذرہ میں بھی خورشید میں بھی ہے وہ نطق
فرق اتنا ہی تو ہے جز و کہیں کل ہے کہیں

باب الواو

نمبر ۱۷۲ — ۱۳

ہجر میں ہوش نہیں آپ کے دیوانے کو
اور احباب چلے آتے ہیں سمجھانے کو

آپ کی کھینچ رہا ہوں میں خیالی تصویر
مشغلہ خوب ہے یہ دل کے بہلانے کو

خود گلا کاٹ کے رکھ دوں گا ابھی سر اپنا
میں نہ مانوں گا بھلا آپ کے فرمانے کو

سچ میں کہتا ہوں کہ اس شوخ کے جانیکے بعد
رات بھر نیند جو آئی ہو قسم کھانے کو

ناجی و ناری کا جھگڑا نہ چکا تھا اب تک
شیخ جی بیٹھے ہیں اس گتھی کے سلجھانے کو

رہکے دل میں مری خاطر شکنی کیوں نہ کریں / کہ نصیب ہوا توڑ کے بتخانے کو
آج اس حور نے فیضان قدم سے اپنے / رشک فردوس کیا ہے مرے سیہ خانے کو
زخم کھا کھا کے بھی کچھ سیر طبیعت نہ ہوئی / اب میں مجبور ہوں آمادہ ہوں سم کھانے کو
خم کے خم کرتے ہیں پی پی کے وہ خالی ساقی / پوچھتا رندوں سے ہے ایک دو پیمانے کو
غافلو وقت کی کچھ قدر کرو یہ سمجھو / آئے دنیا میں ہو کچھ دھر تیں کر جانے کو
دن تو فرقت میں جلانے کے لئے آیا تھا / ہجر کی رات چلی آتی ہے تڑپانے کو
رہبر راہ عدم ہیں ترے دیوار تلے / دم کے دم سایہ میں بیٹھے ہیں چلے جانے کو

نمبر ۱۶۳

اک ذرا ٹھیس لگی درد اٹھا جان گئی
آپ کیا پوچھتے ہیں نطق کے مرجانے کو

۱۲

ترچھی چتون سے دل عشاق گھائل کیوں نہ ہو / نرگسیں آنکھوں سے ہر انسان بسمل کیوں نہ ہو
جان مضطر کیوں نہ ہو بیتاب ہر دل کیوں نہ ہو / اس پری کو دیکھ کر ہر شخص بسمل کیوں نہ ہو
کاکل پر پیچ کا تیرے جو مفتون ہو گیا / ایسے دیوانے کو پھر قید سلاسل کیوں نہ ہو
ایک ہی تلوار میں سر کٹ کے قدموں پر گرا / مرحبا صد آفریں شاباش قاتل کیوں نہ ہو
جادو چشم پری ویاں کے آگے کچھ نہیں / سامری کا سحر ہو یا سحر بابل کیوں نہ ہو
ترک کر بیٹھے ہیں یہ دنیا کی ساری لذتیں / اس سے خاصان خدا کو قرب حاصل کیوں نہ ہو
ہم سمجھتے ہیں اسے آسان سے آسان تر / گل کھلانے میں زمین شعر مشکل کیوں نہ ہو
آج ہے مد نظر اسکو جو کرنا قتل عام / زیب و زینت کیطرف وہ شوخ مائل کیوں نہ ہو
جلوۂ ہوش ربا اسکا جو آجائے نظر / بیخود و حیرت زدہ محفل کی محفل کیوں نہ ہو
لاغری سے ہو رہا ہوں میں بہت زار و نزار / اک قدم چلنا بھی مجھکو ایک منزل کیوں نہ ہو
اک شہید ناز کی تربت ہے یہ اے دوستو / رحمت اسپر رات دن مولا کی نازل کیوں نہ ہو

نمبر ۱۶۴

پیدا نیاز یہ شوخی یہ غمزہ یہ حیا
آپ پر قربان و شیدا الطف کا دل کیوں نہ ہو

۱۳

ہمدرد چاہیے نطق کا سارا جہاں نہو
بے کار محض تو ہی اگر مہرباں نہو

راز نہان الفتِ دلبر عیاں نہو
بھڑکے بھی آگ دلمیں تو ظاہر دھواں نہو

ایفا بھی ہو نہ ہو یہ خدا ہی کو علم ہے
وعدے پر اس پری کے کوئی شاداں نہو

کیونکر کروں نہ آہ دل سوختہ سے میں
ممکن نہیں کہ آگ لگے پھر دھواں نہو

ڈر ہے کہ تیرے پھول سے رخسار دیکھکر
گلشن سے عندلیب ترے گھر رواں نہو

بھرتا ہے انکے کان رقیب سیاہ رُو
مارے وہاں تمرکو پانی جہاں نہ ہو

کعبہ میں یا کنشت میں ڈھونڈھیں کہاں تجھیں
کچھ بھی خبر تو ہو کہ کہاں ہو کہاں نہو

ہو ضبط رازِ الفتِ محبوب اس طرح
حیرت سے گفتگو سے بھی ہرگز عیاں نہو

اس خوبرو کے ابرو و مژگاں کی یاد میں
دل ٹکڑے ٹکڑے ہو بھی لب پر فغاں نہو

کیا ظلم ہے کہ یار کی محفل میں ہوں مگر
پرسان حال ایک بھی میرا وہاں نہو

ابرو پر اپنے ڈال کے بل کہہ رہے ہیں وہ
کیسے چلیگا تیر جو ترچھی کماں نہ ہو

جاتا ہے بہر سیر تو اے گل جو بے نقاب
پروانہ شمع رخ کا ترے اک جہاں نہو

مرنے کو لاکھ بار مروں ہو اگر یقیں
مرجانے پر بھی یار مرا بدگماں نہ ہو

بزم طرب ہو ساغر بادہ ہو آپ ہوں
غیروں کا دخل ذرہ برابر وہاں نہو

بے چین بے قرار پریشان حال ہوں
یارب کسی کو الفت زلف بتاں نہو

جلاد کو بلائیے نازک بدن ہیں آپ
خنجر گلے پر آپ سے شاید رواں نہ ہو

طرفہ ہے یہ کہ بیٹھے ہیں مجلس میں غیر کی
پھر وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ تم بدگماں نہو

اے حوران کو جو ترے کوچے کے ہیں گدا
مرجانے پر بھی خواہش باغ جناں نہو

انسان اسکو کوئی سمجھنے ہی کیوں لگا
جس کو کہ الفت بت شیریں دہاں نہو

پھر لطف خاک بادہ کشی میں مجھے ملے
بزم طرب میں تو ہی جو اے مہرباں نہو

آفت سی آفت آگئی شمشاد و سرو پر
جل جائے تن بدن بھی تو لب پہ فغاں نہو

سچ پوچھئے تو ہے یہی شرط عاشقی	جل جائے تن بدن بھی تو لب پر فغاں نہو
آخر مٹا دی عاشق صادق کی قبر بھی	باقی وہ چاہتا ہے کہ نام و نشاں نہو
مشق خرام ناز سے اے جان آپ کی	پامال دیکھئے دل حسرت نشاں نہو

نمبر ۱۷۵	سنکر وہ بولے غیر سے افسانہ قیس کا دیوانے نطق کی یہ کہیں داستاں نہو	۷

غم آٹھ پہر کھاتے ہیں کیا جانئے کیا ہو	فرقت میں گلے جاتے ہیں کیا جانئے کیا ہو
وہ غیظ میں تھراتے ہیں کیا جانئے کیا ہو	شمشیر بکف آتے ہیں کیا جانئے کیا ہو
ہم تم سے الگ ہو کے جئیں یا نہ جئیں پھر	دل ہمکو دئیے جاتے ہیں کیا جانئے کیا ہو
بہتر ہے کہ ہم بھی چلیں ہمراہ وگرنہ	وہ غیر کے گھر جاتے ہیں کیا جانئے کیا ہو
کچھ رنگ یہ بیرنگ نظر آتا ہے مجھکو	ہمراہ رقیب آتے ہیں کیا جانئے کیا ہو
دیدار کو ہم جاتے ہیں گھر انکے ولیکن	جاتے ہوئے گھبراتے ہیں کیا جانئے کیا ہو

نمبر ۱۷۶	اے نطق خدا پر رہے دن رات توکل کیوں آپ فرماتے ہیں کیا جانئے کیا ہو	۲۴

خط لیکے مرا اور بہت جلد ہوا ہو	ہیئت کے لئے قاصد تو ہی اب پیک صبا ہو
حالت ہی تبہ نطق کی کیا جانئے کیا ہو	عاشق کوئی معشوق سے یارب جدا ہو
تم چاند ہو سورج ہو پری ہو کہ خدا ہو	صورت جو دکھاؤ تو ہو معلوم کہ کیا ہو
لطف آتا ہے ہر بات میں تیری ہمیں ظالم	سب ہمکو برابر ہیں وفا ہو کہ جفا ہو
لو کان پکڑتے ہیں اگر کچھ بھی کہیں ہم	کیوں ہمسے کھنچے جاتے ہو کیوں ہمسے خفا ہو
باز آئیں گے الفت سے کسیکی یہ ہو مشکل	منہ موڑ لیں گے ہم۔ ایک نہیں لاکھ جفا ہو
کیوں ہوتے ہو دل لیکے اب ایمان کے خواہاں	کیوں سجدہ کروں ہمکو ہیں بت ہو کہ خدا ہو
ہم جان پر اب کھیل کے جاتے ہیں گھر انکے	افتاد پڑے کون سی کیا جانئے کیا ہو

اک شب بھی جو مہمان ہو تم دیکھو تماشا — دل صدقے ہو قربان جگر جان فدا ہو

کیوں کر نہ تمھیں دیکھ کے مرنے لگے انساں — بوٹا سا ہے قد فتنہ ہو آفت ہو بلا ہو

بے برقع جو تم ناز کی رفتار سے آؤ — میدان قیامت میں بھی اک حشر بپا ہو

اے بانیٔ بیداد تو وہ ظلم کر ایجاد — جس کو کبھی انسان نے دیکھا نہ سنا ہو

ہم کیا کہیں کیوں ہم سے خفا ہے وہ پری رو — لو ہم سے قسم کچھ بھی اگر ہم نے کہا ہو

کس شخص سے کیا ہم نے شکایت تری کی ہے — کہہ ڈال اُسے صاف جو کچھ تو نے سنا ہو

بے برقع اگر دیکھیں ترا چاند سا مکھڑا — پریوں میں تری دھوم ہو حوروں میں ثنا ہو

تم شربت دیدار اگر ان کو پلا دو — ثابت حق عشاق میں یہ آب بقا ہو

کہتے ہیں وہ ہم آٹھوں پہر ظلم کریں گے — تم کو نہیں منظور تو پھر ہم کو نہ چاہو

اتنا نہ ستا اے بت بے پیر کسی کو — کافر سے مسلمان جو ہو جائے تو کیا ہو

ہوگا نہ خبر وہ کبھی اے عشق کے بندو — تم لاکھ غم و درد سے دن رات کراہو

ہے ضبط تجھے ورنہ اگر رونے پہ آؤں — عالم تہ و بالا ہو یہ طوفان بپا ہو

واقف نہیں تھا ہی کہاں وہ گل خوبی — اے جذب محبت تو ہی اب راہنما ہو

لو اب میں اڑاتا ہوں خط شوق کی گڈی — شاید نہ وہاں تک گزر پیک صبا ہو

اے جوشش تمنائے ملاقات کرم کر — اس ضعف میں اب تو ہی ذرا راہ گرا ہو

نمبر ۱۶

حیف وہی اُس ترک ستمگاری کی اطلاق
ہر طرح بُرے یا ہو بھلے اسکو نبھا ہو

۱۷

اٹھا کر لیچل اے بلبل کہیں اپنے نشیمن کو — خزاں کا موسم آیا خیر باد اب کہہ گلشن کو

میں غوطہ زن ہوا آنجہ طلاطم خیز الفت میں — سلام اے ہمنفس میرا ہے اب وادی ایمن کو

گرائی بجلی اسپر بھی سپہر کینہ پرور نے — نہ اسکو صبر آیا دیکھ کر میرے نشیمن کو

کسیکی الفت جانکاہ نے جو دن دکھا چھوڑا — خدا یہ دن نہ دکھلائے کبھی بخت دشمن کو

بغیر اس ماہرو کے سیر گل میں لطف کیا آئے
کہاں نازک تن ہے پر دیکھا کہاں چال ہی انکا
غبار راہ ہو کر بھی اگر میں ساتھ چلتا ہوں
ابھی بیہوش ہو کر ایک عالم گر پڑے در پر
یہ میرا خون ناحق دیکھنا کچھ رنگ لائیگا
تمہاری اک نگاہ ناز نے کیا کر دیا جادو
مچلتے ہیں کہ پہلے چھین کر تم دید و دل اپنا
نشان تربت عاشق مٹا کر اپنی ٹھوکر سے
فغان پر اپنی کیا ہے بلبل گلزار تو نازاں
اثر سینہ میں تیر کی دل عاشق کے لیئے تمنے
کرے اک بار جب جان دو بھر ہیں کسی کو ہو
تیرے پہ نوبت آنی ہے گلو نیر شامت آئی ہے

جلا دو پھاڑ میں گل کو لگا دو آگ گلشن کو
اٹھائے رہتے ہیں دو دو پہر اپنی چلمن کو
تو وہ پہر پہر قدم پر جھاڑتے ہیں اپنے دامن کو
ذرا سا بھی ہٹا دیں وہ اگر اک بار چلمن کو
صف محشر میں لے قاتل پکڑ لیگا یہ دامن کو
غلام اپنا بنایا شیخ کو ہندو برہمن کو
ذرا دیکھے تو کوئی آکے انکی اس لڑکپن کو
اڑاتے ہیں ہوا میں اب وہ انکی خاک مدفن کو
کلیجہ منہ کو آجائے سنے میری جو شیون کو
کہو اب جان کیا لوگے مرا لیکر اپنے جوبن کو
بٹھا کر نیل کر ہیں ناپتے ہیں سبکی گردن کو
خرام ناز سے وہ جا رہے ہیں سیر گلشن کو

نمبر ۱۶	کنایہ غمزہ و عشوہ کو اسکے کوئی کیا سمجھے جناب نطق ہی کچھ جانتے ہیں انکی چتون کو	۱۷

لپٹی سینے سے تری تصویر ہو
جب کسی کی سب بری تقدیر ہو
کشتۂ ناز نگاہ نازنیں
دے گی یہ قند مکرر کا مزہ
تیغ کے گلے کا ہار ہو جاؤں ابھی
ہو نہ الزام بنجاتا جو لب میں
دفن کر دے جیتے جی مجھکو مگر

شانۂ دل میں تری تنویر ہو
کار گر کیا تا کسے پھر تدبیر ہو
سنگ مرقد پر یہی تحریر ہو
پھر وہی کل رات کی تقریر ہو
ہو تماشا کی سی اگر تقدیر ہو
غیر کی بھی کچھ اگر تقسیر ہو
لپٹی سینے سے تری تصویر ہو

ایک ہے وارفتگان عشق کو	حلقۂ گیسو ہو یا زنجیر ہو
مان جاؤ لو قسم کھاتا ہوں میں	آج سے کچھ بھی اگر تقصیر ہو
کس طرح میدان محشر میں وہ آئیں	خون عاشق کا نہ دامن گیر ہو
کوئی تدبیر ایسی بن آتی نہیں	رام مجھسے وہ بت بے پیر ہو
کیا تمہارے حسن کی تعریف ہو	واقعی اک بولتی تصویر ہو
ایسے دیوانے کا پھر کیا پوچھنا	جس کا زیور زلف کی زنجیر ہو
تم اگر ہو جاؤ مجھ پر مہرباں	کیا خجل پھر کاتب تقدیر ہو
سوئے مدفن ڈر سے وہ آتے نہیں	خاک عاشق کی نہ دامنگیر ہو
خاک ہو جبتک اسکی راہ میں	خاک اسکے سامنے توقیر ہو

منبر ۱۷۹	نطق ناحق وہ خفا مجھسے ہوئے لو قسم کچھ بھی اگر تقصیر ہو	۱۱

سنور رہے ہو نکھر رہے ہو تم اپنے گیسو بنا رہے ہو
خبر بھی کچھ ہے کسی کو بیٹھے بٹھائے صاحب مٹا رہے ہو
یہ کس سے باتیں بنا رہے ہو یہ کس کو بالا بتا رہے ہو
میں خوب واقف ہوں لے پری رو عدو کے گھر سے تم آرہے ہو
تم اپنی آنکھوں سے کیا قیامت خدائی بھر میں مچا رہے ہو
دکھا کے لیلیٰ زلف اپنی سبھوں کو مجنوں بنا رہے ہو
ہزار آنکھوں کے سامنے تم عدو سے آنکھیں لڑا رہے ہو
یہ طرہ اسپر کہ جھوٹی قسمیں ہمارے ہی آگے کھا رہے ہو
نکال کر اپنی مانگ سیدھی قیامت ایجان ڈھا رہے ہو
کسی کے تم خضر راہ بنکر عدم کا رستہ دکھا رہے ہو

یہ گفتگو ہے کہ تیر و نشتر کہ چھیدتی ہے دل و جگر کو
غضب کی تقریر کر رہے ہو ستم کی باتیں بنا رہے ہو

ہے ہنسی چھوٹی ہوئی لبوں کی ہیں تر پسینے میں جیب و دامن
کہاں گذاری یہ رات تمنے کہاں سے تشریف لا رہے ہو

کروں نہ درخواست وصل کی میں یہی تمھاری ہو صاف نیت
اسی سبب سے تم اے پری رو فرشتہ مجھکو بنا رہے ہو

ہوا ہے خون آرزو کا کس کی یہ کس کی نکلی ہے آج حسرت
کہ بیٹھ کر محفل طرب میں تم آج خوشیاں منا رہے ہو

مجھے تعجب سا ہے تعجب تمھاری حالت سے اے دل آرا
کہ بیٹھے ہو میرے دل میں لیکن تمام جلوہ دکھا رہے ہو

نمبر ۱۸	یہ حال بیتابی جگر کا فسانہ اسے نطق سوز دل کا وہ کیا سنیں گے وہ کیا کریں گے یہ کسکو بیٹھے سنا رہے ہو	۱۴

میرے قاتل مجھ پر ایسا ایک گہرا وار ہو
تیری ہی تلوار کے گھاٹ آج بیڑا پار ہو

اک سرے سے قتل ہر اک کافر و دیندار ہو
آپ کی تیغ ادا میں آج ایسی دھار ہو

اے پری پیکر اگر حاصل ترا دیدار ہو
محو حسن لعبت نوا ہر کافر و دیندار ہو

منعموں کو طمع زر اتنا ہے پی سکتے نہیں
انکے نسخہ میں نہ جبتک شربت دینار ہو

لیکے وہ تیغ ادا اب آرہے ہیں بام پر
سرفروشوں جان دینے کے لئے تیار ہو

کھینچکر لپٹا لیا انکو تو بولے ناز سے
پھاڑ ہیں جائے کسی کا نوچ اسا یار ہو

ہو متانت اور خودداری کا انکو جو ہیں
دو سیر نکی آنکھ میں پھر کیوں نہ لیل و نہار ہو

ذرہ ذرہ میں نظر آئے گا جلوہ یار کا
شرط لیکن ایک ہے انسان الوالابصار ہو

ایک ساعت کو وہ کافر ہو اگر جلوہ فروش
نقد جاں سے مشتری ہر کافر و دیندار ہو

مجھ کو حور دل کی نہ خواہش ہے نہ باغ خلد کی
مسکن اپنا اسکے زیر سایۂ دیوار ہو

مردم آزاری سے بچنا چاہیئے انسان کو
وہ نہ کرنا چاہیئے جس سے خدا بیزار ہو

نمبر ۱۸۱

صبر و تسلیم و رضا سے ہو قدم باہر نہ تعلق
نسل ہیں تم سید عالم کے آخر کار ہو

۲۵

چلا لیکر کہاں پھر اے دل اندوہگیں ہمکو
دکھائیگا وہی کرب و بلا کی سرزمیں ہمکو

جو دل جلتا ہے لیچل اے دل اندوہگیں ہمکو
لگائیگی ٹھکانے کوئے جاناں کی زمیں ہمکو

گمان و وہم کیا اسکا تو ہے پورا یقیں ہمکو
کہ اکدن مار ڈالیگی نگاہ شرمگیں ہمکو

یہ کہکر اپنے وعدہ کو دلاتے ہیں یقیں ہمکو
اگر ہم توڑ دیں اسکو نہ کہنا نازنیں ہمکو

سمجھ نادان اتنا بھی نہ تو اے ہمنشیں ہمکو
کسی کے وعدۂ باطل کا آئیگا یقیں ہمکو

مزا یہ ہے کہ کھا کھا کر قسم غیروں کی الفت کی
وہ اپنے عہد و پیماں کا دلاتے ہیں یقیں ہمکو

اگر قرآن کا جامہ پہنکر بھی کرو وعدہ
نہ آئیگا نہ آئیگا کبھی اسکا یقیں ہمکو

ہماری پاؤں کے نیچے سے یہ بھی نکلی جاتی ہے
جفائے آسماں کا لطف دیتی ہے زمیں ہمکو

ہمارے عشق کامل نے اثر اتنا تو دکھلایا
کہ آخر رو دیے وہ کرکے پیوند زمیں ہمکو

نہ آنا ہے نہ آؤ جان ہی پر کھیل جائینگے
دکھاتی ہیں بات سے کیا چاہتے ہو تم نہیں ہمکو

ہماری حق میں یہ بھی آسماں سے کم نہیں ہرگز
دیا کرتی ہے چکر کوئے جاناں کی زمیں ہمکو

نہ پوچھو حشر کے میدان میں کیسا وہ منظر تھا
خدائی کا وہ سمجھا تا کہیں انکو کہیں ہمکو

اگر ہم حسن میں بڑھکر محبت میں ہیں ہم بڑھکر
ہے فوقیت کہیں انکو ہے فوقیت کہیں ہمکو

کسیکی زلف میں ہوتا کسیکے زیر پا ہوتا
دل گم گشتہ میرا مل ہی جائیگا کہیں ہمکو

مگر جائینگے کہکر غیر کیا کسکے گھر ہم تھے
حقیقت میں مناسب تھا کہ دینا تھا وہیں ہمکو

ہے یہ بھی ایک شان دلبری اس ماہ پارہ کی
بڑائے اشک تو ہی سے رہا ہے آستیں ہمکو

متاع ہوش و نقد جان ہی قیمت ہے سن لو
نگاہ ناز سے کہتی ہے چشم شرمگیں ہمکو

یہی جادو ہے جس سے عاشقوں کی جان لیتے ہیں
فقط اس جرم پر تیغ ادا سے ذبح کرتے ہیں
در کعبہ ہو تیرا سنگ در ہو کوئی پتھر ہو
ہمارے حصے میں آئی جو الفت مہ جبینوں کی
تمنا ہے یہی اسواسطے وہ دل میں رہتے ہیں
ہمیں تو زندگی ہی میں ہے حاصل سیر جنت کی
نگاہ قیس پیدا ہو اگر چشمان حق بیں میں

وہ کہتے ہیں دکھا کر اپنی چشم سرمگیں ہمکو
کہا کرتے ہو تم کیوں نازنیں ناز آفریں ہمکو
مٹانا ہی ہوا منظور جب نقش جبیں ہمکو
لگا دینے مبارکباد صورت آفریں ہمکو
زمانہ ایک منہ ہو کر گئے پردہ نشیں ہمکو
زمیں کوئے جاناں ہی ہے فردوس بریں ہمکو
نظر ہر سمت آئے نیلے محل نشیں ہمکو

نمبر ۱۸۲

زمین شعر میں اے نطق کیا کیا گل کھلائے ہیں
نظر آنے لگی یہ باغ فردوس بریں ہمکو

۱۲

کوئی حسین لینے کو تیار بھی تو ہو — دل دیں تو کسکو کوئی خریدار بھی تو ہو
کیا کچھ نہیں ہے لطف محبت میں عشق میں — انسان کوئی اسکا گرفتار بھی تو ہو
کہتے ہیں جائیں کس کی عیادت کیواسطے — ناخواستہ خدا کوئی بیمار بھی تو ہو
میں دل لگاؤں غیر سے کیا بولتے ہو تم — تم سا کوئی جوان طرحدار بھی تو ہو
کس طرح غم غلط ہو دل ناصبور کا — ہمدرد بھی تو کوئی ہو غمخوار بھی تو ہو
لائینگے کوڑی دور کی رندان بادہ مست — ہاں اسطرح کا خانہ خمار بھی تو ہو
ہو جائے شادی مرگ جو مجھکو تو کیا عجب — ان کی زبان سے وصل کا اقرار بھی تو ہو
سو بار رحم کرتے ہو دشمن کے حال پر — الطاف میرے حال پر اکبار بھی تو ہو
کس شخص سے جہان میں اپنی مثال دوں — دنیا میں کوئی مجھ سا سیہ کار بھی تو ہو
بات انکی مان لینے کو تیار ہوں مگر — پہلے عدو کے ملنے سے انکار بھی تو ہو
ایفائے وعدہ کو جو کہا ہنسکے بولے وہ — آئینگے ایک رات شب تار بھی تو ہو
قربان اپنی جان کروں اسکے پاؤں پر — بیت کے گلے کا نطق کوئی ہار بھی تو ہو

کیوں چپ ہو نطق داور محشر کے سامنے
شکوہ بتوں کا کچھ سر دربار بھی تو ہو

نمبر ۱۰۳	باب الہائے	۱۱

اسطرح مجھکو حب ہے ہوائے وطن کیساتھ
بلبل کو جسطرح ہے عروس چمن کیساتھ

ہوتا ہے یہ مخل مرے سرکار و بار میں
کیوں دشمنی نہ ہو مجھے چرخ کہن کیساتھ

بھرتی ہیں چوکڑی تری آنکھیں جو اسطرح
کھیلی ہوئی ہیں کیا یہ غزال ختن کیساتھ

مہندی ملی ہوئی ہیں تری نازک انگلیاں
یا پتیاں گلاب کی ہیں یاسمن کیساتھ

تنہا نہ جاؤں گا پئے گلگشت باغ میں
ہے لطف سیر گل کسی غنچہ دہن کیساتھ

طوبی سے بڑھکے قامت موزوں ہے انکا
تشبیہ اسکی بھونڈی ہے سرو چمن کیساتھ

اتنا ہی رکھتے گھر سے سروکار ہوشمند
جتنا کہ روح کو ہے تعلق بدن کیساتھ

خوشبو میں بڑھ سکے گا کبھی خال یار سے
اسکو ذرا ملا لیجے مشک ختن کیساتھ

میرے بدن سے آج تک آتی ہے بوئے گل
سوئے تھے ایک رات کسی گلبدن کیساتھ

کیا حشر رود نیل میں فرعون کا ہوا
کرنے لگا تھا گفتگو بیہودہ پن کیساتھ

نمبر ۱۰۴	عاشق ہے نطق شیریں کلامی یار کا ہے اسکو انس اسکی زبان دہن کیساتھ	۱۴

ہے کوثر اور فردوس بریں جاگیر میخانہ
ہیں انکے مستحق جو ہیں مرید پیر میخانہ

خدا را میکدہ کا کھولدے در پیر میخانہ
کھڑے ہیں دیر سے پکڑے ہوئے زنجیر میخانہ

ہوا خود محتسب آکر مرید پیر میخانہ
خدا کی شان ایسی ہو گئی تقدیر میخانہ

دکھاتا ہے بہشت و دوزخ و افلاک کی سیریں
پلا کر بادۂ احمر کا ساغر پیر میخانہ

لٹا اپنے عقیدت کیش کو آنکھوں کی گردش سے
کرامت اپنی دکھلا دے ذرا اے پیر میخانہ

یہ کم ظرفی ہو رندوں کی جو بہکی باتیں کرتی ہیں
نہ ہمیں ہی قصور مے نہ کچھ تقصیر میخانہ

یہاں کے میٹھنے والے خبر لاتے ہیں گردوں کی
یہ ہوا اعجاز میخانہ یہ ہے تاثیر میخانہ

محبت ہو گئی بنت العنب کی سرخ رنگت سے
ہمارا طائر دل ہو گیا نخچیر میخانہ

کروں سیر دو عالم دونوں آنکھیں میری کھل جائیں
خدا کے واسطے جلدی پلا ای پیر میخانہ

در میخانہ پر ہر وقت یہ بیٹھا ہی رہتا ہے
پڑی کیا شیخ کے پاؤں میں بھی زنجیر میخانہ

تغافل ہے تری ای ساقی گلفام خوش سیرت
گلے پر چل گئی میخواروں کے شمشیر میخانہ

خدا سے لو لگا تا ہو جسے منظور وہ آئے
لٹکتی ہے یہی دروازہ پر تحریر میخانہ

ہے دل میں دشمنی یا دخت رز کی چاٹ ہے اس کو
زبان شیخ پر ہر وقت ہے تقریر میخانہ

نمبر ۱۰۵	شریک زمرۂ رنداں نہ ہو نطق کیا معنی ذرا پڑھنے دو اسکے قلب پر تنویر میخانہ	۱۴

بات اتنی تو مری اے یار رکھ
زخم دل پر مرہم زنگار رکھ

ہو ذرا سینہ بسینہ لب بلب
میرے گالوں پر گل رخسار رکھ

اب نہ تڑپا ہجر میں اے ماہرو
اے مسیحا اب نہ تو بیمار رکھ

یا خدا جب تک ہی میری زندگی
جام الفت سے مجھے سرشار رکھ

در در سے ٹ جائیگا ہر روز کا
حلق پر تو خنجر خونخوار رکھ

بھول کر بھی تو کسی کو بد نہ کہہ
بت رکھانا چاہی بت اے یار رکھ

تیری عاشق جا نہیں سکتے کہیں
زلف کے پھندے میں انکو یار رکھ

سرد آہوں کے گذر کے واسطے
میری جانب روزن دیوار رکھ

سخت جانی کا اگر ہے امتحاں
بھاری گردن پر مری تلوار رکھ

پھک رہا ہے شعلۂ غم سے جگر
ہاتھ سینے پر ذرا اے یار رکھ

زندہ در گور اپنے عاشق کو بنا
چشم جادو سے انھیں تو مار رکھ

چاہتا ہے تو بنے ہر دل عزیز | پاس خویش و خاطر اغیار رکھ

نمبر ۱۸۶	جان ہی دیدے فراق یار میں نطق یہ جھگڑا نہ تو بیکار رکھ	۱۱

منہ سے جو کہدے کوئی پھر وہ رہے جان کیساتھ | جائے دنیا سے جو انسان تو ایمان کیساتھ

کرتے ہیں اہل کرم رحم تو حیوان کیساتھ | اور اک تم ہو تلطف نہیں انسان کیساتھ

سر بھی آنکھوں نہیں ہے کسی کبھی ہے مان کیساتھ | آتے ہیں بزم میں وہ قتل کے سامان کیساتھ

اب حسینوں سے وہ الفت وہ محبت کیسی | منہ سے جو کہدیا پھر وہ ہے مری جان کیساتھ

کیا برا میں نے کیا تمکو جو چاہا میں نے | اُنس ہوتا ہی ہے انسان کو انسان کیساتھ

ایک ہو جاتے ہیں سب پانی کے قطرے ملکر | اُنھیں انسان کو نسبت ہو دے کے انسان کیساتھ

درد دل - دل میں وہ بیٹھے ہیں غم اُٹھ رہ رہکر | دیکھ شوخی نہیں لازم ہے تجھے مہمان کیساتھ

اک طرف لشکر غم ایک طرف یاس کی فوج | تیرے عشاق نکلتے ہیں تو اس شان کیساتھ

نام عشاق کا لیتے نہیں بھولے سے کبھی | اور لیتے بھی کبھی وہ ہیں تو بہتان کیساتھ

بیٹھ سکتا ہی نہیں چین سے اک لحظہ بھی | جبتک انساں بنے شیطان نہ شیطان کیساتھ

جائے گریہ ہے تاسف کی جگہ ہے اے نطق
ہو نہ ہمدردی جو انسان کو انسان کیساتھ

نمبر ۱۸۷	باب الیاے	۹

خیال اس قاتل عالم کا کب دل سے نکلتا ہے | مرے سینے میں رہ رہ کر کلیجہ کو مسلتا ہے

غرض سیر و سیاحت سے نہ کچھ تفریح سے مطلب | کسیکی یاد سے لیکن دل بسمل بہلتا ہے

مرا دل چوٹ سی کھائے ہوئے ہے کیسی کیا کہئے | ذرا سی بات پر آنسو کا اک چشمہ اُبلتا ہے

تمھارے ہجر میں اے جان لب پر جان آئی ہے | ابھی دو چار لمحوں میں ہمارا دم نکلتا ہے

نہ تمیز اتر اسکا یہ قسمت ہی کی گردش ہے | وگرنہ میرے نالے سے تو پتھر تک پگھلتا ہے
مریض عشق کی اب غیر حالت ہوگئی ایسی | نہ جنبش ہے لبوں کو ہی نہ یہ کروٹ بدلتا ہے
گلے پر جور کے وہ بت لگا اس طرح فرمانے | تمھیں کہدو کہ قسمت کا لکھا ہرگز بدلتا ہے
ترے بیمار الفت کی ہے حالت رحم کے قابل | مسیحا لے خبر جلدی کہ لب اب دم نکلتا ہے

نمبر ۱۸۸	خدا محفوظ رکھے عشق سے اے نطق ہر اک کو لگی ہے تن بدن میں آگ دل سینے میں جلتا ہے	۱۰

دل لگا کر اس ستم پیشہ سے پچھتایا کئے | ہاتھ ملتے رہ گئے غم عمر بھر کھایا کئے
وہ شب وعدہ نہ آنا تھا نہ آئے ہے غضب | شام سے تقدیر پہ ہم اشک برسایا کئے
غیر پر پڑتی رہی ان کی محبت کی نگاہ | رشک سے میرے دل بریاں کو برمایا کئے
اُف رے انداز ستم میرے جلانے کیلئے | راتدن وہ دشمنوں کی بزم میں جایا کئے
ہاں میں آؤں گا مقرر آج رہنا منتظر | روز مجھ سے آپ یوں ہی آہ فرمایا کئے
وصل کی شب بھی غرض بیکار آخر کٹ گئی | وہ الگ بیٹھے رہے تا صبح شرمایا کئے
میری غمخواری کا آیا کچھ نہ صاحب کو خیال | عمر بھر غیروں کا لیکن آپ غم کھایا کئے
وصل اگر میرے مقدر میں نہیں تھا کیا گلہ | دیکھنے کو بھی مگر مجھکو وہ ترسایا کئے
رقص بسمل کا تماشا دیر تک ہوتا رہا | رہیت کر بھری چھری سے مجھکو تڑپایا کئے

نمبر ۱۸۹	اک بت نا آشنا کی دوستی میں جان دی نطق کو احباب بیٹھے لاکھ سمجھایا کئے	۹

سوئے عاشق کیوں نظر تیری لپک کر رہ گئی | کیسی اچھی تیغ ہے چمکی چمک کر رہ گئی
ہوتی ہے رہ رہکے کاوش کیوں دل صد چاک میں | ہو نہ ہو نوک مژہ تیری اٹک کر رہ گئی
وعدہ کرکے وہ بت وعدہ شکن آیا نہیں | آرزو کی آگ سینے میں دہک کر رہ گئی
میرے دل کی جستجو کو بڑھ گئی میری نظر | مرتے دم بھی جان آنکھوں میں اٹک کر رہ گئی

تھا دمِ آخر ترے دیدار کا اتنا خیال ، مرتے دم بھی جان آنکھوں میں اٹک کر رہ گئی
آگئی سی آپ کی تلوار بھی نازک بنی ، ایک ہی دو وار میں افسوس تھک کر رہ گئی
کس قدر جوش نمو ہے جو جنوں کا اے پری ، دو ہی گھنٹوں میں تری انگیا مسک کر رہ گئی
بے ستوں یہ گنبد گرداں کھڑا ہے کس طرح ، عقل میری اس جگہ کھا کھا کے چکر رہ گئی

نمبر ۱۹۰ — اس طرح بھی پڑھائی عیسیٰ نے اس ماہ کو ، نطق سے بیفائدہ آخر کھٹک کر رہ گئی — ۱۴

وادیٔ عشق و محبت کی فضا کچھ اور ہے ، یہ چمن ہی اور ہے اسکی ہوا کچھ اور ہے
نطق کے دلمیں ہوس لے مہ لقا کچھ اور ہے ، تیری نیت بت شیریں ادا کچھ اور ہے
ہجر و وصل یار دونوں ہی عجب ہیں لطف خیز ، اسکی لذت اور ہے اسکا مزا کچھ اور ہے
حسرت پہلو ہی میں آکر بیٹھنا کافی نہیں ، میرے دل میں آرزو اے دلربا کچھ اور ہے
وصل کا وعدہ وہ ایفا کیا کریں کیونکر کریں ، عاشقوں کی جبکہ قسمت میں لکھا کچھ اور ہے
سنکے عرض مدعا وہ گلبدن گلگوں قبا ، ہنس کے فرمانے لگا اسکے سوا کچھ اور ہے
دیکھ لے اسکو سنی باتوں پہ اے زاہد نہ جا ، حور رضواں اور ہے وہ مہ لقا کچھ اور ہے
کیا گذر تیرا ہوا تھا کوچۂ دلدار میں ، چال کا انداز تیری اے صبا کچھ اور ہے
تو شفا دار و آپ ہی پی لے طبیب مہرباں ، اسکے بیمار محبت کی دوا کچھ اور ہے
منصفو کہدو تمہیں ان دونوں نسبت ہی کیا ، چشم آہو اور چشم سرمہ سا کچھ اور ہے
کیا تقابل تجھسے خوباں جہاں کو ہو سکے ، جانستاں تیری ادا سر تا بپا کچھ اور ہے

نمبر ۱۹۱ — ہمنشینو تجھسے اسکی خیریت فرمائیے ، نطق کی نسبت ابھی ہیں سنے سنا کچھ اور ہے — ۱۶

وہ وصل کی شب جاگے ہوئے تین پہر کے ، یہ سوئے کہ پھر جا نہ سکے وقت سحر کے
خوبان جہاں پتلے ہیں سب فتنہ و شر کے ، جادو سے یہ لیلیتے ہیں دل فرد بشر کے

نکلے ہیں وہ بازار میں خود بن کے سنور کے
حافظ ہے دلوں کا تو ہی ہر فرد بشر کے

دنیا بھی گئی دین بھی افسوس صد افسوس
الفت میں رہے ہم نہ ادھر کے نہ ادھر کے

اک نیزے پر آجائیگا خورشید قیامت
رخساروں سے اے حور تری زلف جو سر کے

کیا جانئے کیوں خلق کیا ہمکو خدا نے
باہر ہی کے کچھ کام کے ہم ٹھہرے نہ گھر کے

جو بوجھ اٹھا سکتے نہ تھے جن و ملائک
قسمت میں لکھا اسکی یہ زنہی ہیں بشر کے

ہم رونے پر آئیں تو ہو عالم تہ و بالا
دکھلائیں تماشے تجھیں ہم زیر و زبر کے

رہتا ہی جو دن رات بپا نوح کا طوفاں
یہ سارے کرشمے ہیں مرے دیدۂ تر کے

نالوں سے جو گھبرائے تو پاس اپنے بلایا
قرباں ہوں تقدیر کے ہم صدقے اثر کے

کیا صبح شب وصل کیا ان نے پریشان
یا رب کہیں حلقوم کٹیں مرغ سحر کے

اے شیخ قدم جادۂ الفت میں نہ رکھنا
یہ رستے پر آشوب سراسر ہیں ضرر کے

اے بوالہوسو کوچ ہے کل ملک عدم کا
سمجھے تم نے فراہم کئے ہیں توشے سفر کے

وہ حسن خداداد وہ اعضا کے تناسب
سانچے ہیں ڈھلے عضو میں ان رشک قمر کے

گو فکر میں ہیں تار نظر سا ہوا معدوم
ہاتھ آئے نہ اسیر بھی مضامین کمر کے

نمبر ۱۹

جاروب کش کوچۂ دلدار ہیں اے ملک
واقف نہیں جھگڑے سے بہشت اور سقر کے

۸

سامنے رکھ کر گھڑی ہم تا سحر دیکھا کئے
انتظار اس خوبرو کا رات بھر دیکھا کئے

مجلس اغیار میں از ابتدا تا انتہا
تیرے ظلم ناروا اور فتنہ گر دیکھا کئے

جلوہ ہائے یار نے وہ محو حیرت کر دیا
ٹکٹکی باندھے ہوئے ہم رات بھر دیکھا کئے

مرنے پر کیا خاک رکھوں آشنا امید تھا
ان بتوں کی بیوفائی عمر بھر دیکھا کئے

اب اثر ہوگا دعاؤں میں ابھی آئینگے وہ
رات بھر اس وہم میں ہم سوئے در دیکھا کئے

دل کے دینے پر بھی بھر امتحاں تھے دیر تک
ہاتھ آنکھ دکھا کر وہ سینے سے قلب پر دیکھا کئے

وصل کی شب لاکھ کوشش کی بتا پایا نہ کچھ	رات بھر ڈھونڈھا کئے انکی کمر دیکھا کئے

نمبر ۱۹۳	ان بتوں کو رحم ذرہ بھر نہ آیا نطق پر خشک لب دیکھا کئے یہ چشم تر دیکھا کئے	۱۲

ہماری بات کا جب وہ ملال کر بیٹھے	حرام موت کو بت ہم حلال کر بیٹھے
شب وصال وہ مجھسے جدال کر بیٹھے	کہ پاس بیٹھے تو گھونگھٹ نکال کر بیٹھے
سوال وصل پر اتنا ملال کر بیٹھے	کہ مارے غصے کے چہرے کو لال کر بیٹھے
جناب شیخ جسے کل حرام کہتے تھے	اسی کو آج یکایک حلال کر بیٹھے
ذرا سی آنکھ دکھا کر دلوں کو چھین لیا	عجیب آپ بھی صاحب کمال کر بیٹھے
عدو کے پاس تو آنچل کا بھی خیال نہیں	وہ میرے پاس ڈوپٹہ سنبھال کر بیٹھے
بھلا برا جو کہا تو عدو کو میں نے کہا	حضور مجھسے بھلا کیوں ملال کر بیٹھے
جناب حضرت واعظ نے آج قہر کیا	کہ دخت رز کو یکایک حلال کر بیٹھے
بتا کہ دل کے لگانے کا کون مجرم ہے	وہ روز حشر یہ مجھ سے سوال کر بیٹھے
لٹائی کھول کے جی ہمنے دولت و عزت	بتوں کے عشق میں نقصان مال کر بیٹھے
نکالا ہمنے رقیبوں کو بزم سے ان کی	بلا یہ آئی ہوئی سر سے ٹال کر بیٹھے

نمبر ۱۹۴	جناب نطق نے کہنا نہ دوستوں کا سنا بتوں کے عشق میں اپنا یہ حال کر بیٹھے	۱۰

پھری ہوئی مجھسے ہائے کب تک نگاہ ناز بتاں رہیگی
خدا ہی جانے فراق دلبر میں روح کب تک طپاں رہیگی

نہ نکہت گل نہ بوئے غنچہ نہ نزہت گلستاں رہے گی
بہار گلشن رہے گی باقی نہ باقی طرز خزاں رہیگی

تمھاری الفت ابد تک اے گل نہ دل سے جائیگی ایک لحظہ

ہمارے سینے میں مثل بُو یہ نہاں رہیگی نہاں رہیگی
رہیگی بے قرار یہ کہ تیرے کوچے میں جا بسے گی
نکل کے قالب سے روح میری خدا ہی جانے کہاں رہیگی

شکن جبیں پر ہیں ابرو پر بل غضب کے تیور غضب کی چتون،
کھنچی رہیگی یہ تیغ کب تک جھکی یہ کبتک کماں رہیگی

ستا نہ اتنا کسی کو ظالم خدا لئے برحق سے تو ڈر اکر،
حباب کے مثل تیری ہستی نہ باقی اے آسماں رہیگی

غرور عہد شباب کا کیا ہے چاندنی صرف چار دن کی
جوانی کس کی سدا رہی ہے جو آپ کی مہرباں رہیگی

جدا جو تم ہو گے ایک لمحہ تو وہم آئیں گے مجھ کو کیا کیا
مری طبیعت قسم خدا کی اسی طرح بدگماں رہیگی

اگرچہ کچھ بال سر کے تلکے مگر ہے جوش شباب اب تک
ہے جام گلگوں کا دور جبتک طبیعت اپنی جواں رہیگی

۱۸	بتوں کی الفت سے ایک لحظہ نہ باز آئینگے دیکھ لینا ہمارے قالب میں نطق جبتک ہماری روح رواں رہیگی	نمبر ۱۹۵

تباؤں کیا کہ کیا وہ بانیٔ بیداد کرتا ہے
ہمیشہ اک نئی طرز ستم ایجاد کرتا ہے

یہ کیا بیٹھا ہوا گردون بے بنیاد کرتا ہے
ہو مصروف طرب کوئی کوئی فریاد کرتا ہے

ہمارے پائے لاغر کو ہے کافی حلقۂ کاکل
عبث تو بیڑیاں تیار اے حداد کرتا ہے

عدو کو قتل کرتا ہے تڑپتا چھوڑ کر مجھ کو
ستم ایجاد کیا کیا وہ ستم ایجاد کرتا ہے

جھکائے اپنی گردن در سے مقتل میں بیٹھے ہیں
ارادہ غیر کے کیوں قتل کا جلاد کرتا ہے

سبکدوشی عطا کرنا ہو سر تن سے جدا کرکے
یہ کم احسان اب عشاق سے جلاد کرتا ہے

پھنستا ہے جو مرغ دل تو کیا الزام ہے اُس پر
جو قدرت کا تقاضا ہے وہی صیاد کرتا ہے

صبا تیرا گذر اسکی گلی میں ہو تو یہ کہنا
جوانی عاشق شیدا کی کیوں برباد کرتا ہے

چھری ہی پھیر دے حلقوم پر اتنا ہی احساں کر
نہ مجھکو تو اگر آزاد اے صیاد کرتا ہے

تمھاری نوک مژگاں کی خلش اس سے بھی زیادہ ہے
کھٹک پیدا جو نوک نشتر فصاد کرتا ہے

نہیں آتا بھی کوئی اسکے گھر تک اک ترا شیدا
پس دیوار بیٹھا نالہ و فریاد کرتا ہے

خدا کا شکر احسان اس قاتل کا لے سر پر
تجھے شہر خموشاں خوب وہ آباد کرتا ہے

جو ہچکی آئی بزم غیر میں انکو تو یہ بولے
خدائی خوار عاشق کوئی مجھکو یاد کرتا ہے

عجب انداز دلکش سے ہے آتی ہچکیاں ہمدم
کوئی محشر خرام البتہ مجھکو یاد کرتا ہے

ترا احسان مانیں یا ترے خنجر کے ہوں ممنون
کہ بند فکر سے عشاق کو آزاد کرتا ہے

اگر انتی بھی ہو شاگرد اس استاد کامل کا
غزل گو اسکو فیض حضرت شمشاد کرتا ہے

نمبر ۱۹۶	تلاش نطق ہوتی ہے ہمیشہ مشق کے خاطر کوئی تازہ ستم جب وہ پری ایجاد کرتا ہے	۱۳

ہو نہیں سکتا ہے حاصل جو کہ تیرے دل میں ہے
میرے دل کی آرزو ہر سمت مشکل میں ہے

دیدۂ مجنوں ہویدا پردۂ محمل میں ہے
یہ کرامت دیکھئے جو عاشق کامل میں ہے

جان ہی دیدیں تو کیا اپنے نہیں ساتھ نکلے یہ [illegible]
بیوفائی ان پر پڑا دو جو اب گل میں ہے

محمل لیلی میں روزن ہو نہیں سکتا کبھی
دیدۂ مجنوں ہویدا پردۂ محمل میں ہے

جان کنی ہے اسطرف اور عیش و عشرت اسطرف
جام مے کا دور ہے وہ غیر کی محفل میں ہے

کسکے غم میں گریۂ بے وجہ ہے کھلتا نہیں
شمع گریاں رات بھر کیوں غیر کی محفل میں ہے

ساکن بزم پری رویاں کو کیا حرص بہشت
لطف اس سے بڑھکے کیا کچھ حور کی محفل میں ہے

بھانپ کر میری تنکھیوں کو وہ یوں کہنے لگا
مجھکو معلوم ہے جو کچھ تیرے دل میں ہے

توڑتا ہے دم یہ جسکی کاوش جانکاہ سے
کون سا تیر ہوائی سینۂ بسمل میں ہے

تھی لکھی میرے مقدر میں شہادت ہو گئی
اسکی پھر شرمندگی کیوں دیدۂ قاتل میں ہے

پھر رہی ہے آنکھوں میں تصویر مقتولوں کی یہ
کب یہ پتلی کالی کالی دیدۂ قاتل میں ہے

غیر کا لو امتحاں خود تجربہ ہو جائیگا
فرق کچھ مجھسے تو پوچھو کیا حق و باطل میں ہے

نمبر ۱۹۷ — جہاں ڈھونڈنے پر بھی حاصل ہو تو میں خوش بخت ہوں
آرزو دل کے تعلق پنہاں جو کہ میرے دل میں ہے — ۱۵

کلیسا میں کہ کعبہ میں نہاں ہے
مجھے ہے جستجو جسکی کہاں ہے

یہ کس حور بہشتی کا مکاں ہے
ملک جسکی گلی کا پاسباں ہے

کوئی باغ جوانی انکا دیکھے
بہار بوستاں بے خزاں ہے

کوئی ڈھونڈھے کہاں اس بے نشاں کو
وہ مشہور دو عالم لامکاں ہے

لگا دے کاخ گردوں میں نہ یہ آگ
ہمارے سوز پنہاں کا دھواں ہے

نہیں بدلی فلک پر یہ نمایاں
مری آہوں کا گرد کارواں ہے

کوئی میرے سوا کیا کریگا
خدا جانے کب تک کہ مجھ پر مہرباں ہے

جسے شمع مزار نظارہ تمام ہے یہ
ترا عاشق قمر بھی بیکساں ہے

جو آئے ہو گئے محو تماشا
ترے کوچے میں کچھ ایسا سماں ہے

دھواں دھار آہیں لگیں پھر کی غب
فلک تک آسماں ہی آسماں ہے

نہ کہنے کا تو کچھ شکوہ نہ شکوہ
عجب آفت یہ مرگ ناگہاں ہے

ہے نالہ زار داغ دل سے ایسا
مرا سینہ نہیں ہے گلستاں ہے

کبھی منتقل میں آئی تب تک نہ آئے
دل ناداں یہ وقت امتحاں ہے

ہے نغمہ زن کوئی بلبل چمن میں
کہ اسمٰعیل اسلام قصہ خواں ہے

نمبر ۱۹۸ — نہیں ملتے وہ تعلق دل جز ہے
یہ فرماتے ہیں ناصح کی کسر ہے — ۱۰

نہ لب پر انکے ہے یہ تبسم نہ چہرہ اُنکا نقاب میں ہے
سحاب میں کوندتی ہے بجلی یہ جہرا نور حجاب میں ہے
یہ خال جیسا کہ خوبصورت ہے مصحف رخ پر اس پری کے
یہ نقطۂ لاجواب ہرگز نہ آسمانی کتاب میں ہے
جو نشۂ عشق میں مزا ہے وہ دل سے پوچھو جگر سے پوچھو
نہ بھانگ ہی میں ہے لطف ایسا نہ کیفیت یہ شراب میں ہے
تمھاری فرقت کا رنج اسپر عدو کے طعنے ہیں نوک نشتر
تمھاری الفت میں جان میری عجب طرح کے عذاب میں ہے
ہے ڈھیر لاشوں کا رہگذر میں ہے شور نالوں کا شہر بھر میں
عجب قیامت کا ہاے فتنہ بتوں کے عہد شباب میں ہے
تمھاری زلفوں کو کوئی سونگھے تمھارے گالوں کو کوئی دیکھے
نہ ویسی خوشبو ہے یاسمن میں نہ ایسی رنگت گلاب میں ہے
نہ مخلصی ہی ہے اس سے ممکن نہ جان دینا ہی ہو کچھ آساں
تمھاری زلفوں میں دل اُلجھ کر عجب طرح کے عذاب میں ہے
جو قاصد آیا پلٹ کر اپنا لفافہ کھولا بصد تمنّا
تو دیکھتے ہیں کہ سادہ کاغذ ہمارے خط کے جواب میں ہے
تم آہ و نالہ کو اپنے روکو نہ سوتے فتنے کو تم جگاؤ،،
ابھی وہ محبوب فتنۂ قامت مٹا ہے لے نلقی خواب میں ہے

نمبر ۱۹۹	کسی کا محتاج مرتے دم تک نہ کیجے نلقی دل حزیں کو ہمیشہ شام و سحر خدایا دعا یہ تیری جناب میں ہے	۹

ہر گھڑی مشق ستم اے ستم ایجاد رہے		تو سلامت رہے کوچہ ترا آباد رہے

سر ٹپکتے رہے روتے رہے برباد رہے
مرہم زخم بھی ہو تیغ جفا کے شامل
لاکھ ہوں جور و ستم اُف بھی نہ لب تک آئے
ہم یہی کہتے ہیں اے دل کے جلانیوالے
قتل فرماتے ہیں عشاق کو بہتر لیکن
حلقۂ کاکل دلبر جو پڑے پاؤں میں
قتل عاشق کے لئے خنجر ابرو کھینچو

عاشق زلف بتاں دہر میں کب شاد رہے
خندہ بھی طپش میں اے بانیٔ بیداد رہے
ضبط سے کام ہمیشہ دل ناشاد رہے
تو سلامت رہے پھولے پھلے آباد رہے
آپ پچھتائیں گے آخر کو بہت یاد رہے
مرتے دم تک بھی نہ عاشق کبھی آزاد رہے
اسکے رہتے ہوئے کیوں خنجر فولاد رہے

نمبر ۲۰۰	نطق کس لطف سے نکلے یہ مری جان حزیں مرتے دم کوئی جو پہلو میں پریزاد رہے۔	۱۰

شکوۂ اغیار یا پیر فلک کیا کیجئے
تو نے صورت ایسی ہی پائی ہے اے نازک بدن
یہ دل کمبخت بھی اس بیوفا سے مل گیا
کچھ اثر دل پر نہوگا اس بت بدکیش کا
لب بسمل کے نہیں اُف تک نکلنے کا گلا

بخت بد جو کچھ دکھائے چپکے دیکھا کیجئے
چاہتا ہے جی تری تصویر دیکھا کیجئے
آہ اب اس دہر میں کس پر بھروسا کیجئے
قدسیوں کے کان کیوں نالوں سے بہرا کیجئے
آپ کو آٹھوں پہر اسکو ستایا کیجئے
دل کی خواہش ہے اے دل رات چوما کیجئے

کسقدر اے ماہرو تصویر تیری ہے حسیں
وہم کی بھی جب رسائی اس جگہ دشوار ہے
کنگھی چوٹی کیجئے آنکھوں میں سرمہ دیجئے
اس قدر جدت پسندی میرے دل میں آگئی

اُسنے ملنے کی بھلا کیونکر تمنا کیجئے
قتل عاشق کیلئے کچھ تو بہانا کیجئے
روز خواہش ہے نیا معشوق پیدا کیجئے

نمبر ۲۰۱	حشر تک بھی مہرباں ہو نہیکے وہ ہرگز نہیں لاکھ سر دلوائیے اے نطق مارا کیجئے	۱۶

توبہ شکن شباب عروس بہار ہے

لا دختر عنب کو کہ دل بیقرار ہے

مضطرب ہے جان سینے میں دل بیقرار ہے
آتا نہیں سمجھ میں یہ کیوں انتشار ہے

قربانی تو کونسی صورت ہو زیست کی
قابو نہ آپ پر ہے نہ دل کو قرار ہے

اس فتنہ زا کے قامت رعنا کو دیکھکر
قربان سرو ہے تو صنوبر نثار ہے

نشے سے جام عشق کے مدہوش جو ہوا
حق تو یہ ہے کہ سب میں وہی ہوشیار ہے

کیا خاک ضبط آہ و فغاں مجھسے ہو سکے
سب اختیار جان تو دل بیقرار ہے

ہم دیکھ لیں گے آپکی یہ پاکدامنی
باقی اگر یہ زندگی مستعار ہے

کیا آپ کا بھی حسن گلوسوز ہے کہ واہ
صدقے پری کا ہے حور بہشتی نثار ہے

بے مثل بے نظیر ہے لاکھوں میں ایک ہے
کیا اسکے آگے حور و پری کا شمار ہے

منظور سیر باغ ہو تو دل میں آئیے
اک دلفریب لطف ہے وہ لالہ زار ہے

تقدیر میں جو لکھا ہے پیش آئیگا ضرور
انسان اس میں واقعی بے اختیار ہے

جانے کا نام ہی نہیں لیتی تپ فراق
یا پاک بے نیاز یہ کیسا بخار ہے

ہے حق کہیں تو کو کہیں پی کہاں کہیں
غل ہر طرف ہے آمد فصل بہار ہے

ہاتھوں میں جام باغ میں جھولا بغل میں یار
کیا جانئے کہ کیوں مجھے پھر انتشار ہے

تیرا نہ شیفتہ ہو تو وہ شخص اے پری
ہے قہر ہے ذلیل ہے دنیا میں خوار ہے

کیا پوچھتے ہو حال دل اے چارہ ساز من
اک خوبرو کے تیر نگہ کا شکار ہے

صد حیف آپ ناطق کو پہچانتے نہیں
بالکل غلط کہ اپنے غرض کا وہ یار ہے

۱۳۰	آنکھ اٹھا اٹھا کے بار بار ادھر دیکھتے ہیں ناطق شاید کسی پری کا انہیں انتظار ہے	نمبر ۳۰۲

نہ پوچھو کچھ نہ پوچھو کیفیت اے مہرباں میری
مرقع حیرت و عبرت کا ہو بہو ہے داستاں میری

زبان حال سے کہتی ہے نکبت اہل کعبہ کی
کہ عالم میں ہوئی لوگو جائے عبرت شاں میری

نہ دولت ہے نہ عزت ہے نہ کچھ علم و ہنر باقی
عجب کچھ کشمکش میں ہے اندرون روح رواں میری

کوئی اب بات بھی کرتا نہیں لطف و عنایت سے
کبھی دنیا کی دنیا ہو گئی تھی قدرداں میری

ہائے افسوس فلاشوں نے آخر لوٹ ہی ڈالا
متاع دو جہاں سے تھی بھری پوری دکاں میری

مرے اخلاق و عادت کے مری دشمن بھی شیدا تھے
زمانہ تھا مقرر وہ تھی ادائے دلستاں میری

کلی دل کی کھلا دیتی تھی ہر ہر قوم و ملت کی
فرح بخش ایسی ہی کچھ تھی نسیم گلستاں میری

شجاعت کا سخاوت کا اخوت کا یہ عالم تھا
چلا کرتی تھی خشکی میں بھی کشتی دخاں میری

الٰہی آ گیا کیسا یہ جھونکا باد صرصر کا
لٹی دست خزاں سے کیا عروس گلستاں میری

پتہ ڈھونڈھے بھی اب ملتا نہیں آثار ملتے ہیں
فلک نے سلب کر لیں آن میں سب خوبیاں میری

اتفاقات نیکی سے کیا تھا میں اب ہو گیا کیا ہے
کہاں سے کیسے جا پہونچی مجھے قسمت کہاں میری

تھپیڑے موج کے پڑتے ہیں طوفاں خیز دریا ہے
خدایا ڈوبتی ہے اب یہ کشتی رواں میری

۱۷	مقام گریہ ہے اپنے نطق میری پائمالی بھی رہیگی تا ابد قائم جہاں میں داستاں میری	نمبر ۲۳

کہانی سن نہیں سکتے ہو تم اے ہمرہاں میری
غضب ہے درد و پر حسرت ہے ایجاز شاں میری

اڑا لی ہے اگرچہ اس نے کچھ طرز فغاں میری
کہاں سے لائیگی بلبل دہن میرا زباں میری

خدا کا شکر ہیں کشتہ ہوا تیغ تغافل سے
نہ منت کش ہوئی جلاد کے خنجر کی جاں میری

عجب کچھ روح فرسا صحبت ناجنس ہوتی ہے
نہ میں اسکی زباں سمجھوں نہ وہ سمجھے زباں میری

حقیقت تو یہ ہے اس تک پہونچنا سخت مشکل ہے
رسائی ہو نہیں سکتی کبھی تا لامکاں میری

بندھی ہے ٹکٹکی کیوں نرگس شہلا تبائے گی
یہی ہے دیکھ لے دنیا میں ہے اک رازداں میری

یہ چند اوراق گل میری محبت کی نشانی ہیں
فغان بلبل دلگیر شرح داستاں میری

ثبوت اثر کوئی مقدر اور کیا میں دوں
پلٹ آئی پہونچکر عرش تک آہ و فغاں میری

صف محشر میں بھی اب نگاہیں اٹھنے لگیں مجھ پر
کہاں سے دیکھئے جا پہونچی ہے شہرت کہاں میری

نہیں ہے مادہ تقلید کا میری طبیعت میں
رہین منت دیگر نہیں طرز فغاں میری

وفور شوق دیدار صنم میں اب یہ حالت ہے
گراتی ہی نہیں پلکوں کی چلمن پتلیاں میری

مسیحا لے خبر جلدی کہ شاید وقت آخر ہے
بہت ہی غیر حالت ہو نصیب دشمناں میری

مجھے بنت العنب کا واسطہ تھوڑی سی پلوا دے
مکدر ہے طبیعت آج اے پیر مغاں میری

ادا ہو شکر کیونکر آپ کے لطف و عنایت کا
یہ رعب حسن ہی یاری نہیں دیتی زباں میری

نہیں مجھ سے چھپا کچھ ہم میں سب باتوں سے واقف ہوں
نہ چھیڑو اب مجھے زاہد نہ کھلواو زباں میری

جدا میں سب سے رہتا ہوں الگ ہیں سب سے کہتا ہوں
نہیں ممنون احسان غیر کی طرز بیاں میری

نمبر ۲۴	مجھے اس اشک ریزی سے یہ ڈر ای نطق ہوتا ہے غضب طوفاں اٹھائیگی یہ چشم خونفشاں میری	۲۵

ہجوم خلق یوں رہتا ہے گرد اس ماہ کامل کے
لپٹنگے چار جانب جسطرح ہوں شمع محفل کے

جو عاشق ای پری رو ہیں تری رخسار کی تل کے
ستاتے ہیں کوئی دق کی کوئی بیمار ہیں سل کے

ترے چاہ زنخداں پر اگر انکی نظر پڑتی
خوشی سے گرنے آکر امیں قیدی چاہ بابل کے

نہیں ہے حلقۂ زنجیر حلقۂ زلف دلبر کا
نہونگے جیتے جی آزاد پابند اس سلاسل کے

وصال یار سے محروم ہوں میں وصل کی شب بھی
پیاسا جیسے رہجائے کوئی نزدیک ساحل کے

ذرا حسرت کو اس برگشتہ تقدیر کی دیکھو
کہ کشتی جسکی آکر غرق ہو نزدیک ساحل کے

کبھی سیر اسکے کوچے کی کبھی دشت و بیاباں کی
کرشمے کچھ عجب دکھلا رہے ہیں ولولے دل کے

ہماری سخت جانی نے نہ مرنیکی اجازت دی
عبث بیفائدہ بیکار شکوے تیغ قاتل کے

بظاہر گو وہ اچھے ہیں مگر زخمی ہے دل انکا
یہی حالات اے گلگوں قبا ہیں تیرے بسمل کے

مسلماں اور ہندو در حقیقت دونوں بھائی ہیں
مناسب ہے رہیں آپس میں یہ ہر وقت ہل مل کے

نہ وجہ شرم ہوگا وہ نہ باعث رنج و حسرت کا
کریں مشکل ہے مشکل کام بھی دو چار اگر مل کے

کریں مشکل ہے مشکل کام بھی دو چار اگر مل کے

نہیں ممکن کہ ناکامی ہو امیں خس برابر بھی
دل زخمی ہمارا ہو گیا انگور کا خوشہ
تمہارا ناخن غفلت سے اے خورشید چھل چھل کے

پڑا ہے بستر غم پر عجب پُر درد حالت سے
مریض غم سے پانی تک پیا جاتا نہیں ہل کے

اسی کیو اسطے میں نے دیا تھا تمکو اے صاحب
کہ تمنے کھیل ہیں ٹکڑے کرڈالے مرے دل کے

ستارے ہیں گردوں ہی فقط دھوکا ہی دھوکا ہی
یہ دود آہ کے شعلے شرارے ہیں مرے دل کے

کبھی مرتا ہوں اس بت پر کبھی شیدا ہوں اس گل کا
عجب انداز ہیں اس بے تکلف مضطرب دل کے

برا ہو چرخ کج رفتار کا اے ہمدمو جس نے
ہزاروں ٹکڑے کرڈالے مری جمعیت دل کے

دیار دشت غربت میں جو یاد انکو وطن آیا
پھپھولے پھوٹ کر رونے لگے کانٹوں سے مل مل کے

خدا ہی خیر بخشی میں میری آبرو رکھ لے
برے کچھ کچھ نظر آتے ہیں تیور آج قاتل کے

حیا آڑے جو آجائے تو شاید دل یہ بچ جائے
وگرنہ سخت رہزن ہیں یہ دونوں قاتل کے

ذرا انصاف سے کہدو تمہیں اے ہمنشیں مجھ سے
کبھی تمنے حسین دیکھے ہیں اس شکل و شمائل کے

خدا ہی اب نگہباں ہے دل عشاق پر غم کا
لٹیرے ہر گلی میں جمع ہیں اک قوافل کے

نہ کچھ ناصح کی سنتے ہیں نہ احباب و اقارب کی
جناب نطق بندہ ہو رہے ہیں اپنے ہی دل کے

نمبر ۲۰۵	نہوں لے نطق کیوں مبتل ہم اشعار گوئی میں کہ ہیں شاگرد ہم شمشاد سے استاد کامل کے	۱۳

ہیں درد و سوز مناسب دل و جگر کے لئے
ہے عشق لازم انسانیت بشر کے لئے

مریض عشق ہے مہمان اب کوئی دم کا
وہ رخت باندھ کے آمادہ ہے سفر کے لئے

جگر ہوشیار کا تو عشق کی سے کٹے منزل
بدن ہو لوہے کا اس راہ پر خطر کے لئے

جو پاس ایک بت سنگدل کے جاتا تھا
پہاڑ ہو گیا خط میرا نامہ بر کے لئے

غضب ہے وصل جوانی میں ڈھل گئے جوبن
عروج انکو ہوا صرف دو پہر کے لئے

کواڑ بند ہیں اس حور وش کے ایواں کے
کھٹکتی پھرتی ہیں آہیں مری اثر کے لئے

صباحت رخ زیبا کو دیکھے کیا زاہد
شعاع مہر ہے تاریک بے بصر کے لئے

جلائیں اسکو سموم بلا سے جھونکے
دعا بھی سہمی مری آہ بے اثر کے لئے

گمان صبح ہوا چہرہ دیکھ کر اس کا — وضو میں کرنے لگا سجدۂ سحر کے لئے

کمر کو باندھئے تار نگاہ عاشق سے — یہی ہے موزوں کمر بند اس کمر کے لئے

وہ گھر میں کیوں ہوں مقید ابھی وہ کمسن ہیں — نہیں ہے حفظ درختان بے ثمر کے لئے

وہ مرنے پر بھی ہمارے ذرا خبر نہ ہوا — غضب ہے جان دی اک ایسے بے خبر کے لئے

۱۰	جناب نطق نے بھی دل کسی پری کو دیا بلا یہ منت میں سر لی عمر بھر کے لئے	نمبر ۲۰۶

یا خدا تا زیست عشق زلف جانانہ رہے — مرتے دم تک دل اسی لیلی کا دیوانہ رہے

تا ابد ساقی ترا آباد میخانہ رہے — صدقے آنکھوں کے ذرا گردش میں پیمانہ رہے

آج پھر آنکھوں پھر گردش میں پیمانہ رہے — رندوں پر ساقی وہی لطف قدیمانہ رہے

تیر زہر آلودۂ مژگاں سے دل ہو چور چور — آج اے سفاک وہ انداز ترکانہ رہے

سرمہ دو آنکھوں میں کنگھی ہو خط رخسار میں — کچھ لحاظ اپنوں کا اور کچھ پاس بیگانہ رہے

کیوں عطا مجھ کو نہ کرتا خال کا بوسہ وہ بت — مل ہی جاتا ہے اگر تقدیر کا دانہ رہے

حسن ہی پایا ہے تو نے شمیاں ای شمع رو — عاشقوں کا دل ترا کیوں کر نہ پروانہ رہے

ہوں جو یہ چار دن ہم پھر لطف کا کیا پوچھنا — ابر ہو باراں ہو تو ہو بزم رندانہ رہے

پھر ذرا اٹھکے چلو عشاق کے دل زیر پا — پھر وہ اٹھلاتی ہوئی رفتار مستانہ رہے

۱۷	کان مجنوں کے بھی کاٹے ہیں جناب نطق نے دفتر الفت میں انکا کیوں نہ افسانہ رہے	نمبر ۲۰۷

بلائے جان و طوفاں خیز دریای محبت ہے — پتہ جس کے نہ ساحل کا نہ گہرائی کی غایت ہے

محبت ان حسینوں کی بلا ہے اک مصیبت ہے — قیامت ہے غضب ہے قہر ہے شامت ہے آفت ہے

نہ پروا حور رضواں کی نہ شوق خلد ہے مجھ کو — گلی ہی آپ کی اے حور جنت مجھکو جنت ہے

دل انساں نہ دیوانہ ہو کیونکر بانکی چتون کا — تمھاری ہر ادا اے جان ستاں ہو جان قیامت ہے

ازل ہی میں ہوا تھا صنعت صانع کا میں عاشق
شروع حسن سے جان حزیں وقف محبت ہے

پس مردن بھی تیرا نام جاری ہو مرے لب پر
محبت اسکو کہتے ہیں اسیکا نام الفت ہے

نہیں ویران میرا خانۂ دل اے پری اس میں
ہجوم رنج و یاس و آرزو و داغ حسرت ہے

کہو تو کیا یہی انسانیت ہے لے پری پیکر
محبت ہے نہ الفت ہے نہ آنکھوں میں مروت ہے

مراحرمان نصیبوں ہی کا کر دل سے پوچھنا کوئی
نہیں وہ وصل میں جو ہجر کی تلخی میں لذت ہے

اگرچہ بیوفا ہے بانی بیداد ہے وہ بت
جو سچ پوچھو تو پھر بھی وہ حسینوں میں غنیمت ہے

کبھی یہ شیخ جی کو پاس بھی آنے نہیں دیتی
حقیقت میں یہ دختر رز بڑی ہی پاک عصمت ہے

کسیکو بوسۂ لب اور کسیکو گالیاں وہ دیں
قصور اس میں نہیں انکا یہ اپنی اپنی قسمت ہے

پری بھی حور بھی ہیں چاند بھی سورج و بت بھی
کہے انصاف سے کوئی کہ اچھی کون صورت ہے

بہت ہی غور سے ہو دیکھ بھال آئینۂ دل کی
نہیں کھلتا کہ کیا اس کافر بیدیں کی نیت ہے

خدا کی شان ذکر عاشق ناشاد پر اپنے
یہ فرماتے ہیں ان سے دور کی صاحب سلامت ہے

کسی صورت میں جی لگتا نہیں ہے کیا بتاؤں میں
خدا جانے کہ میرے دل کو کیوں وحشت ہے

۱۳	اگر یہ جانتے اے نطق انکو دل نہ ہم دیتے بھلا معلوم کیا تھا چار دن کی یہ محبت ہے	نمبر ۲۰۸

عجب کچھ شان اس یکتا کی اے اہل بصیرت ہے
کہیں کثرت میں وحدت ہے کہیں وحدت میں کثرت ہے

نہ کچھ کھانے سے مطلب ہے نہ کچھ کپڑوں کی حاجت ہے
تمہارے عشق میں اے جان دیوانی کی حالت ہے

نہیں کرتے اگر وہ رحم یہ انکی عنایت ہے
نہ مجھکو بخت کا شکوہ نہ کچھ انکی شکایت ہے

تمہاری بزم سے اٹھکر سوئے فردوس جاؤں گا
میاں ان حوروں کی صحبت میں رہونگا کیا قیامت ہے

ستم انکا فلک کا جور طعنے آشناؤں کے
ہماری جان مضطر کیلئے کیا ایک آفت ہے

گریباں پھاڑ کر جو سر بصحرا ہو گئے عاشق
تمہاری ہی غلط انداز نظروں کی بدولت ہے

تمہاری بزم کے بدلے کرے جو شوق جنت کا
تو ایسے شخص کے اوپر ابد تک بار لعنت ہے

تم اپنی یاد سے مانع جو ہوتے ہو تو یہ کہدو
کہ عاشق کے بہلنے کی بھلا پھر کون صورت ہے

تغافل سے جفا سے ناز سے بے اعتنائی سے
ہماری لے پیرو جان اب جانیکی نوبت ہے

دل زخمی عاشق ہی سے پوچھا چاہیے اسکو
رخ گلگوں پر انکے کس قیامت کی ملاحت ہے

مری باتیں غلط سب آپکے وعدے سبھی سچے
ذری سی بات کا بیکار جھگڑا مفت حجت ہے

غریب اک بھائی ہو تو دوسرا بھائی یہ کہتا ہے
قرابت تو نہیں ہے دور کی صاحب سلامت ہے

نمبر ۲۰۹ — اگر یہ نقطہ ہوتا تھا سبق میں ہم نہ پڑھتے تھے
تکلف سے مجھے لے نطق بیجا ہی سے نفرت ہے — ۲۰

زہر یہ آشتی نہ ہو جائے
دوستی دشمنی نہ ہو جائے

ڈر ہے جسکا وہی نہ ہو جائے
غیر سے دوستی نہ ہو جائے

نطق اب منتفی نہ ہو جائے
رند سے یہ دلی نہ ہو جائے

اڑ چلا ہے جدا ہوتے ہی
آدمی سے پری نہ ہو جائے

اس سے ملنے چلا تو ہوں لیکن
سد رہ سے زری نہ ہو جائے

کل کے وعدے کی انتظار میں ہائے
ختم یہ زندگی نہ ہو جائے

نازکی ہو نہ قتل کی مانع
ڈر ہے جسکا وہی نہ ہو جائے

دیکھو دیکھو تمھاری چالوں سے
کل قیامت کھڑی نہ ہو جائے

چیختا ہے تمام دن واعظ
بکتے بکتے سڑی نہ ہو جائے

مسی ملتے ہیں یہ خیال رہے
لعل لب سرمئی نہ ہو جائے

ہمکو یہ خوف ہے کہ ضرب مثل
آپ کی نازکی نہ ہو جائے

ہو رہی ہے یہ سجدہ گاہ انام
کعبہ اسکی گلی نہ ہو جائے

غنچہ ساں جیب میں آپکو دیکھوں
کیوں منھ بیکلی نہ ہو جائے

فال بد کیوں نکالئے منھ سے
جھوٹ سچ واقعی نہ ہو جائے

منھ چڑھے انکے ہو گئے دشمن
الفت تیغ ابروِ جاناں
آتے آتے وہ رک نہ جائیں کہیں
راز الفت نہ تاڑ جائے کوئی
رات دن تم جو نطق روتے ہو

مجھ سے کچھ بیرخی نہ ہو جائے
باعث خودکشی نہ ہو جائے
آنے میں الکسی نہ ہو جائے
سمجھ مری خامشی نہ ہو جائے
کہیں پردہ دری نہ ہو جائے

نمبر ۲۱ — نقد جاں دیکے نطق بھی شاید
آپ کا مشتری نہ ہو جائے — ۱۹

کھڑے جو شرم وحیا سے ہیں سر جھکائے ہوئے
چلو نہ قتل کو پردہ میں منہ چھپائے ہوئے
بتائیں کیا کہ پڑی ہم پہ آج کیا افتاد
یہ سچ ہے ایسے ستمگر کو دل نہ دینا تھا
ذرا ادھر بھی تو آؤ کہ اک زمانہ سے
نہیں ہے پاس اگر تو تو اے پری پیکر
عزیز اقارب و احباب سب ہیں طعنہ زناں
حنا ملے ہوئے سرمہ لگائے کھولے بال
غضب ہے قہر ہے جوش شباب کی مستی
خیال عاشق صادق ہوا تو مرنے پر
وہ اسکو سمجھیں نہ سمجھیں ہے اختیار انھیں
تمھارے وعدہ کا کیونکر یقین ہو ہمکو
ہوا جو تذکرۂ حور جل کے وہ بولے
فراق یار میں عشاق کی یہ حالت ہے

اُٹھیں کے ناز و ادا سے ہیں ہم ستائے ہوئے
خدا کے واسطے برقع ذرا ہٹائے ہوئے
ہم انکے کوچہ سے آتے ہیں چوٹ کھائے ہوئے
عذاب جنبی ہیں سر پر ہیں اپنے لائے ہوئے
تمھاری راہ میں آنکھیں ہیں ہم بچھائے ہوئے
ترا خیال ہی سینے سے ہیں لگائے ہوئے
ہیں جتنے لوگ خدا ہی کے ہیں بنائے ہوئے
ہزار طرح کے پھندے ہیں وہ بچھائے ہوئے
قیامت انکے ہیں جو بن نمو پہ آئے ہوئے
وہ بیٹھے روتے ہیں میت گلے لگائے ہوئے
ہم انکی راہ میں اپنے کو ہیں مٹائے ہوئے
ہزار بار تو بیٹھے ہیں آزمائے ہوئے
پرانے قصے یہ سب ہیں سنے سنائے ہوئے
لہو کی ندیاں آنکھوں سے ہیں بہائے ہوئے

ہماری لاش جو دیکھی تو بولے چوری سے	چلے ہو جو رسکے گھر مجھ سے منہ چھپائے ہوئے
کہاں سے آتے ہو اس حال سے کہو تو سہی	لباس جو پہنے ہیں ہو نہائے ہوئے
گذر جو شہر خموشاں میں ہو گیا اُن کا	تو بولے گھر ہیں ہمارے یہ سب بسائے ہوئے
بیان درد جگر پردہ میں کسکے کہتے ہیں	پرانے قصے یہ سب ہیں سنے سنائے ہوئے

نمبر ۲۱۱	گذرے اُنکی گلی سے تو نطق یاد رہے بنگاہ ناز سے دل کو ذرا بچائے ہوئے	۹

تم اگر خوش ہو سکے لیکر تقاضا یونہی سہی	ہو چکی جاؤ مہرباں لے مہرباں یونہی سہی
جاؤ بیجا گالیاں ہیں آپکے منہ میں اگر	اپنے منہ میں ہم بھی رکھتے ہیں زباں یونہی سہی
تم اگر مانع ہو اس سے بھی تو پھر کرنا ہی کیا	ضبط ہی کر لینگے فریاد و فغاں یونہی سہی
خاص کرکے میرے ملنے کو نہیں آتے اگر	گھومتے ہی پھرتے آؤ میری جاں یونہی سہی
منحصر ہے آزمائش پر اگر لطف و کرم	ہم بھی ہیں موجود بہر امتحاں یونہی سہی
آپکو چڑھ ہے اگر میرے بیان ہجر سے	اب نہ چھیڑینگے کبھی یہ داستاں یونہی سہی
میری سب باتیں غلط جو کچھ کہو تم سب بجا	خوش اسی میں ہو اگر اے مہرباں یونہی سہی
چاہتے ہو تم رقیبوں سے نہ کچھ بولیں اگر	بند کر لیتے ہیں ہم اپنی زباں یونہی سہی

نمبر ۲۱۲	نطق کو اپنی جدائی میں کھلا کر رات دن تم جو لینا چاہتے ہو نقد جاں یونہی سہی	۲۰

یہ میرے جسم کے ٹکڑے ہیں یا فولاد کے ٹکڑے	کہ ان سے اڑ رہے ہیں خنجر جلاد کے ٹکڑے
مری ہی پارہ ہائے دل ہیں جنکو آپ ملتے ہیں	یہ سب ہیں آپ ہی کے خانہ برباد کے ٹکڑے
جز اک اللہ اے قاتل تری قوت کا کیا کہنا	اُڑے اک وار میں دس بیس آدم زاد کے ٹکڑے
لگائے وار پھر قاتل کہیں صرف تمنا میں	اکٹھا کر رہا ہوں میں دل ناشاد کے ٹکڑے
زمین قتلگہ پر دیکھ کر ظالم قدم رکھنا	پڑے ہیں جابجا میرے دل ناشاد کے ٹکڑے

ترا قد دیکھ کر وہ رشک سے کٹ کٹ گیا لیا
ہزاروں ہی ہوئے گلزار میں شمشاد کے ٹکڑے

ہماری سخت جانی بھی خدا رکھے غنیمت ہے
اڑے سو بار جس سے خنجر جلاد کے ٹکڑے

ہے کیوں دعویٰ خدائی کا بتوں کو قصر میں انکے
لگے ہیں کئی لخت خانہ شداد کے ٹکڑے

تاسف کی جگہ یہ ہے کہ تیغ نارسائی نے
گرائے عرش سے کرکے عجب فریاد کے ٹکڑے

انھیں سے ملک ملتا ہے انھیں سے مال ملتا ہے
بنے ہیں کیمیا اکثر یہی فولاد کے ٹکڑے

پگھلنے کی بتان سنگدل کی کون صورت ہے
بنینگے موم کیونکر ہائے یہ فولاد کے ٹکڑے

ضعیفی کے ہیں تقویت کے باعث یہ جو کشتہ ہیں
جوانوں کے لئے ہیں آبرو فولاد کے ٹکڑے

نہ آئی ہاتھ شیریں جبکہ اس محنت مشقت پر
اڑائے تیشہ غم نے دل فرہاد کے ٹکڑے

لہو باقی نہیں اب کاڑھ ہی سارا بدن میرا
نہ چھوڑیں ہوں کیوں نشتر فصاد کے ٹکڑے

تمنا کیونکر نہ ہو اب دم شمشیر قاتل کی
کر میرے ساتھ اسنے کردئے ہمزاد کے ٹکڑے

انھیں ہاتھوں میں لیکر تم جو فوراً پھینک دیتے ہو
ہیں لخت دل گرائے خانماں برباد کے ٹکڑے

کلیجہ جس سے پھٹ جائے یہ وہ غم کا فسانہ ہے
نہوں کس طرح قلب بانی بیداد کے ٹکڑے

ضعیفوں کو تو بس اکسیر کا یہ کام دیتے ہیں
غضب ہیں خاک ہونے پر بھی فولاد کے ٹکڑے

ہے اندیشہ تو اسکا ہی اگر دڑ رہی تو اسکا ہے
نہ کردے تیغ آہ صید تو صیاد کے ٹکڑے

نمبر ۲۱۳

نشان کوہکن سے نطق باقی بیستوں پر ہے
پڑے ہیں آج بھی کچھ تیشہ فرہاد کے ٹکڑے

۸

عکس روئے آتشیں کا کس کے جلوہ دل میں ہے
آفتاب حشر کی ضو جس سے پیدا دل میں ہے

ہر نگاہ ناز تیری کر رہی ہے اس میں گھر
پتلیوں کا دلربا یا نہ تماشا دل میں ہے

اپنے دل ہی سے نہ اسکو پوچھ لو لے مہ لقا
مجھسے تم کیا پوچھتے ہو کیا ارادہ دل میں ہے

حسب حق انس بتاں دونوں ہیں ہمیں جاگزیں
سنگ کعبہ دل میں ہے رنگ کلیسا دل میں ہے

تیرے قدموں پر کریں قرباں ہم جاں حزیں
حوصلہ یہ دل میں ہے اک یہ تمنا دل میں ہے

ہے انھیں تینوں جگہ میں سے کہیں پردہ پری لاکھ پردے میں چھپے گا دیکھ لینگے ہم تجھے	میری آنکھوں میں سمایا یا جگر یا دلمیں ہے اے پری پیکر نہاں تیرا سراپا دلمیں ہے

نمبر ۲۱۴	بنگیا کعبہ سے بتخانہ دل غمگین تعلق اک بت نا آشنا کا جب سے نقشا دلمیں ہے	۱۵

آہ منت کش اثر نہ ہوئی	اس پری کو مری خبر نہ ہوئی
لاکھ تدبیر کی مگر نہ ہوئی	بے خبر کو مری خبر نہ ہوئی
وصل کی شب ہو بقدر چھوٹی	ہجر کی رات مختصر نہ ہوئی
حسب وعدہ جو تم نہ آئے یہاں	رات آخر مری بسر نہ ہوئی
گور بھی اک عجیب منزل ہے	جسکی شب کی کبھی سحر نہ ہوئی
یہ تغافل بھی کچھ تغافل ہے	مر گئے ہم تمھیں خبر نہ ہوئی
میں عدو کو مزا چکھا دیتا	طبع مائل لبوسے شر نہ ہوئی
راہ پر اس پری کے لانے کی	کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی
کس طرح خلد میں لگے گا دل	آپ سے ایسی حور اگر نہ ہوئی
اک نگہ میں دلوں کو چھید دیا	تیر ٹیڑھی تری نظر نہ ہوئی
بار گیسو سے دہری ہو جاتی	خیر گزری تجھے کمر نہ ہوئی
آ رہے ہیں وہ بے بلائے ہوئے	بے اثر آہ پر شرر نہ ہوئی
دوسرے کو دیا نہ ہو مکتوب	چوک تو تجھسے نامہ بر نہ ہوئی
اونکو میں راہ پر لگا لیتا	خود طبیعت ہی راہ پر نہ ہوئی

نمبر ۲۱۵	تعلق تو خسرو معانی ہے غم نہیں سلطنت اگر نہ ہوئی	۱۴

کوئی کہدے میرے دلبر سے	صدقے ہوتا ہوں اسکے اوپر سے

سنگ پگھلے بھی تم نہ پگھلوگے — سنگدل تم ہو بڑھ کے پتھر سے
گڑ گیا سنگ آستاں ہو کر — میں نہ اٹھونگا اب ترے در سے
سوکھ جاتا ہوں کانپ جاتا ہوں — وصل کی شب بھی ہجر کے ڈر سے
جان ہی جائے اتنو بہت بہتر — تا کجا تیری دید کو ترسے
دل کو زخمی کیا تو ہنس بھی دو — کچھ نمک بھی چھڑک دو اوپر سے
دنگ ہو جائے ابر نیساں بھی — چشم گوہر فشاں اگر برسے
ہم تو کرنے کو سب کریں لیکن — سخت ناچار ہیں مقدر سے
کہدے اتنا ہی جا کوئی درباں — ملنے آیا ہے کوئی باہر سے
کس کی آہ رسا نے کام کیا — آرہے ہیں نظر وہ مشتدر سے
آپ کے چہرۂ منور کی — کیا دوں تشبیہ مہر انور سے
مے نے دیدی ثبوت کم ظرفی — گر پڑی جب چھلک کے ساغر سے
چاہ غبغب کی وہ کرے تعریف — منہ جو دھو آئے حوض کوثر سے

نمبر ۲۱۶	نطق ایسے ہوئے ہیں گوشہ نشیں اب نکلتے نہیں کبھی گھر سے	۱۲

وفور رنج و درد و غم سے یہ حالت ہماری ہے — کہ ندی خون کی ہر وقت ان آنکھوں سے جاری ہے
ہجوم غم سے جان مبتلا جینے سے عاری ہو — مریض درد فرقت کیلئے یہ رات بھاری ہے
کسی پر کیا گذرتی ہے کسی کو کیا خبر اسکی — ہر دل کو آہ و زاری رات کو اختر شماری ہے
کوئی ہرگز لگائے دل نہ ان نازک اداؤں سے — عزیزا اپنا اگر دم ہے جو اپنی جان پیاری ہے
محبت ہی نے قیس و وامق و فرہاد کو مارا — یہ سچ ہے سب سے اس راہ میں میری باری ہے
تمہاری آنکھ کا مارا کبھی اچھا نہیں ہوتا — یہ اک ایسی بجھائی زہر کی چھوٹی کٹاری ہے
فنا اتنا ہوا تجھ میں رشیدا کہ اب اسکی — زباں پر کیا کہ ہر رگ رگ سے تیرا نام جاری ہے

مزا کیا زندگی کا موسم پیری جب آ پہونچا
خزاں آئی چمن میں رخصت اب باد بہاری ہے

عروس موسم گل کی بھی کیا ہی شان ہے دیکھو
جلو میں ہر طرف باد بہاری کی سواری ہے

الٰہی دفعتہً اس ملک کی کیسی ہوا بدلی
نہ ساقی ہے نہ صہبا ہے نہ شغل بادہ خواری ہے

چڑھا دیتی ہے رتبہ عرش پر اہل تواضع کا
بنا دیتی ہے خور ذرہ کو یہ وصف خاکساری ہے

نمبر ۲۱۷

ذرا آ کر کوئی نبضیں جناب نطق کی دیکھے
سبب کیا ہے کہ ان پر آج بیہوشی سی طاری ہے

۱۱

بتائیں کیا تجھے الفت تری دل میں کہاں تک ہے
خدا ہی جانتا ہے اسکو اے ظالم جہاں تک ہے

ہزاروں بار دیکھا ہے کبھی ایفا نہ یہ ہوگا
ترا وعدہ وعید اے بیوفا تیری زباں تک ہے

کرے کیا تجھسے کوئی عرض حال اے ترک فتنہ گر
ترے آگے کسی انساں کے منہ میں زباں تک ہے

کہے دیتا ہوں اے پیر فلک چھیڑا نہ کر مجھکو
رسائی آہ و نالہ کی مرے لا مکاں تک ہے

پس از مردن فرے کی نیند بیفکری سے آتی ہے
بکھیڑا ہر طرح کا صرف اس عمر رواں تک ہے

یہ حسن دلربا نہ یہ شوخی آپ کے ایسی
نہ پریوں میں نہ حوروں میں خبر مجھکو جہاں تک ہے

غضب ہے ہمکو اپنی بھی سمجھتا ہے وہ بیگانہ
ہمارے خانۂ دل میں وہ مثل مہماں تک ہے

وہ کہتا ہے کہ پہلو چیر کر دکھلا دو دل پہلے
کہ یہ معلوم ہو الفت مری اس میں کہاں تک ہے

الٰہی کون وہ محبوب ہے اس باغ عالم میں
کہ جسکے حسن کی شہرت زمیں سے آسماں تک ہے

عدو کی ناروا باتیں بھی سنکر چپ ہی رہتا ہوں
تمہارا پاس مجھکو اے مرے گلرو بیاں تک ہے

نمبر ۲۱۸

عجب دلکش طریقہ سے بیاں اے نطق کرتے ہو
مزا شعر و سخن کا واقعی طرز بیاں تک ہے

۱۳

رات دن سامنے اس رشک قمر کے ہوتے
کاش درباں ہی اس حور کے در کے ہوتے

سوئے عاشق جو رواں تیر نظر کے ہوتے
آن واحد میں وہ سب پار جگر کے ہوتے

اسطرح مٹ گیا گویا کہ یہ تھا خواب خیال
وصل کی شب کا سماں ہائے سحر کے ہوتے

جان ہی لینے کی خواہش ہو جو لے او لقا
حیف ان لوگوں پر لے بائی عالم صد حیف
تیغ کا کاٹ کسی میں نہیں خنجر کے سوا،
غیر ممکن تھا کہ کعبے کو چلا جاتا میں،،
مانتے ناصح مشفق کا اگر فرما نا
وصل کا ذکر جو کرتا بھی تو میں کیا کرتا
حور ہو یا ہو پری سب کو تصدق کردوں
میرے ناصح نہ نصیحت مجھے کرتا تو کبھی
دیکھتے آپ جو ترچھی ہی نگاہوں کی ہیں

تیغ کیوں کھینچتے ہو تیر نظر کے ہوتے
مفلسی سے جو بسر کرتے ہیں زر کے ہوتے
ارث کیوں لینے لگا کوئی پسر کے ہوتے
جبھہ سائی کیلئے آپکے در کے ہوتے
پھر تو یا ہر ہی سکے ہم رہتے نہ گھر کے ہوتے
شام سکے ہوتے کبھی دعدے سحر کے ہوتے
کون پوچھے انھیں اس رشک قمر کے ہوتے
تیغ ابرو کے ترے دل میں جو جگر کے ہوتے
صدقے ہم آپکے اس ترچھی نظر کے ہوتے

نمبر ۲۱۹	اکبر وہ نخوت ہی نے کھویا اسے ورنہ ای نطق رتبے کیا کیا نہ ابھی اور بشر کے ہوتے	۱۷

چار دن میں ایسی حالت ہو گئی بیمار کی
مردے زندہ ہو گئے محشر ہوا گویا بپا
جان لینے میں ہماری لاغری نے کی مدد
اکس کیسا ہے رگ حلقوم کو شمشیر سے
ایک جنبش میں ہزاروں جانیں ہوتی ہیں ہلاک
ہجر کی شب کا برا ہو کوئی پاس آتا نہیں
تیر جائے دل میں لیکن جس نہو مقتول کو
اسکے ہاتھوں خلق میں کیا کچھ نہو جاتا مگر
کیوں نہ بال آور ہے سوسن کچھ نہیں کھلتا سبب
راہ پر آئے مزاج عندلیب زار کیا

لب ہلا سکتا نہیں طاقت نہیں رفتار کی
یہ کرامت دیکھئے اس شوخ کی رفتار کی
ضرب کچھ اوچھی پڑی تھی یار کی تلوار کی
تنگئی ہے دستگی جلاد کی تلوار کی
بار ڈھ کچھ ایسی ہے تیغ ابروخمدار کی
بھولکر آتی نہیں آہٹ کسی غمخوار کی
یہ بڑی اعلیٰ صفت ہے تیغ جوہر دار کی
کچھ حقیقت ہی نہیں اس گنبد دوار کی
لونڈی ہے یہ بھی تو شاید حسن کے سرکار کی
کچھ ہوا ہی ناموافق ہو گئی گلزار کی

غالباً تقلید غنچوں کی ہے منظور نظر
بند مٹھی رہتی ہے اسواسطے زردار کی

بوئے زلف عنبریں کچھ اور بوئے مشک اور
اسکے آگے کیا حقیقت طبلۂ عطار کی

چشم جادو کا اثر نرگس شوخ کی اسیر ہوا
جسنے ایسی کردی حالت نرگس بیمار کی

نور ایماں جسکو مل جائے خدا کی دین ہے
کچھ نہیں تخصیص اسمیں سبحہ و زنار کی

اہل دنیا آڑے کیا آئینگے وقت بیکسی
غیب سے ہوتی مدد ہے عاجز و ناچار کی

بدگمانی کا برا ہو مجھ سے فرماتے ہیں یہ
اب محبت وہ نہیں آنکھیں نہیں وہ پیار کی

نمبر ۲۰

یہ پسند خاطر غاطر ہوا کچھ شک نہیں
نطق کے دل پر نظر کیوں جم گئی ہر یار کی

۱۴

عشق میں جان کا خطر بھی ہے
فائدہ بھی ہے اور ضرر بھی ہے

بے وفا قطعاً تو وہ تھا ہی
کہنے سننے کا کچھ اثر بھی ہے

دیکھ کیا کہہ رہی ہے خلق خدا
اسکی تجھ کو ذرا خبر بھی ہے

تیرے تیر نظر کی دعوت کو
دل بھی حاضر ہے اور جگر بھی ہے

رنج و راحت جہاں میں توام ہیں
فائدہ جسمیں ہے ضرر بھی ہے

آہ میں کیا کروں شب فرقت
نارسا بھی ہے بے اثر بھی ہے

کیا بتاؤں کہ کسکی نظروں سے
دل بھی گھائل مرا جگر بھی ہے

وارد دل سے ہمارے وہ بدخو
باخبر بھی ہے بے خبر بھی ہے

اُف رے طول شب فراق صنم
کہیں اس شام کی سحر بھی ہے

کیا ہوا امید لطف اس بت سے
دل میں رحم اسکے ذرہ بھر بھی ہے

وصل کی ان سے کیا ہے امید
وعدہ بھی ہے اگر مگر بھی ہے

زار حالت ہے تیرے عاشق کی
کچھ تجھے بے خبر خبر بھی ہے

دھوپ کرنے میں اس پریرو کو
پیش و پس بھی ادھر ادھر بھی ہے

نمبر ۲۲۱ — ۸

نطق کیوں اسقدر پریشاں ہو
خشک لب بھی ہیں چشم تر بھی ہے

جہنم اور جنت کیا جب اسکے تم آشنا ٹھہرے / وہی فردوس عاشق ہے جہاں وہ مہ لقا ٹھہرے
ابھی آئے ابھی تیار جانے کو ہو کیا معنی / جو یوں آئے تو کیا آئے جو یوں ٹھہرے تو کیا ٹھہرے
جو تم خود آ نہیں سکتے تو پھر تصویر ہی بھیجو / کسی صورت تو قلب مضطرب اے دلربا ٹھہرے
مری جاں اپنے ہر حربہ کا جوہر سب کو دکھلا دو / چلے تیغ نظر اب ناوک مژگاں ذرا ٹھہرے
مجھے معلوم ہے کتنا خیال عہد و پیماں ہے / وفا کیا تم کرو گے عہد جب خود بیوفا ٹھہرے
مری بالیں پر آتا ہے وہ پردہ نشیں ہمدم / ذرا کچھ دیر تک باہر ابھی میری قضا ٹھہرے
نہیں ممکن ہے آنا تا کہ وصل اس فتنہ قامت کا / چلی تیغ ادا جب ناوک شرم و حیا ٹھہرے

نمبر ۲۲۲ — ۱۵

دیا اے ذوق دل بھی اور ایماں بھی دیدوں
کروں سجدہ بھی انکو کیا یہ بت سچ مچ خدا ٹھہرے

کون ایسا ہے ترے جو طلبگاروں میں ہے / اب مسیحا بھی سنا ہے تیرے بیماروں میں ہے
آج سے کچھ دل نہیں تیرے خریداروں میں ہے / یہ تو ہنگام ازل سے ناز برداروں میں ہے
پوچھتا کوئی نہیں میرے دل صد چاک کو / بے حقیقت جنس یہ الفت کے بازاروں میں ہے
شوق پامالی میں گل کی پتیاں گرنے لگیں / شور آمد کا یہ کسکی آج گلزاروں میں ہے
یا الٰہی آ گیا دنیا میں کیسا انقلاب / دوستوں میں دوستی یاری نہ کچھ یاروں میں ہے
رات دن تنہا پڑا رہتا ہوں بیت الحزن میں / پوچھنے والا نہ کوئی میرے غمخواروں میں ہے
ان نکیروں کے بکھیڑے سے تو جان اپنی چھٹے / کچھ نہ پوچھا کہ رہا یہ کسکے بیماروں میں ہے
جان دیتے ہیں لیکن یہ نہیں کرتے علاج / یہ انوکھی بات اس لیلی کے بیماروں میں ہے
رہتے ہیں کانٹوں کے پہرے گرد گل کے ایندن / اسلئے دربانوں کا دستور دلداروں میں ہے
رند کے زمرے میں زاہد ہو گیا شاید شریک / مرحبا کا شور و غل کیوں آج میخواروں میں ہے

تیغ ابرو تیر مژگاں خنجر ناز و ادا
چار ہیں تعریف لیکن ایک ہی چارہ نہیں ہے
اپنے دل کی دوستی پر کیا بھروسا کیجئے
جانتے ہیں یہ بھی بد السنوں میں غدار نہیں ہے
بات کا ہرگز عدو کی تم نہ کرنا اعتبار
بچۂ افعی ہے وہ شیطان عیار نہیں ہے
جرم الفت کا ہے مجرم یہ دل درد آشنا
کھنچ کے گیسو کے شکنجے میں گنہگار نہیں ہے

نمبر ۲۲۳

میکدہ اور نطق یہ کیا آپ نے فرمادیا
کیا یہ سچ ہے یہ فرشتہ خو بھی مےخوار نہیں ہے

11

کسیکو سب بلاتے تو دیکھا نہیں ہے
عدم سے کوئی واپس آیا نہیں ہے
مرے جان تمکو یہ زیبا نہیں ہے
جلانا کبھی دل کا اچھا نہیں ہے
ستایا نہیں یا جلایا نہیں ہے
مرے جان تمنے کیا کیا نہیں ہے
تری زلف کا کسکو سودا نہیں ہے
یہ مار سیہ کس نے پالا نہیں ہے
محبت کرے حور تیرے بدلے
مرے جان ایسا یہ بندہ نہیں ہے
نہیں ہے تو صرف ایک دلدار تجھسا
خدا کے ڈرے سے مجھے کیا نہیں ہے
بتوں کو جگہ دل میں کس طرح دیں ہم
یہ کعبہ ہے کوئی کلیسا نہیں ہے
جو تم چاہو مٹ جائیگا داغ حسرت
یہ تقدیر کا کچھ نوشتہ نہیں ہے
نہ شرمائے گا فعل پر اپنے وہ کچھ
شکایت کا کوئی نتیجہ نہیں ہے
ہوں فرہاد و وامق کہ ہو قیس مجنوں
تپ غم نے کس کسکو مارا نہیں ہے

نمبر ۲۲۴

مروت میں یکتا وفا کا ہے پتلا
ابھی نطق کو تمنے جانا نہیں ہے

17

خدائی بھر سے منہ موڑ تمھارے در پہ آ بیٹھے
خدا کا نام لیکر ابتو ہم بستر لگا بیٹھے
لگایا آنکھ میں سرمہ تو اک فتنہ جگا بیٹھے
جلے مہندی جو ملکر پاؤں میں محشر اٹھا بیٹھے
خفا ہونے سے ہوا اچھی بات بھی تمسے جو میں بولوں
بری باتیں عدو کی سنکے تم کس طرح کھا بیٹھے

کروگے تذکرہ کوئی تو غیروں کی محبت کا
بتاؤ میری جاں کوئی تمھارے پاس کیا بیٹھے

گرا کیونکر نہ پھٹ کر آسماں ہمکو تعجب ہے
وہ بزم غیر میں رخسار سے برقع ہٹا بیٹھے

میں چاہوں دوسرے کو آپکے ہوتے نہیں ممکن
یہ بیٹھے بیٹھے کیا مجھپر غلط تہمت لگا بیٹھے

قیامت کی غضب کی ہو ڈھٹائی آپکی صاحب
بھری محفل میں آکر غیر کے پہلو میں جا بیٹھے

پڑے ہیں اہل محفل غش میں کیوں ای دلربا تمنے
دکھائی آنکھ یا دارو ے بیہوشی پلا بیٹھے

مری حالت جو دیکھے گا کلیجہ منہ کو آئے گا
مری بالین پر کیونکر کوئی درد آشنا بیٹھے

کسیکے ہو نہیں سکتے حسینان جہاں ہرگز
متاع ہر دو عالم بھی اگر کوئی لٹا بیٹھے

معاذ اللہ یہ نفرت ہے انکو اپنے شیدا سے
نشان تربت عاشق بھی وہ آخر مٹا بیٹھے

فلک چھد جائے گا آخر کلیجہ ایک دن تیرا
اجابت کے نشانے پر اگر تیر دعا بیٹھے

تمھارے قول کا اقرار کا کیونکر یقین آئے
تمھیں سو بار اے جان جہاں ہم آزما بیٹھے

بہت مشکل ہو انکی زد سے بچنا جان عاشق کا
مرے سینے میں سیدھے ناوک ناز و ادا بیٹھے

اسی کا نام آنا ہی یہی معنی ہیں آنے کے
ذرا آئے ذرا ٹھہرے ذرا پہلو میں آ بیٹھے

رہا ہے پاس ہی کیا اب جو تمکو نذر دیں صاحب
تپ فرقت سے اپنے دل جگر دونوں جلا بیٹھے

نمبر ۲۲	گلہ شکوہ بجا ہوتا نہیں ہے ذکر غیروں کا جناب نطق کی صحبت میں جا کر بارہا بیٹھے	۱۱

نطق کیوں ہو شادماں کیا بات ہی
سچ کہو اے مہرباں کیا بات ہے

مطمئن رکھتی ہے فکر دھن سے
تیری آب رغواں کیا بات ہے

بیٹھے بیٹھے کیوں خفا مجھسے ہوئے
سچ بتاؤ میری جاں کیا بات ہے

لوٹتی ہے تیرے قدموں پر بہار
تیری حسن جاوداں کیا بات ہے

عاشق و شیدا و بسمل مبتلا
اسکے ہیں پیر و جواں کیا بات ہے

حور سے قربان صدقے ہے پری
آپکی اے مہرباں کیا بات ہے

کل اجازت عرض کی مجھکو ندی — آج کہتے ہیں کہ ہاں کیا بات ہے
ایک شب بھی اے پری پیکر مرے — تم اگر ہو میہماں کیا بات ہے
ہائے وہ دن بھی کہ اسکی راہ میں — میں جو دے دوں نقد جاں کیا بات ہے
تجھسے ہے ہر دو جہاں روشن تری — اے فروغ لا مکاں کیا بات ہے

نمبر ۲۲۶ — رات دن اے نطق تم جو بے سبب / کرتے ہو آہ و فغاں کیا بات ہے — ۱۱

قتل وہ کرتے اگر ایک بات تھی — چھید دیتے دل جگر اک بات تھی
بزم میں گو سادگی سے آئے وہ — سادہ پن میں بھی مگر اک بات تھی
اب عدو کی بھی نہیں انکو خبر — مجھ سے رہتے بے خبر اک بات تھی
خنگ پر آمادہ تم کیا ہو گئے — قتل پر کستے کمر اک بات تھی
بے سبب ناحق خفا تم ہو گئے — بولتے ہم کچھ اگر اک بات تھی
ہوتے ہم ممنون سن لیتے جو آپ — مختصر سے مختصر اک بات تھی
بزم سے ان کی نہ میں آتا کبھی — کیا ہوا ایسی ہی مگر اک بات تھی
قتل تمنے بے خطا اس کو کیا — کچھ جو کہتا نامہ بر اک بات تھی
اپنی چھینٹوں سے بجھا دیتی اگر — سوزش دل چشم تر اک بات تھی
قتل عاشق خنجر فولاد سے — مارتے تیر نظر اک بات تھی

نمبر ۲۲۷ — نطق کی جادو بیانی کیا ہوئی / ان کو لائی راہ پر اک بات تھی — ۱۲

عالم ایجاد میں جبتک قضا لائی نہ تھی — بیخودی سے نطق کی مجبور جی دی آئی نہ تھی
عشق کی آفت مصیبت میرے سر آئی نہ تھی — جبتک اے گل صورت اپنی تو نے دکھلائی نہ تھی
تو نے شہرت ایسی اے نازک ادا پائی نہ تھی — تیرے ایسی بیٹھے شیریں یا د سہر پائی نہ تھی

چار دن کے واسطے ہے صرف دنیا کا سفر
عالم ہستی میں یہ کہکر قضا لائی نہ تھی

انکا اس انداز سے بن ٹھن کے آنا بزم میں
تھا پیام مرگ عاشق جلوہ آرائی نہ تھی

تھے وہاں موجود انکے ناز و انداز و حیا
خاص خلوت میں بھی حاصل مجھکو تنہائی نہ تھی

ساٹھنا مقصود تھا اپنے کلیجے میں اُسے
بے سبب تصویر تیری میں نے کھنچوائی نہ تھی

داد خواہی خاک کرتا داورِ محشر سے میں
عاشق بے جرم کی کوئی بھی شنوائی نہ تھی

زلف کا پھندا لگا کر کھینچتے تم دار پر
اس سے بڑھکر اور میری عزت افزائی نہ تھی

کون تھا محشر میں ایسا جو نہ تھا سیماب وار
دیکھ کر انکو طبیعت کس کی للچائی نہ تھی

تھا ہجوم حسرت و ارمان وہاں میں و آرزو
قبر میں بھی رہکے حاصل مجھکو تنہائی نہ تھی

نمبر ۲۲	غیر اگر ہوتا کوئی تھا آپ کا وہ جب خیال نطق سے ملنے میں اے جاں کوئی رسوائی نہ تھی	۱۵

وہ آدھی رات کو مضطر پریشاں حال ادھر آئے
خدا کا شکر نالے جا کے اپنا کام کر آئے

کدھر آئے کہاں سے آئے کیا میں آپ سے پوچھوں
سمجھتا ہوں کہ رستہ بھول کر شاید ادھر آئے

ہجوم رنج و غم سے ایسی حالت ہو گئی میری
کسی نے حال پوچھا دیدۂ و دل دونوں بھر آئے

ہوا تیار پھندا عاشقوں کے پھانسی دینے کو
بڑھے اس سرو قد کے تار گیسو تا کمر آئے

لگا کر آس در پر تیرے اک مدت سے بیٹھا ہوں
خدا ایسا کرے اک دن مری امید بر آئے

کسی صورت سے آئے تو کشش دیکھو محبت کی
کہیں جاتے تھے رستہ بھول کر لیکن ادھر آئے

تمہارے ناوک مژگاں سے یاں دل روز بیکل ہیں
کہاں سے اس ہوائی تیر کی کوئی سپر آئے

کرونگا جان و دل دونوں کو صدقے اسکے اوپر سے
خوشی کا خط کہیں لیکر جو میرا نامہ بر آئے

بتاں ان ظاہری باتوں کا کیا ہے فائدہ زاہد
تو کر وہ کام جس سے یار کا جلوہ نظر آئے

یہ میری واژگونی مقدر کے کرشمے ہیں
لگائے زخم میں مرہم تو وہ الٹے ابھر آئے

جو کوئی تیرہ باطن ہو نہ دیکھے یار کا جلوہ
نہو جب صاف آئینہ تو کیا چہرہ نظر آئے

لحد تک تو چلے آؤ نہ آئے گو عیادت کو ۔ مسافر صبح کا بھولا تو وقت شام گھر آئے
سمجھنا چاہیے پھر سر قلم ہونے لگیں کتنے ۔ اگر تیغ ادا و ناز ان کی باڑھ پر آئے
نہیں معلوم ہو جائیگا کیا کیا دونوں عالم میں ۔ ہم اکثر کسی دن آہ کرنے پر اگر آئے

نمبر ۲۲۹	جناب نطق کا یہ حال دیکھا میں نے بچپن سے اگر جو بولے سو بولے اور جدھر آئے اُدھر آئے	۱۳

محفل میں اُن کی تیغ نظر کام کر گئی ۔ عاشق کی جان لیتے ہیں یہ نام کر گئی
اُلفت بتوں کی مجمع آلام کر گئی ۔ رخصت دلوں سے راحت و آرام کر گئی
دن کو نہ چین شب کو نہ آرام ہو نصیب ۔ بیچین ایک صورت گلفام کر گئی
ان کی گلی سے ہو کے اگر آ گئی ہوا ۔ وہ گل چراغ گور سر شام کر گئی
ہو جاتا خون ورنہ کسی بے گناہ کا ۔ انکی نزاکت آج بڑا کام کر گئی
ہلے آلی اُن کو کھینچکر لے آہ پر اثر ۔ یہ کام آج لائق انعام کر گئی
تیں دل لگی سے صرف گنہگار ہو گیا ۔ ناحق یہ مجھکو مورد الزام کر گئی
کرتا ہے بار بار شرارت سے وہ نہیں ۔ گو اس کی آنکھ وصل کا پیغام کر گئی
دن رات وہم آتے ہی رہتے ہیں اک نہ اک ۔ الفت کسی کی مجمع اوہام کر گئی
ہوگا قتیل ناز کسی گلعذار کا ۔ تقدیر میرے حق میں یہ ارقام کر گئی
کتنوں کی لاش بزم سے نکلیگی دیکھنا ۔ ان کی نگاہ موت کا پیغام کر گئی
نیچے جو تھے کھڑے ہوئے بیہوش ہوگئے ۔ جادو تری نگاہ سر بام کر گئی

نمبر ۲۳۰	تھا نطق دیندار و خدا ترس و متقی الفت بتوں کی ہی اُسے بدنام کر گئی	۱۱

سنتا نہیں تو لے ستم ایجاد کسیکی ۔ لے عرش ہلانے لگی فریاد کسی کی
سنتا نہیں ظالم کبھی فریاد کسیکی ۔ اب حد سے بڑھی جاتی ہے بیداد کسیکی

اسطرح ستایا ہی مجھے تیری ادا نے / اسطرح سے مٹی نہ ہو برباد کسیکی

اتنا تو اثر اب ہی وہ کہتے ہیں برابر / بیچین کئے دیتی ہے فریاد کسیکی

رہ لیتی ہی رہ رہ کے مرے سینے میں چٹکی / تڑپاتی ہے ہر وقت مجھے یاد کسیکی

اے یار کرو رحم ترس کھانے کی جا ہی / کیوں کرتے جوانی کو ہو برباد کسیکی

اسوقت سمجھئے گا ہی تکلیف مجھے کیا / تڑپا ہے اگر آپ کو بھی یاد کسیکی

لو ہچکیاں لیتا ہی پڑا وقت ہی آخر / اب دیکھی نہیں جاتی ہی روداد کسیکی

اتنا نہ ستا عاشق بیجرم و خطا کو / پڑ جائے نہ آہ دل ناشاد کسیکی

دل آنا بھی اک قہر ہے آفت ہی غضب ہے / لے لے نہ کہیں جان یہ افتاد کسیکی

نمبر ۲۲۱

اے نطق دیا مفت حسینوں کو دل اپنا / کیا یاد رہی تجھکو نہ بیداد کسیکی

۱۱

ہی خانۂ دلمیں مرے تنویر کسیکی / سینے میں ہے اک چاند سی تصویر کسیکی

پاتے ہیں ہر اک چیز میں تصویر کسیکی / سنتے ہیں لب برگ سے تقریر کسیکی

جوڑا وہ بدلتے ہیں کہیں جاتی ہیں اسدم / کیونکر نہ کہوں لڑ گئی تقدیر کسیکی

آہ دل پُردرد و فغان دل بے صبر / سو بار ہلا آتی ہے زنجیر کسیکی

سمجھانیکو تو لاکھوں ہی سمجھاتے ہیں اُسکو / سُنتا ہی نہیں وہ بت بے پیر کسیکی

ہاں مان لیا آنیکو ہیں بہر عیادت / دکھلائے رہ گور نہ تاخیر کسیکی

وہ ماہ لقا راہ پر افسوس نہ آیا / کام آئی نہ کچھ ایک بھی تدبیر کسیکی

دل ٹکڑے جگر ریشہ کلیجہ ہے دوپارہ / چلتی ہے کس انداز سے شمشیر کسیکی

کیا رد بلا کی کوئی تدبیر کروں میں / لینے کو ہے دم زلف گرہ گیر کسیکی

بے اُنس ہو وہ لاکھ یہ با اُنس ہی لیکن / لپٹی ہوئی ہے سینے سے تصویر کسیکی

تا زیست مرے خط کا جواب آیا نہ اے نطق / پہونچی ہے لحد پر مرے تحریر کسی کی

سمجھے تھے لیکے دل وہ کچھ دن وفا کرینگے
کیا جانتے تھے ہمسے وہ یوں دغا کرینگے

دل لینے کو وہ سو سو ناز و ادا کرینگے
دل لیکے پھر وہ آخر لاکھوں جفا کرینگے

نفرت رہی یہ بتوں کی یہ ہی بتوں کا شیوہ
کس سے وفائیں کی ہیں کس سے وفا کرینگے

تجھکو نہ تھا بنانا پتھر بتوں کے دل کو
شکوہ خدا کے آگے یہ برملا کرینگے

اک التجا ہماری تو مان لے جو اے بت
سائل ہیں تیرے حق میں دلسے دعا کرینگے

میرا خدا ہے مالک اسکو پکارتے ہیں
ہرگز نہ ہم بتوں سے کچھ التجا کرینگے

مانا کہ انکو میری صورت سے بھی ہے نفرت
آجائیگا جو دل ہی اسکو وہ کیا کرینگے

مجھپر جفائیں کرکے تھک جائینگے خود آخر
کب تک ستم کرینگے کب تک جفا کرینگے

اب پھیرتے ہو میرا تم یہ دل شکستہ
ہم اسکو لیکے صاحب بتلاؤ کیا کرینگے

اُٹھ جائیں ہم تمہارے در سے ہے غیر ممکن
تم گالیاں جو دوگے بیٹھے سُنا کرینگے

آنکھوں کے سامنے وہ ہوں ہم بغل عدو سے
اب اس سے اور بڑھکر وہ ظلم کیا کرینگے

دیکھیں گے تو بھی کبتک ہمسے پھرا رہے گا
جبتک اثر نہ ہوگا نالہ کیا کرینگے

میدان حشر میں اس رفتار فتنہ زا سے
اک دوسری قیامت برپا وہ کیا کرینگے

صرف نظارہ جبتک وہ چشم فتنہ زا ہے
اک فتنہ کیا ہے لاکھوں فتنے اُٹھا کرینگے

تجھکو بھی چین سے ہم رہنے نہ دینگے ظالم
اک آہ کرکے ہر دم تڑپا دیا کرینگے

بہتر ہے تم نہ چھوڑو جور و جفا کی عادت
لو ہم بھی دل کو اپنے درد آشنا کرینگے

کیا عرض مدعا ہو سن بھی جو لیں وہ اسکو
فوراً رقیب اُنکو بہکا دیا کرینگے

انداز کیا نرالا پایا ہے اِن بتوں نے
بولینگے کچھ نہ منھ سے سبکی سنا کرینگے

سر کو ٹپک ٹپک کر ہم جان دینگے تیر
الفت کا حق تمہاری ہم یوں ادا کرینگے

تم سخت بیوفا ہو کہدینگے اُنکے منھ پر
کیا بولنے میں میرا منہ سی دیا کرینگے

ہم رند اور دوزخ کیا کہدیا یہ تو نے
پی پی کے توبہ واعظ ہم کر لیا کرینگے

قسمت کا جو لکھا ہے پیش آئیگا وہ اکدن — وہ شاد کیا کرینگے ناشاد کیا کرینگے
نکلو نہ گھر سے باہر پردہ ہی میں رہو تم — عاشق وگرنہ آکر نرغہ کیا کرینگے

نمبر ۲۳۳	ہوں مہرباں نہ آخر تو نطق سب از ستم کب تک علم وہ مجھ پر تیغ جفا کرینگے	۱۶

ہے آسمان پر نہ یہ باغ جہاں میں ہے — جنت اگر ہے آپ کے شاید مکاں میں ہے
یا لطف زندگی ہے تو وصل بتاں میں ہے — یا جام مل میں صحبت پیر مغاں میں ہے
شہرت تمہارے حسن کی سارے جہاں میں ہے — الفت کا میری ذکر زمین و زماں میں ہے
نغمہ کا کچھ مزہ ہے تو کچھ چاشنی کا لطف — اک خاص بات آپکے حسن بیاں میں ہے
او دل جلانے والے خبردار ہوشیار — تاثیر دل جلانے کی آہ و فغاں میں ہے
شمس و قمر زمین و زماں میں بھی یہ نہیں — قوت کشش کی جیسی کہ حسن بتاں میں ہے
جیسے کہ سیر چھوڑدی اس نونہال نے — اگلی سی وہ بہار نہیں گلستاں میں ہے
سنئے تو آپ اسکو ذرا گوش ہوش سے — پر لطف ایک بات مری داستاں میں ہے
پہلو میں اپنے دل کو نہ پایا تو کی تلاش — جاکر جو دیکھتے ہیں تو کوئے بتاں میں ہے
سچ تو یہ ہے کہ لے مہ تاباں ترا جواب — باغ جہاں میں ہے نہ تو باغ جناں میں ہے
آکر جلائے عاشق بیجاں کو اے پری — اعجاز عیسوی تو فقط تیری ہاں میں ہے
زاہد تو چھوڑ تذکرہ دوزخ و بہشت — دونوں جہاں کا لطف تو ذکر بتاں میں ہے
کیا انسداد کیجئے لڑتا نہیں ہے ذہن — جب دیکھئے دل آپکے صحن مکاں میں ہے
جود و سخا میں حاتم طائی کا ہے جواب — کیا خوب یہ صفت مرے پیر مغاں میں ہے
ڈالا فلک نے تفرقہ یہ بعد مرگ بھی — تربت میں جسم روح کسیکے مکاں میں ہے

نمبر ۱۳۴	خالص خوشی کسیکو بھی حاصل نہیں ہے نطق گل ہیں اگر تو خار بھی باغ جہاں میں ہے	۱۸

مصیبت پڑتے ہی بیگانہ ہر اپنا یگانہ ہے
یہی اے نطق اس دنیائے دوں کا کارخانہ ہے

جوانی پھٹ پڑی ہے عیش و عشرت کا زمانہ ہے
تکلف کیا کریں وہ لاابالی کا زمانہ ہے

خدا کا شکر کرتے ہیں موافق اب زمانہ ہے
مقدر اوج پر ہے اُن سے رسم دوستانہ ہے

نہیں سمند حسن کو یہ تازیانہ ہے
بناوٹ سو طرح کی ہے جوانی کا زمانہ ہے

یہ درد دل کا قصہ ہے یہ حسرت کا فسانہ ہے
تڑپ جائیگا دل سنکر غزل یہ عاشقانہ ہے

ہمیشہ آئینہ ہے سامنے زلفوں میں شانہ ہے
یہ شوق زیب زینت ہے نمایش کا زمانہ ہے

زمیں جسکی فلک ہے عرش رفعت شامیانہ ہے
خدائی سجدہ کرتی ہے یہ کسکا آستانہ ہے

تری الفت نے آخر اے پری یہ دن دکھا چھوڑا
مری حالت سے سرگرم فغاں اپنا یگانہ ہے

وہی دل ہے جو واقف ہی نہ تھا رنج و غم کیسے
ستم ہے ہر گھڑی اب ناوک غم کا نشانہ ہے

دلیل خوبروئی اور اس سے بڑھکے کیا ہوگی
کہ عاشق ہر کوئی تیرا بہ پیرو غائبانہ ہے

کسی سے کام کیا ہر دم بتوں ہی کی پرستش ہے
جوانی ہے کہ اک دیوانہ پن کا یہ زمانہ ہے

جو آیا ذکر میرا اسنے تکلف وہ حسین بولا
کسی سے دشمنی ہے اور نہ ہمسے دوستانہ ہے

فنا ہو جاؤ اسکی راہ میں تب اسکو پاؤگے
نیا فلسفہ ہے یہ تجسس عالمانہ ہے

محبت کرتے ہیں تو اور وہ ظالم بگڑتا ہے
بدی نیکی کے بدلے میں ملے یہ وہ زمانہ ہے

ہمیں نے دل دیا ہے اور ہم ہی بیوفا ٹھہرے
عجب دنیا کی حالت ہے عجب اُلٹا زمانہ ہے

جوانی کے وہ نشہ میں ہیں بل کھا کھا کے چلتے ہیں
خمار بادۂ دوشیں بہانہ ہی بہانہ ہے

خدا محفوظ رکھے دل کو اس تیر ہوائی سے
خطا کر ہی نہیں سکتا نظر کا یہ نشانہ ہے

نمبر ۲۳۵	بہت بچتا ہوں اے نطق تشبیہ و اضافت سے غزل ہے عاشقانہ رنگ اسمیں عارفانہ ہے	۱۶

جبیں ہے خلق کی اور انکا سنگ آستانہ ہے
انھیں کا ورد دورہ ہے انھیں کا آب و دانہ ہے

گل و بلبل کا یہ قصہ نہ مطرب کا ترانہ ہے
مرے جاں یہ کسی کے درد پنہاں کا فسانہ ہے

خزاں اب آ گئی گلزار سے بلبل روانہ ہے
چمن سے کہتی ہے پھر آئینگے جو آب و دانہ ہے

کسی کی سقف ایواں طائر دل کا نشیمن ہے
نہ طوبیٰ آشیانہ ہے نہ سدرہ آشیانہ ہے

کسیکو ہوش اپنے تن بدن کا کیا رہے باقی
جوانی کا زمانہ عین مستی کا زمانہ ہے

گلستانوں میں اب ہوں پوچھے کیا عندلیبوں کے
خزاں کا آگیا موسم اُداسی کا زمانہ ہے

ہمارا قمری دل ناز کرتا ہے مُقدر پر
کہ اسکا صف سرو قد موزوں آشیانہ ہے

وہ کمسن ہیں نہیں راز محبت سے ابھی واقف
ابھی ہیں کھیلنے کے دن لڑکپن کا زمانہ ہے

خوشی کا نام بھی باقی نہیں ہے اب معاذ اللہ
یہ کیسا دور آپہونچا ہے یہ کیسا زمانہ ہے

کبھی رونا کبھی ہنسنا کبھی مرنا کبھی جینا
حقیقت میں محبت کا طلسمی کارخانہ ہے

کھنچے جاتے ہیں وہ مجھسے مرا جانا نہیں انپر
وہ ناز دلبرانہ ہے یہ طرز عاشقانہ ہے

تمہیں میں جانتا ہوں لے پری رو ایک مدت سے
نہیں منظور ہے آنا نزاکت کا بہانہ ہے

سنا حال دل پر درد تو ہنسنکر لگے کہنے
تمہاری داستاں ہے یا یہ مجنوں کا فسانہ ہے

نہ دیکھا ہے کسی نے آجتک ای شعلہ رو تجھکو
مگر ہر ہر جگہ تیرا ہی ذکر غائبانہ ہے

ملا ہے رتبۂ اعلیٰ یہ ہمکو خاکساری سے
زمیں اپنی ہے مسند چرخ گرداں شامیانہ ہے

مخمس ۲۳۶

اگرچہ نطق تو نے اسکو پوشیدہ بہت رکھا
مگر ہر ہر جگہ تیری محبت کا فسانہ ہے

١٨

میری قسمت کی برائی دیکھئے
وہ جو آئے موت آئی دیکھئے

شرم تک ان کو نہ آئی دیکھئے
انکے دیدہ کی صفائی دیکھئے

دیکھئے اُن کی رکھائی دیکھئے
ہو رہی ہے ہاتھا پائی دیکھئے

انکے کیا دل میں سمائی دیکھئے
کر رہے ہیں بے وفائی دیکھئے

وہ نگاہ ناز کیا ہم سے پھری
پھر گئی ساری خدائی دیکھئے

ہو رہے ہیں غیر سے راز و نیاز
دیکھئے اُن کی ڈھٹائی دیکھئے

دیکھئے میری لگاوٹ کو ذرا
اور یہ اُنکی رُکھائی دیکھئے

ہجر کی شب یار بھی آیا نہیں
موت بھی میری نہ آئی دیکھئے

باتوں باتوں میں بگڑ جاتا ہے وہ
اُس پری کی کج ادائی دیکھئے

آپ ہی کے ناز کی انداز کی
دے رہے ہیں ہم دُہائی دیکھئے

اُن کی اُلفت اور محبت کے سبب
ہوگئی کیا جگ ہنسائی دیکھئے

کہتے ہیں وہ غیر سے کیا واسطہ
ان کی باتوں کی صفائی دیکھئے

یہ طریقہ آپ کا اچھا نہیں
عاشقوں سے بے وفائی دیکھئے

لاتے ہیں افلاک سے مضمون ہم
فہم کی اپنی رسائی دیکھئے

رنج و غم سے حسرت دیدار سے
ہوتی ہے کب تک رہائی دیکھئے

باتوں باتوں ہی میں دلکو لے لیا
اور پھر اُن کی ڈھٹائی دیکھئے

عرش کی زنجیر تک ہلنے لگی
آہ و نالہ کی رسائی دیکھئے

نمبر ۲۲۷	رات کو چھپ چھپ کے جاتے ہیں کہیں نطق کی یہ پارسائی دیکھئے	۱۸

حلاوت اُسنے جو پائی ہی نوک تیر قاتل سے
وہ لذت وہ مزے اگر کوئی پوچھے مرے دل سے

بوقت ذبح اُف تک جب نکلی منہ سے بسمل کے
صدائے مرحبا نکلی زبان تیغ قاتل سے

نکیر آتے ہی تم چھیڑ نے بیٹھے یہ نہ کچھ سمجھا
تھکا ماندہ مسافر آرہا ہے ایک منزل سے

خدا شاہد ہے ہمکو جسقدر تمسے محبت ہے
تمھیں جان جہاں ہم چاہتے ہیں جان سے دل سے

شکایت میں کروں تیرے جفا و جور کی توبہ
نہیں ہونے کا یہ مسلقا ہرگز مرے دل سے

کسی سے کچھ کہا میں نے نہ اسکو کوئی کہتا ہے
غلط الزام دینا ہے تو پیدا کیجئے دل سے

مچل جاتا ہے فوراً دیکھ لی صورت اگر اچھی
بہت تنگ آگئے ہیں تو ہم اِن کے کئے دل سے

خوشی سے پھول اُٹھا کھل گیا مثل گل لالہ
لب سوفار نے کیا جانے کیا کہدیا دل سے

ترے تیر نگہ نے زخم پہونچایا کہاں ہمکو
بتا اسکا چلیگا لے پر پرو سخت مشکل ہے

میں ہوں وہ کشتی آفت رسیدہ بحر دنیا میں
تھپیڑے پڑ رہے ہیں موج کے ہول و رسال ہے

رقیب کینہ کش طینت کی یہ ثانی طبیعت ہے
نہ آیا ہے نہ باز آئیگا وہ اقوال باطل سے

گرے ہرگز نہ دشمن بھی کیسے چاہ غبغب میں
ندا پیہم یہ آتی ہے اسیر چاہ بابل سے

وہ پہلے جان کے خواہاں تھے اب ایمان کے خواہاں
پڑی اک دوسری مشکل جو نکلا ایک مشکل سے

میں وہ تشنہ جگر تھا پی گیا اک ایک قطرہ تک
نہ نکلا خون ذرہ بھر بھی زخم تیغ قاتل سے

کہاں کی حور کیسا باغ رضواں توبہ کر واعظ
گذر بہر خدا نادان ان اوہام باطل سے

رقیب روسیہ کے برابر اور تو ہوگا
فدا اُن پر کرے گا جان ہوگا یہ ترے دل سے

بھلا مہتاب سے تشبیہہ انکے روئے روشن کی
فزوں ہے حسن میں وہ ماہ پیکر ماہ کامل سے

نمبر ۲۳۸	چلا ہے وصل کا اقرار لینے نطق تو اُن سے اگر راضی بھی وہ ہونگے تو دشوار ہے مشکل سے	۲۵

مے ہے مینا ہے سبو ہے جام ہے
ماسوا اسکے برند کو کیا کام ہے

ہو خوشی کی صبح غم کی شام ہے
دیکھئے یہ گردش ایام ہے

حشر کا میدان ہے کہرام ہے
اک قیامت اُنکے زیر بام ہے

عرض کرنے کی اجازت ہو مجھے
آپ سے اک مختصر سا کام ہے

دیکھکر مجھکو وہ یوں کہنے لگا
کون آیا ہے یہاں کیا کام ہے

عاشقوں کی قدر وہ کرتے ہیں یہ
جھڑکیاں ہیں ہر گھڑی دشنام ہے

پھنس گئے کتنے فہیم و عقلمند
زلف مشکیں بھی غضب کا دام ہے

ارض کو گردش ہے چکر چرخ کو
اس زمانے میں کسے آرام ہے

عاشقوں کی کچھ نہیں سنتے ہیں وہ
عاشقی کا نام ہی بدنام ہے

پیتے ہیں خون جگر کھاتے ہیں غم
اور آگے بس خدا کا نام ہے

خاکساران جہاں کو دیکھ لے | جس جگہ بیٹھے وہیں آرام ہے

دیدیا جس نے اخوت کا سبق | حق یہ ہے وہ مذہب اسلام ہے

غیر اچھا ہو برا ہو کچھ بھی ہو | اے دل ناداں تجھے کیا کام ہے

ہے تقاضا یار کے کوچے میں چل | دل کو اپنے کام سے بس کام ہے

اپنے دلدادہ پر اس خوش چشم کی | کیا نوازش اور کیا اکرام ہے

ہجر انکا آفت جاں ہے اگر | وصل انکا موت کا پیغام ہے

جو ہوا پیدا ہوا ناپید وہ | یہ اسی آغاز کا انجام ہے

کر رہے ہو ظلم بیحد کس لئے | دل لگانے کا یہ کیا انعام ہے

آپ کچھ میرے نہیں روزی رساں | رزق پہونچانا خدا کا کام ہے

کیا کروں تدبیر اسکے وصل کی | کاوشوں پر بخت نافرجام ہے

راز کی اک بات جو ان سے کہی | ہر جگہ وہ آج طشت از بام ہے

ایک دل میں نذر کس کس کی کروں | سیمتن کوئی کوئی گلفام ہے

راز الفت تمنے خود افشا کیا | مجھ پر ایجاں یہ غلط الزام ہے

پھونک دینگے تجھکو ہم اے آسماں | یاد رکھنا نطق میرا نام ہے

نمبر ۲۳۹ — ہونگے تجھ پر مہرباں وہ ایک دن | نطق یہ یکسر خیال خام ہے — ۱۲

وصل ہو یا آپ مرنے دیجئے | کچھ تو ہمکو کرنے دھرنے دیجئے

خوب انھیں بننے سنورنے دیجئے | قتل کے سامان کرنے دیجئے

دوش پر سے سر اترنے دیجئے | ذبح کرتے ہیں تو کرنے دیجئے

اپنے اوپر مجھکو مرنے دیجئے | جان یہ قربان کرنے دیجئے

اک قیامت ہونگے وہ کچھ دن کے بعد | فتنۂ محشر ابھرنے دیجئے

کچھ نہو گا جب خدا ہے مہرباں — دشمنوں کو کان بھرنے دیجئے
ہم منا لینگے اُنھیں جلدی ہی کیا — اُن کا غصہ تو اُترنے دیجئے
پاک ہیں ہم تہمت بیوجہ سے — کیا ہوا الزام دھرنے دیجئے
پھر کہاں پہلو میں ہے دل کا پتہ — چار آنکھیں اُنکو کرنے دیجئے
دل مرا بیشک اُنھیں نے لے لیا — وہ مکرتے ہیں مکرنے دیجئے
بند کر دیتے ہیں کیوں میری زباں — کچھ تو عرض حال کرنے دیجئے

نمبر ۲۴۰ — نطق اپنے اس دل بیتاب پر / جو گذرتی ہے گذرنے دیجئے — ۱۷

تمھارے ظلم سے جور و جفا سے — میں باز آؤں گا تسلیم و رضا سے
شکایت اب کرینگے ہم خدا سے — نہ بت باز آئینگے اپنی جفا سے
مجھے دام محبت میں پھنسایا — فریب و زور سے مکر و دغا سے
پلا دو ہم کو تم آب دم تیغ — نہیں ہمکو ہے کام آب بقا سے
مریض ہجر اب دم توڑتا ہے — ذرا تو دیکھئے آکر دلا سے
تم اپنے وصل سے سیراب کر دو — لعاب لعل لب کے ہم ہیں پیاسے
سراپا شرم ہے وہ بانیٔ ناز — نہیں کھلتی زباں اسکی حیا سے
بہانہ کر کے جانا غیر کے گھر — یہ چالیں آپ کی اہل وفا سے
مریض ہجر ہوں ممکن نہیں ہے — کہ اچھا ہوں دوا سے یا دعا سے
کسی کی آنکھ نے جادو کیا ہے — طبیبوں فائدہ کیا ہے دوا سے
لعاب لعل لب اس ماہرو کا — نہیں ہرگز ہے کم آب بقا سے
قیامت ہے غضب ہے کاٹ اسکا — ہزاروں مر گئے تیغ ادا سے
ہوئے تیار بہر امتحاں کیوں — مری جاں بدظنی اہل وفا سے

محبت میں ہوا ہم پر نہ کیا کیا | ہوئے دو چار ہم لاکھوں بلا سے
خدا حافظ خدا ناصح سے میرا | پڑا ہے سابقہ اک بیوفا سے
تمھاری یاد میں ہم مر رہے ہیں | چلے جاتے ہیں اس مہماں سرا سے

نمبر ۱۴۲ — نہ پوچھینگے کبھی وہ حال لے نطق / مرو تم یا جیو اُن کی بلا سے — ۱۶

ادا سے ناز سے شرم و حیا سے | وہ دل لے لیتے ہیں سو سو ادا سے
کوئی تیغ و سناں سے کیا کریگا | جو وہ کر لیتے ہیں ناز و ادا سے
کیا کرتا ہے قتل عام وہ بت | حیا سے شرم سے ناز و ادا سے
کرے دل کی حفاظت کوئی کیونکر | وہ لے لیتے ہیں دل سو سو ادا سے
وہ کسکا حال سنکر کہہ رہے ہیں | مرے کوئی اگر میری بلا سے
شب تاریک فرقت کاٹتی ہے | نکال لے جذب الفت اس بلا سے
وہ جائیں غیر کے گھر یا نہ جائیں | دل بے مدعا تیری بلا سے
انھیں کس حال میں دیکھا ہے اپنے | کہ آنکھیں انکی چھپتی ہیں صبا سے
بنا دے انکو مست خواب غفلت | کوئی اتنا کہے باد صبا سے
ہمارے در تک انکو کھینچ لاتی | نہ اتنا بھی ہوا آہ رسا سے
تمھیں مطلوب ہو طالب ہوں جسکا | مجھے کیا کام صاحب ماسوا سے
میں گھلکر ہو گیا معدوم ایسا | مقدر لڑ گیا میرا ہما سے
گرا ستکر جو آنچل میرے آگے | بہت بگڑے ہوئے ہیں وہ ہوا سے
نہ ہو کیونکر دماغ اب آسماں پر | محبت ہو گئی اک مہ لقا سے
تقاضا ہے یہی انسانیت کا | کہ باز آجاؤ ظلم ناروا سے

نمبر ۱۴۲ — خدایا نطق کو آزاد رکھنا / ہمیشہ فکر سے نہ رنج و بلا سے — ۱۰

اُس ماہ لقا پر یہ فدا جان کرینگے — ہے جان تو کیا صدقے ہم ایمان کرینگے

اک بلبلا بن جائیگا یہ گنبد گردوں — آنکھوں سے بپا آج وہ طوفان کرینگے

ہم کلمہ پڑھائیں گے اُسے دلمیں بٹھا کر — کعبے میں ہم اس بُت کو مسلمان کرینگے

کسطرح وہ گیسو کے بنانیمیں ہیں مصروف — کس کس کے دل مضطر کو پریشان کرینگے

تلوار کا پھل آب دم خنجر خونخوار — عشاق کی دعوت کا یہ سامان کرینگے

روز قیامت تو اُسے یاد کرے گا — مجھکو بھی وہ اے چرخ پریشان کرینگے

آئینۂ رخسار کے دیدار کے خاطر — کبتک مجھے دوڑائینگے حیران کرینگے

پہونچائیں گے ہم آنکھ کے رستے سے وہاں تک — ہم خانۂ دل میں تجھے مہمان کرینگے

ہم اُن کی محبت سے نہ باز آئینگے ہرگز — اس سودے میں سو طرح کا نقصان کرینگے

نمبر ۲۴۳	اے نطق جو سچ پوچھو تو اسکا نہ گماں تھا غیر دل کے بھی کہہ سُن کا وہ کچھ کان کرینگے	۱۶

ذبح کیوں ہوں خنجر خونخوار سے — مار ڈالو ابروے خمدار سے

دیکھئے اقرار لعنت ہوگیا — آپ کے اس بار بار انکار سے

کسقدر وہ حور ہے نازک خرام — ہے خجل باد صبا رفتار سے

کچھ خبر بھی ہے تجھے اے نازنیں — حشر برپا ہے تری رفتار سے

ہم بغل اُن کے عدو کو دیکھکر — خون ٹپکے دیدۂ خونبار سے

یہ دل بیتاب چھلنی ہوگیا — آنکھ ملتے ہی نگاہ یار سے

کسطرح چھپکے چلی جاتی ہے یہ — پوچھئے عمر صبا رفتار سے

وہ کجا زاہد کجا حور بہشت — عقل لیلے تھوڑی سی بازار سے

گفتگوئے یار کا کیا پوچھنا — جھڑتی ہے شکر لب گفتار سے

چوم کر کاکل کو زندہ رہ گیا — بچکے میں آیا دہان مار سے

دیکھئے جمپا کلی سے بے کلی
ہو گیا دنیا میں کیسا انقلاب
سینۂ پر داغ میرا اچھل گیا
فرحت افزا جو ہوا پہلے تھی وہ
جان وایماں ہم فدا انپر کریں

ڈالئے پھندا گلے میں ہار سے
اس سپہر دون کج رفتار سے
بجلیوں کی پھلیوں کے خار سے
اب نہیں آتی کسی گلزار سے
اور تم جاکر ملو اغیار سے

نمبر ۲۴	آج کیا ہے جھومتے آتے ہیں انطق آرہے ہیں خانۂ خمار سے	۲۴

اگر خورشید چہرہ ہے تو لب لعل یمانی ہے
قیامت کا نمونہ یار کی اٹھتی جوانی ہے
کہوں کیا فتنۂ دوراں ستمگر کی جوانی ہے
مریض عشق کے دل پر ستم کی حکمرانی ہے
تری صورت جو دیکھے گا ہمیشہ دلکو رو دیگا
حیا سے دل وہ لیتے ہیں ادا سے جان لیتے ہیں
خفا کیوں ہیں جو میں نے آپکی تصویر کو چوما
جمال یوسف مصری سے بڑھکر حسن تیرا ہے
جوانی کا برا ہو اپنے سایہ سے جھجکتے ہیں
میرا پیارا دل جو دوں تمکو تو تم پامال کر ڈالو
حنا کا رنگ شوخ اتنا تعجب ہی تعجب ہے
تمھاری چشم سحر آگیں شرر افشاں ہیں میری
کسی کے خنجر ابرو نے مجھکو مار ڈالا ہے
گدا ہیں تیرے در کے بادشاہ کشور کسری

غضب کی جوش پر آئی ہوئی انکی جوانی ہے
حباب بحر بھی شرما رہا ہے پانی پانی ہے
وہ قامت اسکا بوٹا سا قیامت کی نشانی ہے
یہاں بال ہما عشرت ہو عنقا شادمانی ہے
مریجاں تیری صورت میں غضب کی دلستانی ہے
ستم کی دلربائی ہے غضب کی جانستانی ہے
مریجاں جوش الفت میں یہ امر ناگہانی ہے
وہ نقشہ نقش اول ہے یہ نقشہ نقش ثانی ہے
حیا ان کو ہے اتنی اور اتنی بدگمانی ہے
تمھارے ناز کے صدقے یہ اچھی قدردانی ہے
کسی کے خون میں شاید یہ مہندی تمنے سانی ہے
تمھیں جادو ملا ہے اور مجھے معجز بیانی ہے
قضا کی کیا خطا اسمیں فقط یہ درمیانی ہے
یہی فرش زمین انکے لئے تخت کیانی ہے

مبارک خضر کو یہ عمر طولانی ہے مجھکو
فراق یار میں اکدن بھی عمر جاودانی ہے

حدیث غم نہیں سنتا کسی مہجور عاشق کی
یہ کیا معلوم تھا مجھکو کہ وہ بت قادیانی ہے

اسی پر چڑھکے میں بحر فنا سے پار اتروں گا
تری تلوار کی بھی آنچ کشتی دخانی ہے

بیان داستان ہجر پر وہ ہنسکے کہتے ہیں
یہ بے بنیاد باتیں ہیں یہ سب قصہ کہانی ہے

تمھارے وعدۂ فردا سے کیا خوش ہو دل محزوں
خدا جانے کہ دل سے ہے کہ اقرار زبانی ہے

کوئی پیدا کرے چشم بصیرت دیکھلے اس کو
جہاں کی بادشاہی اسکے در کی پاسبانی ہے

میں اس لائق نہ تھا تو نے جو نعمت دیدیا مجھکو
یہ تیرا فضل اے خالق یہ تیری مہربانی ہے

عدو کٹ کٹ نہ جائیں دل میں کیونکر میری باتوں سے
زباں میری نہیں ہے تیر تیغ اصفہانی ہے

مریض درد فرقت کی وہ حالت سنکے کہتے ہیں
فسانہ نطق کا ہے یا یہ مجنوں کی کہانی ہے

نمبر ۲۴۵	تصنع سے نہیں کہتے ترا ہے نطق کیا کہنا غضب کی خوش بیانی ہے غضب کی شعر خوانی ہے	۱۳

یہاں بیٹھے یا وہاں بیٹھے
خوشی آپ کی ہو جہاں بیٹھے

یہ موقع ملا آج برسوں کے بعد
ذرا اور بھی میری جاں بیٹھے

پریشاں دماغ اور پراگندہ دل
مصیبت ہے جاکر کہاں بیٹھے

جہاں ہو نہ گردوں وہاں چاہیے
مخل ہو نہ کوئی جہاں بیٹھے

نہ گلشن نہ گھر میں نہ صحرا میں خوش
دل درد مند اب کہاں بیٹھے

میں مر جاؤنگا آپ اگر جائینگے
ادھر آئیے مہرباں بیٹھے

ذرا سیر جوئے رواں دیکھیے
مری آنکھوں میں میری جاں بیٹھے

گل داغ ہیں دل میں پھولے ہوئے
مری جان آکر یہاں بیٹھے

بھڑک جائیگا خدا کی قسم
سناؤنگا وہ داستاں بیٹھے

مرا دل بھی حاضر ہے سر چشم بھی
یہاں بیٹھے یا وہاں بیٹھے

دھرے ہاتھ پر ہاتھ کے روز تک — ترے آگے پیر مغاں بیٹھے
پلا دے اگر باقی ساقی ہو کچھ — نہ یہ کہہ کہ اے مہرباں بیٹھے

نمبر ۳۲۶

ذرا کے ذرا پہلو تعلق میں
خدا کے لئے مہرباں بیٹھے

۲۱

شگفتہ عذار بتاں دیکھئے — بہار گل بے خزاں دیکھئے
یہ الفاظ اور یہ زباں دیکھئے — ذرا اُن کا طرز بیاں دیکھئے
پتا دونوں عالم میں اسکا نہیں — کہاں ڈھونڈھئے اور کہاں دیکھئے
ہے جلوہ ترا ہی عیاں ہر جگہ — جدھر جائیے اور جہاں دیکھئے
زمیں پر تو ہی آسماں پر تو ہی — یہاں دیکھئے یا وہاں دیکھئے
نہاں ہے کہیں مثل تار نظر — کہیں مثل جوہر عیاں دیکھئے
تپ ہجر سے مر رہا ہے کوئی — ذرا آکے اے مہرباں دیکھئے
نہ یہ کیجئے اور نہ وہ کیجئے — فقط آپ اپنی زباں دیکھئے
ہے داغوں سے گلزار پہلو میں دل — ذرا آکے یہ گلستاں دیکھئے
نہیں دیر و کعبہ میں اسکا پتہ — ذرا چلکے اب لامکاں دیکھئے
گل داغ فردوس میں ہیں کہاں — یہ دل رشک باغ جناں دیکھئے
اگر سیر جنت کی منظور ہو — تو پھر جاکے کوئے بتاں دیکھئے
ہے انسان مجبور کیا کیجئے — جو دکھلائے یہ آسماں دیکھئے
سنا ور کرے سر بزم وہ آگئے — نکلتی ہے اب میری جاں دیکھئے
وہ کہتے ہیں لاکھوں ہی مرنے لگے — مصیبت ہے کسکو کہاں دیکھئے
ہو برق تجلّے اگر دیکھنا — شعاع عذار بتاں دیکھئے
خدا میری آنکھوں میں آ بیٹھئے — تماشائے جوئے رواں دیکھئے

شب وصل ضد ہو موذن کو بھی — سویرے سویرے اذاں دیکھئے

کسی کے ہی جوڑے میں لپٹا ہوا — دل گم شدہ کو کہاں دیکھئے

کنشت اور کعبے میں بتخانے میں — ہیں موجود اُن کو جہاں دیکھئے

نمبر ۲۴۷	الگ ہر کسی سے ہیں کہتا ہوں نطق مرا آپ طرز بیاں دیکھئے	۱۰

ہوں ہم نہ کامیاب تو ناکام ہی سہی — لطف و کرم نہیں ہے تو دشنام ہی سہی

الفت میں اُس پری کی مرا نام تو ہوا — خوش نام اگر نہیں ہوں تو بدنام ہی سہی

کوئی تو ہاتھ آئے پری ہو کہ حور ہو — گلگوں قبا نہیں ہو تو گلفام ہی سہی

بوسہ لبوں کا یا مجھے آنکھوں کا دیجئے — پستہ نہو تو کاغذی بادام ہی سہی

دل کو خوشی تو ہوتی ہے حوروں کے ذکر سے — مانا خیال باطل و اوہام ہی سہی

ساقی پلادے کچھ تری ہمت دراز ہو — دو چار بوتلیں نہ ہوں اک جام ہی سہی

بے یار کے سقر سے بھی بدتر ہے وہ مقام — جنت میں لاکھ عیش کے آرام ہی سہی

صورت سب اچھی لگتی ہے جوش شباب میں — معشوق کوئی بھی ہو سیہ فام ہی سہی

عاشق کے حق میں دونوں ہیں آفت میں فرق کیا — صبح شب وصال نہیں شام ہی سہی

نمبر ۲۴۸	تجھکو ہے کیا پڑی ہوئی ناصح خدا سے ڈر اے نطق ان کا بندۂ بے دام ہی سہی	۱۸

یہ ہنسی یہ مسکراہٹ قہر ہے — عاشقوں کے حق میں سم ہے زہر ہے

سرمگیں آنکھوں کا بوسہ قہر ہے — جان لے سرمہ کا کہنا زہر ہے

کالے بالوں میں نہیں نکلی ہے مانگ — چشمۂ ظلمات کی یہ نہر ہے

دن دہاڑے قافلہ دل کا لٹا — یہ حسیں آباد کیسا شہر ہے

گر پڑی بجلی دل بے تاب پر — یہ ہنسی ہے یا خدا کا قہر ہے

منع کیوں کرتا ہے واعظ مے سے تو
تیری جنت میں بھی تو نہر ہے

جلائے گی یہ شربت دیدار سے
چشم سوزاں میں جو میری لہر ہے

جان لے گی وہ نگاہ سرمگیں
تبسم آلودہ کا یہ زہر ہے

کچھ عجب دلکش ہے اسکی سادگی
اک قیامت ہے غضب ہے قہر ہے

مرنے پر بھی ہائے یہ جاتا نہیں
افعی گیسو کا کیسا زہر ہے

دل کا آ جانا حقیقت میں حضور
ایک آفت ہے بلا ہے قہر ہے

سر پڑا آفت لے تو پھر ہو ہم بغل
زال دنیا کا یہی بس بہر ہے

کشتی دل ڈوب جاتی ہے یہاں
حسن کے دریا کی ایسی لہر ہے

ہوتے سوتے آپکے ملے یہ ملتقا
میں لبوں کا غیب کے کیا قہر ہے

بے وفا بد منش اور ناآشنا
ہے یقینی نام جسکا دہر ہے

یہ نہیں سیندور اسکی مانگ میں
بادہ احمر کی یہ اک نہر ہے

نمبر ۲۴۹ — دور رہے نطق اس سے بھاگ کے / الفت خال حسیناں زہر ہے — ۱۹

بادہ کش اور مجلس رندانہ ہے
صحبت ساقی ہے اور پیمانہ ہے

آج حاصل صحبت رندانہ ہے
فرض مجھکو سجدۂ شکرانہ ہے

بخت پر اپنے نہ کیوں نازاں ہوں ہم
ہمسے اُن سے آجکل یارانہ ہے

رندوں پر پیر مغاں یہ التفات
وقف انکے واسطے میخانہ ہے

زلف میں کتنے پھنسے ہیں مرغ دل
دام ہے یہ یا کہ چڑیا خانہ ہے

کیا چمکتا ہے تل اسکے گال پر
آب ہیں یہ گوہر یکدانہ ہے

ہے یہ میری انتہائے لاغری
میری اُنگلی شانہ کا دندانہ ہے

وہ پری رو آج مجھسے مل گیا
فرض مجھ پر سجدہ شکرانہ ہے

دیکھ کر جو دنہ ہوں ہم کس طرح
سرمہ آگیں نرگس مستانہ ہے

تمکو آغوش تصور میں لیا
فعل یہ ایجان بنیا با نہ ہے

ہے ہمارے دوست کا مسکن یہی
ایک کعبہ دوسرا بتخانہ ہے

کہہ رہا ہے صاف حسن لازوال
جو مرا منکر ہے وہ دیوانہ ہے

یہ گھٹا یہ ابر یہ ٹھنڈی ہوا
آج لطف بادہ و پیمانہ ہے

چشم باطن سے اگر دیکھے کوئی
ایک ہی کعبہ سے اور بتخانہ ہے

قدر تول کا اسے پری پیکر تری
جو کرے انکار وہ دیوانہ ہے

ہو رہے ہیں اسقدر مست شباب
جو ادا انکی ہے وہ مستانہ ہے

چھید دیتی ہے کلیجہ دل جگر
تیر دشمن غمزۂ ترکانہ ہے

چل رہی ہے یہ ہوائے اتفاق
اب تو اپنا سبزۂ بیگانہ ہے

نمبر ۲۵

کون لے گا نطق بوسہ خال کا
تیری قسمت کا اگر یہ دانہ ہے

۱۴

نیم وا آنکھوں نے دیوانہ بنا رکھا ہے
اسی انداز نے عاشق کو مٹا رکھا ہے

تو جو پہلو میں نہیں ہے مرے لے ماہ جبیں
تیری تصویر کو سینے سے لگا رکھا ہے

آج بیمار محبت تو مرے جاتے ہیں
حشر پر آپ نے دیدار اُٹھا رکھا ہے

ڈر ہے اک روز ڈبو دے نہ سفینہ دل کا
دیدۂ تر نے وہ طوفان اُٹھا رکھا ہے

بیٹھ محفل میں پریوں کی اے زاہد خشک
بوالہوس حور و نمیں فردوس میں کیا رکھا ہے

نالۂ عاشق بیتاب وہ سنکر بولے
آسماں سر کے اوپر کسنے اُٹھا رکھا ہے

جور پیہم کا گلہ میں نہ کروں گا ہرگز
فیصلہ اس کا قیامت پر اُٹھا رکھا ہے

چیز اگر کوئی ہے تو عشق و محبت ہی ہے
ورنہ پھر اُسکے سوا دہر میں کیا رکھا ہے

ابرووں ہی کی محبت میں مٹا جاتا ہوں
دلمیں دو چاند کے ٹکڑوں کو چھپا رکھا ہے

وہ کہاں اور کہاں حور بہشتی توبہ / کیا غلط زاہدوں نے شور مچا رکھا ہے
حور فردوس کہاں اور کہاں کی جنت / واعظوں نے یہ اک افسانہ بنا رکھا ہے
آپ کی گرد کدورت نے ستم ڈھایا ہے / دل پر داغ کو مٹی میں ملا رکھا ہے
آکے خلوت میں حیا انکی اڑی بیٹھی ہے / چھیڑ کرنے کو سہیلی کو بلا رکھا ہے

نمبر ۲۵۱	ایک محبوب کے دو نام پڑے ہیں اے نطق ایشور بعضوں نے بعضوں نے خدا رکھا ہے	۹

نیچی نظروں کے تبسم کے حیا کے صدقے / آپ کے ناز و کرشمہ کے ادا کے صدقے
آنچ ایسی ہی مرے جاتے ہیں لاکھوں بے موت / یار کی تیغ نظر تیغ ادا کے صدقے
دیکھ کر مجھ کو سر بزم جھکالی گردن / تیری اس شرم کے قربان حیا کے صدقے
ہجر کے درد و الم قابل برداشت نہ تھے / کردی مشکل مری آسان قضا کے صدقے
مجھ کو موقع نہ دیا عرض تمنا کا بھی / یار کی تمکنت ناز و ادا کے صدقے
ہائے کیا لذت بیداد ملی ہے دل کو / اور کچھ جور و جفا تیری جفا کے صدقے
کیا حسیں اوسنے بنائی ہے بتوں کی صورت / صنعت صانع مطلق کے خدا کے صدقے
کر کے بیچین انھیں رات یہاں لے آئی / اپنی تقدیر کے اور آہ رسا کے صدقے

نمبر ۲۵۲	ہائے ایسی ہی ہے اک شوخ کی پیاری صورت کیوں نہ اے نطق ہوں اُس ماہ لقا کے صدقے	۸

شام کو آئے تھے وہ رات نہ ہونے پائی / گھر کو رخصت ہوئے کچھ بات نہ ہونے پائی
جو ٹھنی دل میں تھی ہیہات نہ ہونے پائی / دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
دو منٹ بیٹھے وہ کچھ بات نہ ہونے پائی / ہائے جی بھر کے ملاقات نہ ہونے پائی
ذکر چھیڑا ہی تھا میں نے کہ عدو آ پہونچے / ہائے جی بھر کے ملاقات نہ ہونے پائی
جلوۂ حسن سے شب کو بھی سماں دن کا رہا / انکی محفل میں کبھی رات نہ ہونے پائی

خوب ہی نبھتی جو مل بیٹھتے دیوانے دو / مجھ کو مجنوں سے ملاقات نہ ہونے پائی

کون دنیا میں ہے محروم تمنا مجھ سا / آئی جو دل میں رہے بات نہ ہونے پائی

نمبر ۲۵۲ — ایک دو بات میں ہم موم بنا لیتے نطق / کیا کہیں اُن سے ملاقات نہونے پائی — ۲۴

پاگل مجھے بنایا صورت دکھا دکھا کے / جاتے ہو اب کہاں تم مجنوں مجھے بنا کے

دل لے لیا تو پہلے تمنے لبھا لبھا کے / بے اعتنائیاں اب عاشق مجھے بنا کے

دو بوسہ مجھکو صدقے میں ناز و ادا کے / سائل ہیں کر دو رخصت اے جان دے دلا کے

ہیں طور سب نرالے ایجان تری ادا کے / چشم زدن میں دلکو لیجاتی ہیں اُڑا کے

جاؤ تو عاشقوں کا ایجان خون بہا کے / خواہاں کبھی نہ ہونگے یہ تسے خوں بہا کے

آنکھیں بھی تو برابر کرتا نہیں کسی سے / قربان اس ادا کے صدقے تری حیا کے

کرتے ہیں تسے وعدہ کل آئینگے مقرر / دشمن سے کہہ رہے ہیں مجھکو سنا سنا کے

صورت ہی انکی بھولی باتیں ہیں انکی پیاری / لے لیتے ہیں دلوں کو باتیں بنا بنا کے

مٹی ہیں تمنے مجھکو آخر ملا ہی چھوڑا / برباد کر ہی ڈالا مجھکو جلا جلا کے

کیا شان دلبری ہے دیکھو ہنسی ہنسی میں / پہلو سے لے لیا دل مجھکو ہنسا ہنسا کے

فرمائیے تو کیونکر ہمسے یہ ہو سکے گا / سجدہ کریں بتوں کو بندہ ہیں ہم خدا کے

برباد کر رہے ہو مٹی بھی اب ہماری / ٹھکرا رہے ہو تربت کیوں خاک میں ملا کے

اچھا نہیں گئے تھے دشمن کے گھر کبھی تم / یہ ہیں نشان کسکے اے یار نقش پا کے

لے لیتے ہیں حسین دل ہر شخص کی بغل سے / قزاق دن دہاڑے یوں دیتے ہیں ڈاکے

دیدار کے ہوس ہیں بیمار مر رہے ہیں / صورت دکھا دو صاحب واسطے خدا کے

جن و بشر ملائک سب ہو گئے مقید / پھیلے ہوئے ہیں پھندے کاکل دوتا کے

کوئی تڑپ رہا ہے شاید ہے وقت آخر / اتنا تو کہہ دے کوئی اس مہ لقا سے جا کے

نقشہ نہ ایک اترا اس بانیٔ جفا کا
الفت جتا رہے تھے باتیں بنا رہے تھے
ہم جان دے رہے ہیں تم جیسے کچھ رہے ہو
سب حال کہہ سنانا اے میرے پیارے قاصد
ہم سب سمجھ رہے ہیں باتیں پتے پتے کی
لاکھوں مصیبتوں کا ہر وقت سامنا ہے

بہزاد نے اگرچہ کھینچے ہزار خاکے
وہ چل رہے تھے فقرے تکذیب اور دغا کے
بد انس و بے مروت صاحب ہو انتہا کے
پھر شوق وصل کہنا پہلو مگر بچا کے
کیا ہم سے اڑ رہے ہو بالا بتا بتا کے
دن رات تیرے عاشق پہنچے ہیں تہ قضا کے

نمبر ۲۵	اے نطق شعر خوانی یہ کون کر رہا ہے خوش باش کی صدا ہو نعرے ہیں مرحبا کے	۱۹

کوئی لٹتا ہے کوئی عشق میں برباد ہوتا ہے
خفا جس وقت مجھ سے وہ ستم ایجاد ہوتا ہے
کہیں نالہ کہیں پر شکوۂ بیداد ہوتا ہے
لگائے دل کوئی کیونکر بھلا ان مہ جبینوں سے
ذرا تو رحم فرما تشنہ کام شہادت پر
بسان خانۂ شطرنج میرا خانۂ دل بھی
کسی کے حلقۂ کاکل میں پھنسنا شرط ہے پھر تو
تلے ہیں ظلم کرنے پر جفا پر ہیں وہ آمادہ
عدو میری تباہی کی اگر کچھ فکر کرتا ہے
حسینوں نے مرے دل میں جگہ اس طرح کر لی ہے
کبھی دل مانگتے ہیں اور کبھی ہیں جان کے خواہاں
کھینچے تصویر کیونکر اس بت گلفام صورت کی
میں پہلو چیر کر دل پیش کر دینے کو حاضر ہوں

خبر لیکن کہاں وہ بانیٔ بیداد ہوتا ہے
تو ٹکڑے ٹکڑے غم سے یہ دل ناشاد ہوتا ہے
ترا ہی ہر جگہ پر ذکر اے جلاد ہوتا ہے
ستمگر کوئی ہوتا ہے کوئی جلاد ہوتا ہے
غضب گھٹ گھٹ کے خون آرزو جلاد ہوتا ہے
کبھی ویران ہوتا ہے کبھی آباد ہوتا ہے
کوئی کب جیتے جی اس قید سے آزاد ہوتا ہے
ذرا دیکھیں تو ہم کیا کیا ستم ایجاد ہوتا ہے
غضب یہ ہے کہ اسیر آپ کا بھی صیاد ہوتا ہے
کہ جیسے خانۂ نقش عمل آباد ہوتا ہے
کبھی ایمان دینے کے لئے ارشاد ہوتا ہے
جب اس کشمکش میں عاجز خامۂ بہزاد ہوتا ہے
ذرا فرمائیے تو صاف کیا ارشاد ہوتا ہے

جلا کر اسکو پھونکوں آہ سوزاں سے تو بہتر ہے
تحمل ہر کام میں یہ چرخ بے بنیاد ہوتا ہے

جفا و جور سے اُف تک کبھی لب پر آ نہیں سکتی
تغافل صرف انکا باعث فریاد ہوتا ہے

بہا پسے خون جاری ہو مرے تار رگ جاں سے
فزوں سے تیرے کار نشتر فصاد ہوتا ہے

شکایت میں کروں تیری جفا و جور کی توبہ
یہ تجھ پر میری جاں الزام بے بنیاد ہوتا ہے

نہ پگھلے تم تو کیا فولاد سے بھی سخت دل تم ہو
ہماری آہ سے موم آجکل فولاد ہوتا ہے

نمبر ۵۵	ہے استادی مبرا ہو کلام و نطق عیبوں سے غزل لکھ دینے ہی سے کیا کوئی استاد ہوتا ہے	۲۱

حالت عاشق زار اور بھی ابتر ہوگی
یوں پریشان جو تری زلف معنبر ہوگی

جب خلش پر نگہ ناز ستمگر ہوگی
ہوگی یہ تیر کبھی اور کبھی نشتر ہوگی

خاک بزم طرب و عیش ہیں بہتر ہوگی
ہے یقیں اور طبیعت یہ مکدر ہوگی

زاہد خشک یہ جھک مار رہا ہے کیا کیا
حور کیا خلد میں ان پریوں سے بہتر ہوگی

ابھی چپ بیٹھے ہیں لیکن وہ اگر بولینگے
انکی ہر بات مرے واسطے نشتر ہوگی

مرنے پر بھی تری چوکھٹ سے الگ ہونیگا گر
روح شرمندہ مری تجھسے ستمگر ہوگی

نہ یہ صورت نہ یہ سیرت نہ یہ انداز و ادا
حور جنت سے محبت مجھے کیونکر ہوگی

یہ وہ ہے چال قیامت کی کہ لے حشر خرام
درہم و برہم اسی سے صف محشر ہوگی

خوف رسوائی سے گو نام نہ لوں میں تیرا
دل ہی دل ہی میں تری یاد برابر ہوگی

دیکھنا رندوں کو وہ اعظ تو اگر جا پہونچے
گردش ساغر بادہ لب کوثر ہوگی

چشم جادو سے کسیکی یہ یقیں ہے مجھ کو
ساری دنیا ہی کسی روز مسخر ہوگی

بقعۂ نور سراپا وہ بت خوش خو ہے
حور ہو یا ہو پری اس کے برابر ہوگی

مست آنکھوں سے کسی کی نہیں اسکی تشبیہ
لال آنکھوں کے مقابل مئے احمر ہوگی

گردش چشم سیہ سے تو اگر مست کرے
تا ابد مجھکو نہ پھر حاجت ساغر ہوگی

ناچتی کودتی رندوں کو دکھاتی جو بن
آج اک لال پری شیشے سے باہر ہوگی

وصل کے واسطے ایجان ذرا کہیئے تو
کون وہ نیک گھڑی ہے جو مقرر ہوگی

غیر تقصیر کرے گا تو نہ کچھ بولیں گے
ان کی بوچھار جو ہوگی وہ مرے سر ہوگی

یار کے کوچے کی خواہش دل ناشاد نہ چھوڑ
سب کی آئی گئی کمبخت ترے سر ہوگی

دختر رز کو سرے سے وہ بتاتا ہے حرام
زندو واعظ میں محبت کہو کیونکر ہوگی

نطق آخر کو تری جان کے لینے کیلئے
ناگن اک روز یہی زلف معنبر ہوگی

۲۱	نطق میں کیا مرے اشعار کے مضمون ہی کیا خوش مرے شعر سے کیا طبع سخنور ہوگی	نمبر ۲۵۶

قتلگہ میں جب علم تیغ ادا ہوجائیگی
دیکھئے گا اک قیامت ہی بپا ہوجائیگی

قتل عاشق کیلئے کافی ادا ہوجائیگی
مرنے والوں کو یہی تیغ قضا ہوجائیگی

ہر طرف جب شہرت تیغ ادا ہوجائیگی
رشک سے اسکے قضا خود ہی فنا ہوجائیگی

حضرت دل سننے والی ہیں کسی کی کب ابھی
ہوش آجائیگا جب انکی سزا ہوجائیگی

نیچی نظروں سے نہ مجھکو دیکھنا اے مہ لقا
موت کا میری فرشتہ یہ ادا ہوجائیگی

شرمگیں آنکھوں کا انکی یہ اثر ہوجائیگا
رفتہ رفتہ انکی شوخی بھی حیا ہوجائیگی

اسقدر جوش نمو پر ہے جوانی آپکی
دیکھ لینا دو ہی دن میں کیا سے کیا ہوجائیگی

آپ کی آنکھوں کی گردش جو یہی قائم رہی
سینے کو سیکر اکدن آسیا ہوجائیگی

ہے نگاہ یار سیدھی صرف بچپن کے سبب
دیکھتے ہی دیکھتے برق بلا ہوجائیگی

اس پری پیکر کو ہوتے دیکھئے مست شباب
آپ سے آپ انکو قدر آشنا ہوجائیگی

کھیل سمجھا تھا کسی محبوب کی الفت کو میں
جانتا تھا یوں طبیعت مبتلا ہوجائیگی

میں تو کہتا ہوں کہ ہو قسمت اگر میری درست
انکی گالی بھی مرے حق میں دعا ہوجائیگی

آج گو پنہاں ہیں وہ کل تو عیاں ہوجائینگے
حشر میں نو دیدہ ان کی بر ملا ہوجائیگی

سینکڑوں انکی گلی میں ہوتے جاتے ہیں شہید
ذکر ہے اسمیں شہیدان وفا کے خون کا
نا فہ چیں انکے جوڑے کو اگر تو نے کہا
تم نہ آؤ گے شب وعدہ تو ہوتا ہے یہی
گو جوانی سنے تمھاری آج باندھی ہی ہوا
سرخ جوڑا زیب تن کرکے نکلنا باغ میں
ایک دن آخر پہونچ جائیگی دست شوق تک

اب مرا اس کوچے کی خاک شفا ہوجائیگی
اب زمین شعر بھی خاک شفا ہوجائیگی
جان لے تجھسے بڑی بھاری خطا ہوجائیگی
نیند میری آنکھ کی اڑکر ہما ہوجائیگی
چار دن کے بعد یہ خود ہی ہوا ہوجائیگی
چاک ورنہ سو جگہ گل کی قبا ہوجائیگی
زلف تیری رفتہ رفتہ جب رسا ہوجائیگی

نمبر ۲۵۷	اڑکے جا پہونچی اگر یہ دامن دلدار تک نطق اسدم خاک میری کیمیا ہوجائیگی	۲۶

فدا ہو جائیے اُن کی ادا کے
فدا ہم آپ کے ناز و ادا کے
بتان سنگ سے دل لگا کے
مجھے وارفتہ و مجنوں بنا کے
مسیحا ہو چلا لو جلد آ کے
خدائی آ گئی قبضہ میں انکے
گلے لپٹا لیا مجھ کو لحد نے
بتاؤ کچھ بھی تو تقصیر میری
غضب میں ہو گئے جامہ سے باہر
جو موقع ہاتھ آئے کام کر لو
حسینان جہاں سے اس پری کے
اشارہ تک سمجھ جاتے ہیں فوراً

وہ لے لیتے ہیں آنکھیں ملا کے
تصدق آپ کی شرم و حیا کے
نشانہ ہو گئے تیر قضا کے
کدھر وہ چلدیئے صورت دکھا کے
مجھے دیدار کا شربت پلا کے
تو اب بت ہو گئے منکر خدا کے
اندھیری میں اکیلا مجھکو پا کے
گھٹائی تمنے کیوں الفت بڑھا کے
انھیں عریاں کیا غصہ دلا کے
نہیں آتا ہے پھر کر وقت جا کے
طریقے ہیں الگ جور و جفا کے
ذہانت میں وہ پتلے ہیں بلا کے

ہمیں کیوں چھیڑتے رہتی ہیں ہر دم
رقیبوں کو ذرا پوچھو بلا کے

ذرا یہ سوچئے مہمان ہیں ہم
نہ رسوا کیجئے ہمکو بلا کے

قیامت ہے غضب ہے یہ تجاہل
وہ ہیں ناآشنا اب آشنا کے

وہ خاک پا کو انکی جمع کر لیں
اگر ہوں لوگ خواہاں کیمیا کے

عدو سے بزم میں فرما رہے ہیں
وہ کچھ مجھکو اشارے سے بتا کے

کہوں کیا کس مصیبت میں پڑا ہوں
انھیں آئینۂ دل میں دکھا کے

وہ آئے بزم میں اس سادگی سے
کہ بسمل ہوگئے سب اس ادا کے

تمھارا ہی ہے مسکن خانۂ دل
لگا نا تیر تو پہلو بچا کے

ہماری قبر پر نرگس لگا نا
ہیں کشتہ ہم نگاہ فتنہ زا کے

کسی کو کھینچکر جب تک نہ لائے
نہ قائل ہونگے ہم آہ رسا کے

نہ نکلیگا کوئی ان بیڑیوں سے
یہ حلقے سخت ہیں زلف دوتا کے

وفا ہو یا جفا کچھ کیجئے تو
جفا ہی کیجئے بدلے وفا کے

فنا ہی کا مجھے دیدیجئے جام
نہیں پیاسے ہیں ہم آب بقا کے

نمبر ٢٥٨

اشارہ کر رہے ہیں نطق کو وہ
رقیبوں سے مگر آنکھیں بچا کے

١٦

خوب ہی چشم وفا چشم مروت دیکھی
میں نے ان چاند سے ٹکڑوں کی محبت دیکھی

قامت اک بوٹا سا اک نور کی مورت دیکھی
ہمنے جیتے ہی جی لے نطق قیامت دیکھی

کیا کہوں میں نے جو اک شوخ کی صورت دیکھی
مختصر یہ ہے کہ اللہ کی قدرت دیکھی

طور پر حضرت موسیٰ کو رہی جسکی تلاش
دلمیں گھر بیٹھے ہوئے ہیں وہ صورت دیکھی

حشر کی دید کی اب کوئی تمنا نہ رہی
میں نے دنیا ہی میں کیا کیا نہ قیامت دیکھی

کیا کہوں ہائے دل زار کا اپنے نقشہ
اسنے جسوقت سے اس حور کی صورت دیکھی

چھوڑ کر بن ماہ کے اس شوخ نے برباد کیا
خوبیاں ہمیں ہوں لاکھوں مجھے انکار نہیں
ہم نے کیا کیا نہ محبت میں تری دیکھ لیا
پانی ہو ہو کے بہے کان نمک دریا میں
خنجر یار کو ڈر تھا نہ پگھل جائیں ہم
ایک بوسہ کے ہی دینے میں تامل اتنا
غم ہوا رنج سہے کون ستم اٹھائی کیا کیا
ساتھ چھوڑا نہ مریض غم تنہائی کا
اپنے سایہ سے بھی اب آپ جھجھک اٹھتے ہیں

جب کسی عاشق ناشاد کی تربت دیکھی
ہم نے پریوں میں وفا کی تو نہ عادت دیکھی
رنج و غم دیکھے ستم دیکھا ہے حسرت دیکھی
عارض یار پر ان نے جو ملاحت دیکھی
ذبح کے وقت ادھر میں وہ حرارت دیکھی
ہو چکا۔ جان جہاں آپ کی ہمت دیکھی
عشق میں اسکے مصیبت سی مصیبت دیکھی
ہم نے ہاں تیری رفاقت تپ فرقت دیکھی
وحشیوں میں بھی نہ اس طرح کی وحشت دیکھی

نمبر ۲۵۹

نطق سا شہرۂ آفاق زمانے میں نہیں
نہ تو کانوں سے سنی ایسی نہ شہرت دیکھی

۱۲

نوک اسکی ٹوٹ کر جو مرے دل میں رہ گئی
صورت کسی کی آئینہ دل میں رہ گئی
دکھلائی صورت آپ نے آکر نہ وقت نزع
پہونچی نہ عرش تک کبھی آہ رسا مری
وحشت بڑھی جو آپکے دیوانے کی تو پھر
ارماں ایک بھی نہ نکالا حضور نے
ان کی نگاہ ناز نے زخمی کیا مجھے
دل تو شہید ناز کا اس میں نہیں بندھا
سمجھا تھا میں کہ آج وہ آجائینگے ضرور
افسوس مجھ سے کچھ نہ ہوا کار آخرت

حسرت لپٹ کے خنجر قاتل میں رہ گئی
روپوش لیلی پردۂ محمل میں رہ گئی
اک پھانس صرف پہلوئے بسمل میں رہ گئی
کمبخت رک کے کوچۂ قاتل میں رہ گئی
ثابت نہ اک کڑی بھی سلاسل میں رہ گئی
حسرت بھری ہوئی دل بسمل میں رہ گئی
نوک مژہ اٹک کے مرے دل میں رہ گئی
کیسی گرہ یہ کاکل قاتل میں رہ گئی
امید میری وعدۂ باطل میں رہ گئی
الجھی طبیعت ایسے مشاغل میں رہ گئی

ملک عدم کا راستہ دشوار ہوگیا — طاقت ہماری پہلی ہی منزل میں رہ گئی

نمبر ۲۶۰	اے نطق جیتے جی نہ میسر ہوا وصال دل کی جو بات تھی وہ مرے دل میں رہ گئی	۱۷

نطق پر کرتے اگر کچھ مہربانی اور بھی — اس دل شوریدہ کی سنتے کہانی اور بھی
آپ سن لیتے اگر میری کہانی اور بھی — ہوگیا ہوتا یہ کم سوز نہانی اور بھی
گھٹتے گھٹتے گھٹ گئی جب مہربانی اور بھی — بڑھتے بڑھتے بڑھ گیا درد نہانی اور بھی
ایک تو ملنا ترا دشوار تھا ہی اے پری — رنگ لائیگی تری یہ لامکانی اور بھی
آخرکار ہو ہی جائینگے مسخر ایک دن — میں دکھاؤنگا انھیں جادوبیانی اور بھی
خوش کیا وعدہ سے ایفا بھی اگر اسکو کرو — سیر بحالیں بڑھ جائے میری شادمانی اور بھی
داغ فرقت دیچکے داغ محبت دیچکے — دیتے جاؤ سیر بحالیں دو اک نشانی اور بھی
جادۂ صبر آزما دیکھا کئے ہم دیر تک — ہم سے اب کیا تم کروگے لن ترانی اور بھی
بھولی صورت پیاری آنکھیں خوشنما ہر عضو تن — پھر اسپر ڈھا رہی ہے تو جوانی اور بھی
اک تو آہ نارسا اسپر تغافل یار کا — ہے غضب اسپر ہماری ناتوانی اور بھی
ہے خجل لب سے تمھارے کھائیگے اسپر جو پان — شرم سے کٹ جائیگا لعل یمانی اور بھی
فتنۂ روز قیامت جب لڑکپن ہے ترا — پھر اکدن ڈھائیگی تیری جوانی اور بھی
مرگ دشمن پر جو پہنوگے لباس ماتمی — اس سے بڑھ جائیگی میری بدگمانی اور بھی
دیدۂ پرنم بہا جتنا ہو تجھسے تا بک خوں — دیکھنا ہے ہمکو تیری خونفشانی اور بھی
تو نے جب کی زیب تن جالی کی محرم اے پری — حق تو یہ ہے اڑ چلی تیری جوانی اور بھی
غیظ میں اک تو وہ خود ہیں اور اسپر بھی جو بن — کچھ اگر بولوں تو ہو قصہ کہانی اور بھی

نمبر ۲۶۱	ایک تو طرز بیاں تیرا وہ خوش اسلوب نطق طرہ اسپر ہے تری شیریں بیانی اور بھی	۹

اُکون ہو وہ اور کسکا درد ہے
دل میں میرے آج کیسا درد ہے

کیا کہوں کسکا یہ کیسا درد ہے
میرے دلمیں بیٹھا بیٹھا درد ہے

پوچھتا ہے تو کہے دیتا ہوں صاف
میں ترا زخمی ہوں تیرا درد ہے

بولے وہ مجھکو تڑپتا دیکھکر
کوئی کیا جانے کہ کسکا درد ہے

کیوں نہ سینے میں جگہ دوں اسکو میں
درد کسکا ہے یہ تیرا درد ہے

بڑھتے بڑھتے اب یہ اتنا بڑھ گیا
دل نہیں میرا سراپا درد ہے

کون ہے جسکو نہیں الفت تری
ہر کسی کے دل میں تیرا درد ہے

اُنکے آنے سے جو کچھ تسکیں ہوئی
ہنسکے بولے واہ اچھا درد ہے

نمبر ۲۶۲	نطق کچھ بھی تو کہو کیا بات ہے روتے رہتے ہو یہ کیسا درد ہے	۲۰

تم نہیں ایسے تو ایسا کون ہے
حور کی آنکھوں کا تارا کون ہے

درد اچھا کر دے ایسا کون ہے
ما سوا تیرے مسیحا کون ہے

تم نہیں اچھے تو اچھا کون ہے
حسن میں سب سے نرالا کون ہے

تو ہے ناپیدا تو پیدا کون ہے
خانۂ دل میں یہ بیٹھا کون ہے

تو نہیں تو تیرے ایسا کون ہے
مرجع اہل تمنّا کون ہے

نور کا پتلا سراپا کون ہے
محو انوار تجلّے کون ہے

لاکھ کیں عشاق نے آہ و فغاں
تینے اتنا بھی نہ پوچھا کون ہے

حور کس کی لونڈیاں ہیں زر خرید
حسن میں دنیا سے بالا کون ہے

اب اگر کعبہ بھی ہو چوکھٹ تری
تیرے دروازے سے ہٹتا کون ہے

کھبیں ہیں غیروں کے ہردم رات کو
غیر کی گلیوں میں جاتا کون ہے

میں نے مانا تو نہیں اسکا سبب
درد پیدا دل میں کرتا کون ہے

ہو گئے بیگانہ خویش و اقربا — جز ترے اب اور اپنا کون ہے
تم نہیں ہو خانۂ دل میں اگر — چٹکیوں سے دل مسلتا کون ہے
کیا اشارہ کر دیا در کی طرف — سہنے تو کچھ بھی نہ دیکھا کون ہے
سنکے نالے عاشق بیتاب کے — بولے یہ شامت کا مارا کون ہے
کر دیا ہے کون یہ بازی گری — اور کھپسند محو تماشا کون ہے
عیش کے ساتھی ہیں یار و آشنا — وقت پڑ جائے تو کسکا کون ہے
اک ہمیں ہیں سر فروش عاشقی — دوسرے پر جان دیتا کون ہے
کس سے چاہیں حشر میں ہم اپنی داد — آپ ہی کے سب ہیں ہمارا کون ہے

نمبر ۲۶۳	تو نہیں تو مالک ایماں نطق کے جان کا دل کا جگر کا کون ہے	۱۰

رستے میں آج انسے ملاقات ہو گئی — بس حسن اتفاق سے دو بات ہو گئی
کھانیکا کچھ نہ لطف نہ پینے کا کچھ مزہ — الفت کسیکی قاطع لذات ہو گئی
فرقت کیدن عذاب میں کاٹے تو کیا ہوا — جھگڑے ہیں ختم وصل کی بھی رات ہو گئی
ہنستے ہیں بولتے ہیں برابر عدو کیساتھ — غیروں کیطرح مجھسے بھی دو بات ہو گئی
رندان بادہ نوش نے کعبہ کی راہ لی — ویران بزم پیر خرابات ہو گئی
اللہ رے تجلی رخسار مہروش — انوار رخ سے آپکے دن رات ہو گئی
بیٹھے بٹھائے مجھسے جو وہ رنج ہو گئے — کیا وجہ کیا سبب ہوا کیا بات ہو گئی
آئے وہ آج بزم میں اس آن بان سے — شرمندہ حور اور پری مات ہو گئی
رکھئے گا رنج کبتک اس ادنی سی بات کا — انسان ہی تھی جو کہے اکبات ہو گئی

نمبر ۲۶۴	جور بتاں سے نطق مسلمان ہو گیا جس بات کا تھا خوف وہی بات ہو گئی	۱۸

سنو تعریف یہ کچھ مجھ سے نگاہ ناز دلبر کی
ہے برش تیغ کی اس میں خلش ہے نوک خنجر کی

انوکھی ہیں نرالی ساری باتیں ہیں ستمگر کی
مجھی کو وار الٹی دھمکیاں دیتا ہے محشر کی

نہ پوچھو کچھ نہ پوچھو کیفیت میدان محشر کی
کوئی فریاد کرتا تھا کوئی مورت تھا پتھر کی

قیامت کا پتہ دیتا ہے تیرا قامت دلجو
صدائیں تیرے گھنگرو کی خبر دیتی ہیں محشر کی

نہ دل میں رہ گئی ہو ٹوٹ کر نوک سر مژگاں
کوئی نشتر دل میں چبھتی ہے خلش جیسے ہو نشتر کی

تڑپتا ہے پڑا اک گوشۂ عزلت میں پہلو کے
مریں جاں خیریت کیا پوچھتے ہو قلب مضطر کی

جو تیری جستجو میں تیرا دیوانہ وہاں پہونچا
تو لاکھوں دھجیاں اڑ جائینگی دامان محشر کی

کہیں وہ مجرم الفت مجھے میں بیوفا انکو
ذرا دکھائینگی محشر میں یہ چوٹیں برابر کی

مرا دل ہی ہے گھر اسکا نہیں وہ لامکاں ہرگز
خبر کسنے اڑائی شہر تہمت میں ایسی بے پر کی

یہ جادو ہے کہ اک برق بلا ہے قہر ربی ہے
وہ لیتے ہیں جاں اک اک نگہ میں سالہا ستر کی

ہوئے ہم کامیاب آج امتحان سرفروشی میں
خدا کا شکر ہے اسنے ہماری بات اوپر کی

کسیکو تو جو ملجائے خدائی اسکو ملجائے
حقیقت میں یہی کنجی ہے باب ہفت کشور کی

جو کاندھا دیدیا اسنے تو میں مردہ تھا گویا
مشام جان میں نکہت آتی ہے زلف عنبر کی

حفاظت جان و دل سے کر رہا ہوں داغ الفت کی
کمائی ہے یہی دولت یہی ہے زندگی بھر کی

کیا گذرا ہوا قصہ رقیبوں کا جو پھر چھیڑا
نکالیں تمنے پھر باتیں وہی سب فتنے و شر کی

وہ کہتے ہیں نہ روؤ نوح کا طوفاں بپا ہوگا
قسم ہم تمکو دیتے ہیں تمہارے دیدۂ تر کی

قیامت میں جو دیکھا داور محشر کو چیخ اٹھا
یہ صورت یہ شباہت ہو بہو ہے میرے دلبر کی

نمبر ۲۶۵	بڑا ہی سخت جاں ہے نطق قاتل ہم نہ کہتے تھے مری کتنی جگہ سے دیکھ لے تو دھار خنجر کی	۱۸

جگر میں اپنے ہی ہاتھوں چبھا لوں نوک خنجر کی
کہاں تک جھڑکیاں سہتا رہوں قاتل ستمگر کی

نہ دولت کی ہوس مجھکو نہ خواہش ہے مجھے زر کی
ہے سکہ داغ الفت کا کمائی زندگی بھر کی

دو عالم کو تہ و بالا کیا وہ سیر اشکوں نے
ملک دینے لگے آخر دہائی دیدۂ ترکی

نگاہ ناز سے ایران دل تسخیر کر ڈالو
ہو شاہ حسن تم تم کو ضرورت کیا ہے لشکر کی

خدا کا خوف بھی دل میں نہیں کچھ اس ستمگر کے
جو خط لیکر گیا تو جان لی میرے کبوتر کی

نگاہوں کے چلے ناوک کبھی تیغ ادا چمکی
ہوا کرتی ہیں مجھپر رات دن چوٹیں ستمگر کی

نگاہوں کا کوئی بسمل کوئی ابرو کا ہے گھائل
خدائی اب تو قائل ہو گئی تیغ ستمگر کی

مرے جلاد نے ضرب ایسی قیامت کی لگائی ہے
ہے صورت زخم خنداں میں طلوع صبح محشر کی

بہ رام انکو کیا میں نے نہ وصل انکا ہوا حاصل
بتوں سے میں نے الفت کی اگر کی خاک پتھر کی

ہو دیوانوں کو کافی صرف یہ پوشاک عریانی
نہ حاجت انکو اطلس کی نہ دیبائے ششتر کی

خدا ہی یاد آیا دیکھ کر وہ نور کا عالم
کسی کی زلف میں اسکے رخ روشن سے اگر سرکی

ترے در کی گدائی فخر ہے تیرے غلاموں کو
کریگا لیکے بندہ سلطنت کیا ہفت کشور کی

مری فکر رسا کی تو ذرا جولانیاں دیکھو
خبر لاتی ہے یہ عرش معلی سے بھی اوپر کی

ذرا سا دیکھ لو تم اپنی ہی زلف پریشاں کو
اگر دریافت کچھ کرنی ہو حالت قلب مضطر کی

کسی زلف پریشاں کا نہ سایہ ہو پڑا اسپر
الٰہی خیر آج ابتر ہے حالت قلب مضطر کی

ترا بوٹا سا قد ہے یا قیامت کا نمونہ ہے
صدائیں تیری گھنگرو کی ہیں یا ہیں صور محشر کی

ترے قد کو اگر طوبیٰ کہیں البتہ موزوں ہے
حقیقت اسکے آگے کیا ہے شمشاد و صنوبر کی

نمبر ۲۶۶ — خدا کا شکر ہے جس حال میں اپنی گذرتی ہے / شکایت کیا کریں ہم نطق ہم چرخ ستمگر کی — ۱۶

ترچھی نظر تری بہت بے پیر ہو گئی
لوگوں کی جان لینے کو شمشیر ہو گئی

دیکھو علم نگاہ کی شمشیر ہو گئی
لو سرفروش قتل کی تدبیر ہو گئی

دشمن ہماری کاکل بے پیر ہو گئی
گردن کا طوق پاؤں کی زنجیر ہو گئی

اس خوبرو سے وصل کی تدبیر ہو گئی
اسکا گمان بھی نہ تھا تقدیر ہو گئی

قسمت کا لکھا یار کی تحریر ہوگئی
کلک اُنکی کلک کاتب تقدیر ہوگئی

تیری نگاہ ناز نے کیا کیا صفات میں
ٹیڑھی تو تیغ سیدھی تو اک تیر ہوگئی

بن بن کے آسمان پہ دو رسا مری
کیا سد راہ نالہ شبگیر ہوگئی

خط کی نمو نہیں ہے یہ خط غبار میں
پوری قرآن پاک کی تفسیر ہوگئی

شیریں بیانیاں جو سنی اُسنے آپکی
آواز عندلیب گلوگیر ہوگئی

باغ جہاں میں پھولنا پھلنا نہیں نصیب
تقدیر میری سرو کی تقدیر ہوگئی

پھولوں کا ہار میں نے پنھایا جو یار کو
اُس نازنیں کو لوہے کی زنجیر ہوگئی

پہچاننا محال ہے صورت کو دیکھکر
حالت مریض غم کی یہ تغییر ہوگئی

ہاں بیخودی میں نام ترا لب پر آگیا
اتنی خطا تو ہوگئی تقصیر ہوگئی

تجھ میں فنا ہوا تو یہ عقدہ نیا کھلا
تصویر میری تیری ہی تصویر ہوگئی

وہ حور آ کے خواب میں دیدار دے گیا
بیدار و فتنۂ مری تقدیر ہوگئی

نمبر ٢٦٧

خاموش رہنے پہ بھی ہیں گویا جناب نطق
ان کی خموشی شکل مزامیر ہوگئی

١٨

کئے کلام اُنھوں نے جو وقت رخصت کے
کلیجہ پھٹ گیا ٹکڑے تھے اس قیامت کے

نہ لفظ آئے زباں پر کبھی شکایت کے
حضور نطق وہ ہیں آدمی مروت کے

وہ جلسے حوروں کے وہ دور ساغر صہبا
جدائی جو نہ پڑا درد لے قیامت کے

تمھاری جتنی ادائیں ہیں سب نرالی ہیں
غضب ہیں ناز تو انداز ہیں قیامت کے

غضب نظر ہے ترے تو ہے چال فتنۂ حشر
سہی غضب کے سب آثار ہیں قیامت کے

کروں بیاں میں کیا کیسی دلربائی ہے
کہیں کبھی آدمی ہوتے ہیں ایسی صورت کے

بتوں کی صورتیں کیسی بنائی ہیں پیاری
تری کری بھی سکے قرباں صدقے قدرت کے

نہ بوجھ پھولوں کے ہاروں کا اٹھ سکا اُنسے
بس آج ہوگئے ہم قائل ان کی نزاکت کے

خرام ناز سے محشر بپا ذرا کر دو ۔ ہیں لوگ بیٹھے ہوئے منتظر قیامت کے
کسی کی فتنہ خرامی سے حشر برپا ہے ۔ لو دیکھو منکر و قائل ہوا اب قیامت کے
مجھے نہ بوسہ ملا خال ہائے عارض کا ۔ خدا ہی جانے یہ دانے ہیں کسکی قسمت کے
بنی ہے جان پر اپنی کسی کو دل دیکر ۔ بتائیں کیا یہ نتیجے ہیں اک حماقت کے
پری کو ہمنے اوتارا ہے شیشۂ دل میں ۔ حضور سارے کرشمے ہیں یہ محبت کے
تمھارے وعدۂ فردا نے کیا قیامت کی ۔ کہ انتظار میں رکھا مجھے قیامت کے
نہ آسمان کی تقصیر کچھ نہ انکا قصور ۔ اگر ہیں پیچ تو سارے ہماری قسمت کے
گلے میں آکے پڑا طوق گیسو خوباں ۔ ابھی اتارے گئے تھے نہ طوق منت کے
کسی کو خون رلایا کسی کو قتل کیا ۔ ہیں جتنے ڈھنگ نرالے ہیں سب محبت کے

نمبر ٢٦٨ — اسی کے ہو رہے ہے یہ لطف جو پیش آیا ۔ جناب نطق تو ہیں آدمی محبت کے — ١٠

حسرت اب وعدۂ باطل میں رہی جاتی ہے ۔ آرزو دل کی مرے دل میں رہی جاتی ہے
سینے تک زانو نہ آیا ترا مرتے دم بھی ۔ آرزو یہ دل بسمل میں رہی جاتی ہے
ہائے کس طرح کٹے گا سفر ملک عدم ۔ طاقت اف پہلی ہی منزل میں رہی جاتی ہے
تار زنجیر کے سب ٹوٹے لیے حلقۂ زلف ۔ یہ کڑی ایک سلاسل میں رہی جاتی ہے
لاکھ دھلوانے سے بھی دھبہ نہ لہو کا چھوٹا ۔ سرخی یہ دامن قاتل میں رہی جاتی ہے
کھینچئے آپ تو ہیں تیر نظر سینے سے ۔ نوک مژگاں تو مگر دل میں رہی جاتی ہے
مرتے دم بھی نہ نقاب اسنے اٹھائی رخ سے ۔ حسرت دید مرے دل میں رہی جاتی ہے
کھینچئے کھینچئے کر جائے نہ یہ کام تمام ۔ نگہ ناز مرے دل میں رہی جاتی ہے
ہم تو آئے تھے یہاں اور لگا کر امید ۔ کیا کریں یہ تری محفل میں رہی جاتی ہے

نمبر ٢٦٩ — نطق اتنا بھی نہ اس شوخ نے پوچھا مجھسے ۔ کونسی بات ہے جو دلمیں رہی جاتی ہے — ١١

گور عاشق پر وہ آہستہ قدم دھرتے چلے
چال سے اپنی وہ اک محشر بپا کرتے چلے

ناز سے اٹھلا کے جس دم وہ قدم دھرتے چلے
ہر قدم پر انکے عاشق سیکڑوں مرتے چلے

صرف ماتم در اشک آنکھوں سے وہ کرتے چلے
مرنے پر بھی بار احسان سے سر دھرتے چلے

صبر کیا آتا دل بیتاب کو انکے بغیر
جاتے جاتے غم کی اک سل سینے پر دھرتے چلے

صاف بس کہدو یہی ملنا نہیں منظور ہے
غیر کی الفت کا کیوں الزام تم دھرتے چلے

سرد مہری سے تری اے سیمتن گلگوں قبا
سرد آہیں عاشق ناکام سب بھرتے چلے

ایک لحظہ کو تو آئے لیکے دل چلتے ہوئے
ہاے کیسا ظلم مجھپر میری جاں کرتے چلے

جاتے جاتے بھی مجھے قاتل نے اک چرکا دیا
چلتے چلتے بھی وہ مجھپر اک ستم کرتے چلے

دین سے کیا کام دنیا سے تعلق انکو کیا
مرتے دم بھی آپ کا عشاق دم بھرتے چلے

سیر کو بازار میں نکلے اگر وہ ایک دن
خنجر ابرو سے بسمل خلق کو کرتے چلے

وقت آخر بھی نہ بھولے نطقیؔ تجھ کو اے پری
جب چلے دنیا سے وہ تیرا ہی دم بھرتے چلے

نمبر ۲۷ — ۱۴

یہ جوانی اور جوبن ایک دو دن اور ہے
لطف گل اور سیر گلشن ایک دو دن اور ہے

ڈھل گیا جوبن تو ہو جاؤ گے حسن بے نمک
جادو چشمان میں یہ فن ایک دو دن اور ہے

بلبلو فصل خزاں وہ آرہی ہے دیکھ لو
شاخ گل پر اب نشیمن ایک دو دن اور ہے

چار دن کی زندگی پر تھا تمہارا اتنا غرور
خانۂ ہستی میں مسکن ایک دو دن اور ہے

عمر بھر روتا ہے کسکو کون غم نپھولوں کا کیا
بلبلوں کا شور و شیون ایک دو دن اور ہے

پھر گدا کے ہاتھ میں ہونگے سر مغرور دہر
انکی شوخی شفق میں ایک دو دن اور ہے

چار دن کی چاندنی ہے یہ جوانی کی بہار
جلوۂ وادی ایمن ایک دو دن اور ہے

خود ملے گا میری الفت کا اثر ہونے تو دو
مجھ سے اس گلرو سے ان بن ایک دو دن اور ہے

خود حیا آجائیگی ہو جائینگے وہ جب جواں
بیشتر ہے لڑکپن ایک دو دن اور ہے

چار دن میں نیست ہو جائیگا میرا خود عدو
یہ جفا و جور دشمن ایک دو دن اور ہے

ہاں ستا لے ناتوانوں کو مگر یہ یاد رکھ
قوت بازو تہمتن ایک دو دن اور ہے

بھونتا دانوں کو ہے کل تو فنا ہو جائیگا
گرم بازاری گلخن ایک دو دن اور ہے

پھر خدا دیگا پلٹ سے زمانہ ایکدن
اجتماع فوج و پلٹن ایک دو دن اور ہے

نمبر ۲۷۱

آنکی رحمت پر نظر رکھ اے دل غمگین نطق
تجھسے انکی ٹیڑھی چتون ایک دو دن اور ہے

۴۰

نطق پر آج جفا اک نئی کی جاتی ہے
حشر کے دن کی زباں وصل کی دیجاتی ہے

کیا کہوں آپ میں مجھسے کہی جاتی ہے
جو نہاں سینے میں اک بات رہی جاتی ہے

گو لی ہتا کر کی اغیار سے لی جاتی ہے
سینے پر نطق کے کیا مونگ دلی جاتی ہے

اسکی صورت ہے کہ آنکھوں میں کھپی جاتی ہے
کسکی تصویر ہے کہ دل میں کھنچی جاتی ہے

آہ دن رات مرے دل کے جلانے کیلئے
خاطر غیر مرے سامنے کی جاتی ہے

ہائے کیا روگ ہوا بیٹھے بٹھائے ہمکو
خشکی لب نہ ان آنکھوں کی نمی جاتی ہے

وہ کھنچے مجھسے تو رہتے ہی تھے آفت یہ ہی
ان کی تصویر بھی اب مجھسے کھچی جاتی ہے

ہمسے بیمار کو تو ترک محبت کو نہ کہہ
یہ دوا تلخ تو ہمسے نہیں پی جاتی ہے

جمع کرنے کا زر و مال کے ناحق ہے خیال
دولت عمر ہی جب روز گھٹی جاتی ہے

توڑا ایسا ہے نظر کا کہ الٰہی توبہ
سینے سے دل میں یہ برچھی کی انی جاتی ہے

گوشت پوست اپنا بھی دیتے ہیں جو بیٹی کو سخی
مرنے پر بھی نہ کریم النفسی جاتی ہے

ایسے روٹھے ہیں منائے بھی نہیں منتے وہ
دیکھنا یہ ہے کہ کب یہ خفگی جاتی ہے

جان کیا خاک کسی حور پر آ جائیگی
یہ تو اب جسم کے اندر رہی گھلی جاتی ہے

مانئے آپ نے ایفا نہ کیا یہ وعدہ
گو یہ ممکن نہیں اک بات کہی جاتی ہے

آئیے آپ نے سن لیجئے للہ ذرا
مجھکو کچھ کہنا ہے اک بات رہی جاتی ہے

آج کیوں دل کا یہ نقشہ ہے خدایا میرے — ہے طبیعت کہ کسی سمت کھنچی جاتی ہے
بے سبب رہتا ہے یہ درپئے آزار مدام — میرے دشمن کی نہ یہ تیغ کنی جاتی ہے
گوہر اشک سے بھر دیتے ہیں دامن کو سخی — مرنے پر بھی نہ کریم النفسی جاتی ہے
نطق بھی جان کسی جو ہر اب دیتے ہیں — سچ ہو یا جھوٹ ہو یہ بات سنی جاتی ہے

نمبر ۲۷۲	کھنچ جاتی ہے بعد اسی کی طرف خاک مری ہائے مرکر بھی نہ حب الوطنی جاتی ہے	۱۰

درد کی اپنے دوا اب یا خدا کیا کیجئے — کچھ نہیں سنتا مری وہ مہ لقا کیا کیجئے
سوزش قلب و جگر کی اب دوا کیا کیجئے — بن گئی جب نارسا آہ رسا کیا کیجئے
اسکی خوشنودی کے خاطر جان تک دیتے ہیں ہم — وہ اسپر بھی نہ راضی تو بھلا کیا کیجئے
جان دیگر اسکو جب پانا ہے قسمت میں لکھا — لیکے پھر اپنے خفت آپ بقا کیا کیجئے
میں یہ سمجھا تھا ملیگا قبر میں کچھ دل کو چین — ہوگیا جب آج ہی محشر بپا کیا کیجئے
ہونے والی بات تھی آخر وہ ہو کر رہ گئی — اب شکایت کیجئے کیا اب گلا کیا کیجئے
نوحہ و زاری سے زر سے جینا مل سکتا نہیں — اس سے ملنے کی تمنا پھر بھلا کیا کیجئے
جھیل ہی لینا ہے شان مردی مردانہ وار — سر پر آجائے اگر کوئی بلا کیا کیجئے
اب مریض درد و غم مہمان کوئی دم کا ہے — اب دعا کیا کیجئے اور اب دوا کیا کیجئے

نمبر ۲۷۳	کار عقبیٰ فکر دنیا الفت سیمیں تناں چند روزہ زندگی میں تلق کیا کیا کیجئے	۱۲

ادھر آئی ادھر آئی یہاں کوندی وہاں ٹھہری — نگاہ ناز اس سفاک کی برق طپاں ٹھہری
ذرا تیغ نظر کو دیکھ اے ظالم کہاں ٹھہری — کھنچی تھم کر چلی جاکر جگر میں ناگہاں ٹھہری
نہیں کاٹے سے کٹتی کروٹیں لیتا ہوں بیتابی ہم — درازی میں شب ہجراں بھی گیسوئے بتاں ٹھہری
جو اک تیغ نظر او رچار جانب وار کرتی ہے — ادھر آئی ادھر آئی یہاں ٹھہری وہاں ٹھہری

کبھی سینے کو برمایا کبھی دل میں اتر آئی
تری تیغ نگہ نے خون کر ڈالا جہاں ٹھہری

یہ وہ تیغ دو دم ہے روک اسکا ہو نہیں سکتا
کلیجہ چیر کر دل میں نگاہ جانستاں ٹھہری

بناتے ہیں سب اپنے دہر میں قصر فلک فرسا
دو روزہ زندگی جیسے کہ عمر جاوداں ٹھہری

ہزاروں ہو گئے بسمل تو پیوند زمیں لاکھوں
فرشتہ موت کا اسکی ادائے جانستاں ٹھہری

گلوری مجھ کو ظالم نے عدو کے ہاتھ بھیجی
عنایت اس ستمگر کی جفائے آسماں ٹھہری

ثبوت زندگانی موت سے ملتا ہے عالم کو
صدائے کوس رحلت ہی دلیل کارواں ٹھہری

نکلکر جسم خاکی سے کبھی کی جا چکی ہوتی
مگر قالب میں اک امید پر ہے میری جاں ٹھہری

کریں اظہار انکے سامنے کیا درد فرقت کا
غلط جب عشق و الفت کی سراسر داستاں ٹھہری

۱۰	یہ سمجھا تھا کہ میں ہی نطق ہوں مداح خسرو کا مگر دیکھا تو اک خلقت کی خلقت مدح خواں ٹھہری	نمبر ۲۴

اب مریض غم کی حالت ہے بتر کیا کیجیے
کیا علاج اب کیجیے اب کیا مداوا کیجیے

فکر عقبےٰ کیجیے یا فکر دنیا کیجیے
چار دن کی زندگی میں ہائے کیا کیا کیجیے

دشمن جاں یار قسمت بد فلک نامہرباں
کس کا دکھڑا روئیے کس کس کا شکوا کیجیے

ہے حسینوں میں کوئی سفاک کوئی بیوفا
اس دل شوریدہ کا پھر کس سے سودا کیجیے

جاں کھو سکتے نہیں نقصاں اٹھا سکتے نہیں
جنس آزادی کی کس منہ سے تمنا کیجیے

اب کسی کے آستانے پر پٹکیے جاکے سر
اس دل سودا زدہ کا یہ مداوا کیجیے

بھول کر شکوہ جفائے یار کا لب تک آئے
بخت بد جو کچھ دکھائے اسکو دیکھا کیجیے

باغ میں رکھا ہوا کیا ہے وہاں جاتے ہیں کیا
سیر گلزار دل اہل تمنا کیجیے

ہو گیا بیگانہ جب اپنا دل سودا زدہ
اعتبار اب آپ ہی کہیے کہ کس کا کیجیے

۱۳	ترک خودداری کا ہے الزام ناحق نطق پر دل ہی قابو میں نہ ہو اپنے تو پھر کیا کیجیے	نمبر ۲۵

کیجئے زلفوں میں شانہ کیجئے / عہد شکنی کا بہانہ کیجئے
ہاں یقینی مجرم الفت ہوں میں / تیر مژگاں کا نشانہ کیجئے
دیدو مجھ کو بوسۂ خال و ذقن / ذبح کیوں بے آب و دانہ کیجئے
دل میں آتا ہے کہ لیکر خط شوق / آج قاصد کو روانہ کیجئے
غیر کے ہمراہ آئے ہیں تو اب / سوچ میں ہیں کیا بہانہ کیجئے
الفت گیسو کا مجرم ہوں ضرور / مجھ کو وقف تازیانہ کیجئے
زال دنیا ہاتھ آئے گی کبھی / خود کو ہمرنگ زمانہ کیجئے
اک یہی سودا ہے اکدن اپنا سر / وقف سنگ آستانہ کیجئے
ہے بھری محفل میں انکو فکر یہ / کس کو ابرو کا نشانہ کیجئے
چاہتے ہیں جو عروج اپنا تو پھر / جو کہ کرتا ہے زمانہ کیجئے
ہے مقدم پیٹ بھرنے کا خیال / پہلے فکر آب و دانہ کیجئے
ہے غزل کی داد اگر لینا حضور / طرز اپنا عاشقانہ کیجئے

نطق پر جور و ستم کے واسطے
سوچ ہے کیا کیا بہانہ کیجئے

نمبر ۲۷۶

یہ جانتے ہیں کہ لیکے دل تم نہ ایک دن بھی وفا کروگے / وفا کے بدلے ہمیشہ مجھ پر جفا کروگے جفا کروگے
ازل سے معشوق جتنے گذرے جفا ہی پیشہ رہا ہے سب کا / وفائیں کب ہیں کسی حسیں نے جو تم کسی سے وفا کروگے
ابھی تو لینا ہے دل کسی کا اسی لئے سب لگاوٹیں ہیں / جو دل کو لیلوگے بندہ پرور قسم خدا کی دغا کروگے
کیا ہے سو بار تمنے وعدہ مگر نہ ایفا ہوا کبھی وہ / بری جو قسمت ہی ہوگئی تو سچ ہے تم اسکو کیا کروگے
یقین اسکا ہے دل لیا کروگے کچھ پاس بھی نہ اسکا / جو اپنے ذمے بھی ہم اٹھائیں تو چٹکیاں تم لیا کروگے
جوانی آئیگی جوش پر جب کہاں کا پردہ حجاب کیسا / تو ہم بھی دیکھینگے بندہ پرور کہ ہم سے کبتک حیا کروگے
نہیں ہے موقوف کچھ تمہیں پر اٹھاتے ہیں سب جفائے دلبر / سہینگے جور و ستم آخر تو نطق بتلاؤ کیا کروگے

نمبر ۲۷۷

بے بصیرت جانیں کیا حسن بتاں کیا چیز ہے
کیا حسینوں کو خبر سوز نہاں کیا چیز ہے

لیلیا دل مسکرا کر اسنے وہ باتیں جو کیں
کیا کہوں انسان میں حسن بیاں کیا چیز ہے

مسکرا کر پھیلینا منھ کسی سفاک کا
کیا بتاؤں یہ ادائے جانستاں کیا چیز ہے

کر دیا بیگانہ اپنوں سے کیسے عشق نے
ہائے کیا کہئے کہ عشق گلرخاں کیا چیز ہے

مرنے پر بھی اس سے چھٹکارا کبھی ممکن نہیں
ہائے کیا کہئے کہ عشق گلرخاں کیا چیز ہے

غیرت خورشید انور ہے رخ زیبا ترا
تیرے آگے حور جنت سیر جہاں کیا چیز ہے

نمبر ۲۷۸	کیا مزہ الفت میں ہے کیا پوچھتے ہو نطق سے کیا کہوں تم سے کہ یہ اے مہرباں کیا چیز ہے	۶

کسی گلرو کے حسن جاوداں پر جان جاتی ہے
کسی کی ہر ادائے جانستاں پر جان جاتی ہے

جوانی آئی کیا مرنے کی گھڑیاں آ گئیں میری
خدا جانے کہ کیوں حسن بتاں پر جان جاتی ہے

گل رخسار کا میں آپکے ہوں عاشق و شیدا
ہوں بلبل اسکا میں اس گلستاں پر جان جاتی ہے

تم اپنی نیچی نظروں سے دلوں کو چھین لیتے ہو
تمہاری اس ادائے جاں ستاں پر جان جاتی ہے

نہ جانا اے دل مشتاق ہرگز کوئے جاناں میں
ہزاروں جاں نثاروں کی وہاں پر جان جاتی ہے

نمبر ۲۷۹	مزا کرتے ہیں ہم اے نطق سو سو بار دن بھر میں کسی کی ہر ادائے جانستاں پر جان جاتی ہے	۹

لاکھ آفت اسمیں ہے عشق بتاں کیا کھیل ہے
نطق کیا سمجھے تھے تم دل کا لگانا کھیل ہے

جان لینا عاشقوں کی کہدیں کیسا کھیل ہے
یہ تمہارا ہی کرشمہ ہے تمہارا کھیل ہے

کھیلتی ہے وہ نگاہ شوخ دل ہی کا شکار
آہوے رم خوردہ کا دیکھو تو کیسا کھیل ہے

دل پہ عاشق چوٹ کھا کر مر رہے ہیں خوش ہیں وہ
جان جاتی ہے کسی کی اور انکا کھیل ہے

کیا غنیمت واقعی پیر مغاں کی بزم ہے
راجہ اندر کا اکھاڑا ہے پری کا کھیل ہے

جو مزا عشق و محبت میں ہے ولسے پوچھئے
جان کے پڑتے ہیں لالے لیکن اچھا کھیل ہے

جان لیوا ہر ادا قاتل ہر اک انداز ہے
خلق کو بسمل بنانا انکا ادنے کھیل ہے
مسی ملنا شانہ کرنا سرمہ دینا آنکھ میں
عاشقوں کی جاں لینے کو یہ سارا کھیل ہے

نمبر ۲۸۰	چشم باطن سے جو دیکھا ناطق میں نے غور سے زندگانی خواب ہے سارا زمانہ کھیل ہے	۱۳

آ گئی ہے قالب میں آخر جان جانے کیلئے
کیوں نہیں سینہ سپر ہوں تیر کھانے کیلئے

تذکرہ دشمن کا کیا کم تھا جلانے کیلئے
ہو گئے تیار اُسکے گھر جانے کیلئے

مہندی ملئے دست و پا میں مانگ میں سیندور ہے
کچھ بہانہ ہے ضروری خوں بہانے کیلئے

عاشقوں کی جان لینے کو ہوئے ہو خلق تم
اور ہم پیدا ہوئے ہیں ظلم اُٹھانے کیلئے

آپ گویا ورنہ ہو تو امتحاں لے لیجئے
شوق سے آمادہ ہیں ہم تیغ کھانے کیلئے

ہیں ستم ایجاد دیکھو چال کیا چلتے ہیں وہ
ذکر دشمن کرتے ہیں میرے جلانے کیلئے

اُف رے عیاری تری اللہ رے تیرا فریب
لڑ رہا ہے غیر سے میرے دکھانے کیلئے

غیر نے بھیجا ہے تحفہ کہہ رہے ہیں مجھسے وہ
یہ نئی ترکیب ہے میرے جلانے کیلئے

سُرمے سے تیر قضا کرتے ہیں زہر آلود وہ
ہے مقرر آج میری جان جانے کیلئے

کاجل آنکھوں میں گلوری منہ میں مسی دانت میں
سارے یہ سامان ہیں دل کے لبھانے کیلئے

ان حسینوں کی تو فطرت میں ہے طرز دلبری
کیا کوئی اُستاد ہے انکو سکھانے کیلئے

مر چکے فرہاد و شیریں جل بسے لیلےٰ و قیس
داستانیں رہ گئیں سننے سنانے کیلئے

نمبر ۲۸۱	آپ کی تیغ تغافل سے جو مر جائیگا ناطق دیکھئے گا یہ سبق ہوگا زمانے کیلئے	۱۲

حُسن والے جانتے بھی ہیں وفا کیا چیز ہے
بے مروت کو ان تئے شرم و حیا کیا چیز ہے

جو نہ عاشق ہو وہ کیا جانے محبت کا مزہ
لذت ایذا ہے کیا لطف جفا کیا چیز ہے

مفلسی میں بھی غنی رکھتا ہے دل کو ہر طرح
پوچھئے قانع سے یہ شکر خدا کیا چیز ہے

راہ میں تیری مٹے کوئی تو یہ مرنا نہیں
زندۂ جاوید کے حق میں فنا کیا چیز ہے

چھین لیتی ہے دلوں کو ہائے کس انداز سے
کیا کہے کوئی حسینوں کی ادا کیا چیز ہے

سلطنت دنیائے دوں کی اسکے آگے ہیچ ہے
عاشقوں سے پوچھئے صبر و رضا کیا چیز ہے

کاکل مشکیں کی بو وہ ہے کہ مردے جی اٹھیں
نافۂ آہوئے چیں مشک خطا کیا چیز ہے

قدسیاں لیتے ہیں ہاتھوں ہاتھ تا دامان عرش
رنج و غم میں عاجزوں کی بھی دعا کیا چیز ہے

جسنے دیکھا ہو گیا اُسکا غلام زر خرید
اُس پری کا حُسن بھی صلِ علیٰ کیا چیز ہے

آدمی تو کیا خدا کو بھی خوشامد ہے پسند
کچھ نہ پوچھو مہرباں مدح و ثنا کیا چیز ہے

قلب میں تیرے کے بھی دکھلاتی ہے اپنا اثر
رہگرائے عشق کی آہ رسا کیا چیز ہے

نمبر ۲۸۲

وجد میں آجاتے ہیں جو اُسکی سنتے ہیں غزل
نطق کی بھی شعر گوئی مرحبا کیا چیز ہے

۱۰

کچھ اور بجز جور و جفا کر نہیں سکتے
کرنا بھی وہ چاہیں تو وفا کر نہیں سکتے

مر سکتے نہیں جان فدا کر نہیں سکتے
عشاق ترے واسطے کیا کر نہیں سکتے

ہم اور کریں شکوۂ محبوب تعجب
بھولے سے بھی ہم اُنکا گلا کر نہیں سکتے

یہ پاس تمھارا تھا رقیبوں سے نہ بولے
کچھ کہہ نہیں سکتے تھے کہ کیا کر نہیں سکتے

الفت ہو ہماری ہی سہی تمکو بھی کسیکی
ہم اُسکے سوا اور دعا کر نہیں سکتے

کیوں کر نہ اُمنگیں ہوں بھری دل میں جواں ہیں
اب ہر کس و ناکس سے حیا کر نہیں سکتے

آیا جو کہیں ذکر قیامت تو وہ بولے
کیا چال سے ہم حشر بپا کر نہیں سکتے

وعدہ کے جو ایفا کا کیا ذکر کسی نے
شرما کے یہ بولے کہ وفا کر نہیں سکتے

کچھ عرض جو کی میں نے تو خاموش ہوئے کیوں
کہہ دیجئے کر سکتے ہیں یا کر نہیں سکتے

نمبر ۲۸۳

اس بت کو بھلا نطق پڑھاتے کلمہ ہم
ہم مس کو کسی طرح طلا کر نہیں سکتے

۱۶

مذکور نطق اے بت شیریں زباں رہے
کچھ انجمن میں عشق کی بھی داستاں رہے

سو بار ڈھونڈھ آیا تمھیں جا کے قصر میں
شب کو کہاں گئے تھے مری جاں کہاں رہے

وعدہ کیا ہے آپنے ایفا ضرور ہے
اسکا خیال دیکھئے سلے مہرباں رہے

مایوسیوں کی فوج ہے دلمیں بھری ہوئی
حسرت کہاں رہے مرا ارماں کہاں رہے

کی جنس مستعار پر اک دن نہ التفات
دنیا میں چار روز جو ہم میہماں رہے

پہونچیگا اوج بام پر اُڑکر یہ مرغ جاں
ایواں میں آپ کی نہ کوئی زدباں رہے

جھگڑا یہ ختم کرتے ہیں آہ رسا سے آج
یا ہم زمین پر رہیں یا آسماں رہے

اے ساکنان عرش نہ ہو سدّ باب تم
سینے سے آہ نکلی تو پھر اب کہاں رہے

دل میرا لیکے اب جو مجھے پھیرتے ہیں آپ
گھر سے نکل کے کہئے تو اب یہ کہاں رہے

ہو جو مرنے والوں کو روتی ہے خلق کیوں
ہے فرق کیا یہاں رہے چاہے وہاں رہے

پردہ میں وہ نہ آئے نظر اور بات ہے
یہ کیا عیاں ہو اور نظر سے نہاں رہے

ظاہر نہ ہونے پائے کبھی راز عاشقی
جبتک ہے جان تن میں یہ دل میں نہاں رہے

سوز دروں چھپائے سے کیا خاک چھپ سکے
آخر بھڑک اُٹھا یہ کہاں تک نہاں رہے

یا رب بے نیاز یہ تجھ سے ہے التجا
آزاد تا ابد مرا ہندوستاں رہے

آزاد زیست کے متمنی ہیں اہل ہند
منظور یہ نہیں کہ کوئی حکمراں رہے

ہے یہ دعا جہاں میں ترا نام رات دن
جبتک زباں میں نطق رہے تن میں جاں رہے

تلخ کاموں سے تمھیں شیریں زبانی چاہیئے
عاشقوں پر مہرباں کچھ مہربانی چاہیئے

اس دل بیتاب کو یہ کہکے بہلاتے ہیں ہم
ٹل رہیں گے اک نہ اک دن زندگانی چاہیئے

جلوہ دکھلانا نہیں منظور اک حیلہ ہے یہ
اے پری زیبا ہے تجھکو لن ترانی چاہیئے

چاہیئے مجھکو بھی میں ہو جاؤں اے خانہ بدوش
جب تمھیں اے بندہ پرور لامکانی چاہیئے

ہوں نہ پہلو میں اگر وہ لطف پھر جینے کا کیا
موت بہتر ہے نہ ایسی زندگانی چاہیئے

کون پہچانیگا مجھ کو آپ کا کشتہ ہوں میں
کاٹ دیتا ہوں زباں اسکو بھی لیجا تا سر بر
حسن معنی خال کا دشوار ہے سمجھیگا کون
حرص پیری میں نہ کرنا چاہیئے انسان کو
تا بجوانی کی امنگوں سے نہ عصمت لٹ سکے

کچھ تو اے غارت گر ایماں نشانی چاہیئے
میرے دل کا حال کچھ میری زبانی چاہیئے
اسکے حل کو اے پری کچھ نکتہ دانی چاہیئے
زن پرستی کے لئے جوش جوانی چاہیئے
شرم خوش رویوں کو مہر پاسبانی چاہیئے

نمبر ۲۸۵	شعر کہنے سے غرض مجھ کو نہیں کچھ نطق ور کچھ نہ کچھ تو اس پری کی مدح خوانی چاہیئے	۶

دے اک جام گلگوں کہ آئی ہے ہولی
عبیر اور ابرک بدن پر چھڑک کر
بسنتی ہے پوشاک غارتگروں کی
عبیر ابرووں پہ گلال عارضوں پر
ہو تعریف کیا آپ کی اے نگیسر

حسینوں نے گھر گھر مچائی ہے ہولی
مچائی ہے ہولی رچائی ہے ہولی
قیامت غضب رنگ لائی ہے ہولی
حسینوں نے کیسی رچائی ہے ہولی
نہیں مثل جسکا وہ گائی ہے ہولی

نمبر ۲۸۶	سنا ہے کہ اے نطق تم نے بھی شاید کسی گل کے شامل منائی ہے ہولی	۹

آتش الفت تری چھپ کے بھی سینے میں ہے
تا کہ زیب گوش ہو کر بوسۂ رخسار لے
سوز غم سے کیوں جلا کرتا ہے ہر شب چرخ پر
آپ ہی پر کچھ شقاوت کا نہیں ہے خاتمہ
صدمہ سہتا ہے جگر چھیدنے کا کیوں باعث ہے کیا
ست ہو جاتا ہے یہ آواز نے پر کس قدر
آپ کی آواز سننے اور چہرہ دیکھئے

نار فرقت کی دہک اخگر کے بھی سینے میں ہے
آرزو اس بات کی گوہر کے بھی سینے میں ہے
عشق اس چہرہ کا کیا اختر کے بھی سینے میں ہے
کچھ نہ کچھ تو آپ کے خنجر کے بھی سینے میں ہے
آگ سی کسکے عشق کی گوہر کے بھی سینے میں ہے
کچھ محبت کا فرو اثر در کے بھی سینے میں ہے
حسرت اسکی ہالے کو ور کے بھی سینے میں ہے

قبر میں بھی میں پھنکا جاتا ہوں اسکی لہک سے | آتش الفت بتوں کی مر کے بھی سینے میں ہے

نمبر ۲۸۷

ناز جتنا کیجئے اے نطق وہ سب ہے بجا
کچھ محبت آپکی دلبر کے بھی سینے میں ہے

۱۰

نطق ہے یہ اور بسمل کون ہے | کچھ بتا ہے اسکا قاتل کون ہے
میں نے مانا تمنے جان اسکی نہ لی | پھر بتاؤ تو کہ قاتل کون ہے
بدگمانی یہ کہ اُس کو دیکھکر | سائے سے کہتا ہوں شامل کون ہے
آپ نے مارا نہیں تیر نظر | دیکھئے تو مڑکے گھایل کون ہے
اور ہی کچھ ہے فقیروں کا سوال | مال و زر کا تمسے سائل کون ہے
غیر کی اور مری باتیں جانچئے | کون حق ہے اور باطل کون ہے
گل ہوں بلبل ہوں ہیں سب عاشق ترے | ہو نہ شیدا تیرا وہ دل کون ہے
کہتے ہیں زندانی چاہ ذقن | یہ نہیں تو چاہ بابل کون ہے
سب ہے کوئی تو قبر کی منزل ہی وہ | عشق کے دریا کا ساحل کون ہے

نمبر ۲۸۸

دل بتوں کا دیکھکر کہتے ہیں نطق
دل اگر یہ ہے تو پھر سل کون ہے

۱۲

واقف ہی نہیں اس سے وہ ترک وفا کیا ہے | ہے نام حیا کس کا انداز و ادا کیا ہے
کہتے ہیں کسے الفت کیا چیز محبت ہے | ہے حسن و صباحت کیا انداز و ادا کیا ہے
دیدار کی اس بت کے مجھکو یہ تمنا ہے | جو نک اُٹھتا ہوں مرقد میں حشر بپا کیا ہے
اقرار ہے مجرم ہوں ہیں دل کے لگانے کا | تعذیر ہے کیا اسکی تجویز سزا کیا ہے
ہو حسن ترقی پر جلادی کا شہرہ ہو | جز اسکے کسی بیکس عاشق کی دعا کیا ہے
دیدار کے شربت سے ممکن ہے شفا پانا | بیمار محبت کی غذا اسکے دوا کیا ہے
مجھ خاک نشیں پر تو کیوں خاک اُڑاتی ہے | اُٹھکھیلیاں مجھسے یہ اے باد صبا کیا ہے

پہونچی نہ کبھی اُس تک لائی نہ کبھی اُسکو — الفت کی کشش کیسی اور آہ رسا کیا ہے
بے یار کے دونوں ہی لاحاصل ولاطائل — تلخیٔ فنا کیسی اور لطف بقا کیا ہے
بجلی کہ چھلاوا ہے یا حور پری کوئی — آیا نہ سمجھ میں یہ وہ ماہ لقا کیا ہے
الزام کسی کو میں دینے لگا کیوں ناحق — شکوہ ہے مقدر کا صاحب کا گلہ کیا ہے

نمبر ٢٨٩	کیوں نطق ہو تم غمگیں چپ رہنے کا باعث کیا بولو کبھی تو کچھ منہ سے آخر کہو ہوا کیا ہے	١٠

بانیٔ صد ادا غنیمت ہے — وہ مرا مہ لقا غنیمت ہے
لاکھ بے رحم ہو وہ مہ پارہ — پھر بھی وہ بیوفا غنیمت ہے
آ گئے وقت واپسیں آخر — یہ بھی اے مہ لقا غنیمت ہے
کوئے دلبر میں جا کے بیٹھ رہی — تو بھی پیک صبا غنیمت ہے
گلرخوں میں پتا نہیں اس کا — تم میں اتنی حیا غنیمت ہے
دام میں پھانستی ہے لوگوں کو — تیری زلف دوتا غنیمت ہے
اک نظر میں ہلاک کرتی ہے — نگہ فتنہ زا غنیمت ہے
چھیڑ آتی ہے نیند میں اُنکو — میری آہ رسا غنیمت ہے
حسن کی کچھ زکوۃ دے ڈالو — سائلوں کی دعا غنیمت ہے

نمبر ٢٩٠	نطق کیا خوب آپ کہتے ہیں آپکا دم بھی کیا غنیمت ہے	١٤

کیا دل کو بھی بہلاؤں ہے سخت پریشانی — اندوہ و مصیبت نے بخشی ہے وہ حیرانی
نیرنگیٔ الفت بھی کیا عجب ہے دنیا میں — فرہاد کا سر پھوٹا یوسف ہوے زندانی
اے عشق حکومت ہے تیری ہی جہاں دیکھو — ہے آگ جہنم کی تیری شرر افشانی
[illegible] سلطنت دنیا کو [illegible] دل میں — اچھی ہے کہیں اس سے اس در کی دربانی

غمخواری یہ کرتے ہیں یا زہر پلاتے ہیں — اپنوں کی نصیحت سے ہے خون جگر پانی
جنت کو بھی دیکھ آیا کی قاف کی سیر میں بھی — ان دونوں جہانوں میں تیرا نہ ملا ثانی
تو کون ہے اور کیا ہے کیا شکل و شباہت ہے — ادراک حقیقت میں عاجز ہے ہمہ دانی
کیا پایۂ اعلےٰ کی تعریف کرے کوئی — ہے فخر حسینان جب اُس بت کی مگس رانی
کچھ بھید نہیں کھلتا کیا دیکھ لیا ان نے — لب بند ہے بیخود ہیں جو لوگ ہیں عرفانی
اسرار حقیقت کی تہ کو نہ کوئی پہونچا — کام آتی نہیں اسمیں کچھ عقل کی جولانی
قید لے چہ غبغب اُس حور کا ہو جائے — حسن اسکا کبھی دیکھے جو یوسف کنعانی
دے ٹکڑے کلیجے کے کھانے کیلئے تجھ کو — لے عشق کرے تیری جو کوئی کہ مہمانی
کھٹکا ہے مجھے اسکا طوفان نہ ہو برپا — ہے دیدۂ گریاں سے اس رود کی طغیانی

نمبر ۲۹۱	مرجانے کا بیوی کے وہ غم ہے کہ کیا کہئے ٹکڑے تو مرا دل ہے ہر نطق جگر پانی	۱۲

نہ دین ہی نظر میں نہ دنیا نظر میں ہے — تیرا ہی آجکل رخ زیبا نظر میں ہے
شوخی تری ادا تری انداز گفتگو — کیا کیا بتاؤں تجھ سے کہ کیا کیا نظر میں ہے
کیونکر رہے نظر میں کوئی ما سوا ترے — نور نظر تو ہی ہے تری جا نظر میں ہے
ڈوبا ہوں جب سے کنہ حقیقت کے بحر میں — اک قطرۂ خفیف بھی دریا نظر میں ہے
بیقدر چشم آہو و بادام ہو گئے — جب سے کہ تیری نرگس شہلا نظر میں ہے
دل دادگان کوچۂ عرفاں کے سامنے — تحت الثریٰ سے تا بہ ثریا نظر میں ہے
ہیں آپ ہی چھپے ہوئے میری نگاہ میں — کیا ڈھونڈھتے آپ کوئی پیارا نظر میں ہے
مار سیہ کو دیکھتا ہوں روز خواب میں — جیسے کسی کی زلف چلیپا نظر میں ہے
تیری نظیر ملتی نہیں ہے کہیں مجھے — تحت الثریٰ سے تا بہ ثریا نظر میں ہے
تصویر کس کی کھینچ کے اُتر آئی آنکھ میں — پیکر یہ کس پری کا سراپا نظر میں ہے

پتلی نہیں ہے دیدۂ حق بیں میں نطق کے — سچ تو یہ ہے کسی کا ہیولا نظر میں ہے

نمبر ۲۹۲

اے نطق بند آنکھوں کو رکھتا ہوں رات دن
میں اسلئے کہ جلوۂ کسیکا نظر میں ہے

دیکھ کر جنکو وہ دشمن کے ہاتھوں مٹ گئے — ہم جوانی اور ترے جوبن کے ہاتھوں مٹ گئے
نطق ہم تو اک بت پرفن کے ہاتھوں مٹ گئے — اسکے انداز و ادا جوبن کے ہاتھوں مٹ گئے
ہاے تیری اک ادا نے کر دیا ہمکو خراب — اے ستمگر ہم تری چتون کے ہاتھوں مٹ گئے
ناخرد ناہم سے دل سے جو ہوا تھوڑا ہے وہ — ہم اسی بیٹھنے اور کودن کے ہاتھوں مٹ گئے
قہر ہے نیچی نظر آفت ہے سینے کا ابھار — ہم اسی چتون اسی جوبن کے ہاتھوں مٹ گئے
کاروان دل لٹا صبر و شکیبائی گئی — کیا بتائیں ہمکو کس رہزن کے ہاتھوں مٹ گئے

نمبر ۲۹۳

کر دیا ہمکو جلا کر خاک سوز عشق نے
نطق سچ یہ ہے اسی گلخن کے ہاتھوں مٹ گئے

تیری گلی کی جنکو گدائی نصیب ہے — ایمان کی کہوں گا خدائی نصیب ہے
حاصل ہے وصل انکو جو قسمت کے ہیں دھنی — بد قسمتوں کو تیری جدائی نصیب ہے
پھندے میں زلف کے جو پھنسے جان دیگئے — وہ کون ہیں کہ جنکو رہائی نصیب ہے
لوٹے وہ دن دہاڑے مرے دل کا قافلہ — اسپر کرے وہ مجھسے ڈھٹائی نصیب ہے
اکسیر کو سمجھتے ہیں وہ خاک اور دھول — جنکو کہ خاک پائے حنائی نصیب ہے
فرقت کی رات میں نے گذاری تڑپ تڑپ — آیا نہ وہ نہ موت ہی آئی نصیب ہے

نمبر ۲۹۴

راحت ملے کسی کو مصیبت کسی کو نطق
تقدیر اپنی اپنا یہ بھائی نصیب ہے

بارش باران حسرت دیکھئے — عاشق پر غم کی تربت دیکھئے
ضبط کی جب دلمیں قوت دیکھئے — تب کسی کی شکل و صورت دیکھئے

اس پری رو میں بلا کا حسن ہے — صانع قدرت کی قدرت دیکھئے
جسم بھر میں پڑ رہے ہیں آبلے — یہ تپ فرقت کی شدت دیکھئے
آپ تو مجھ کو نہیں دیتے زباں — دل دیا میری مروت دیکھئے
وہ ہیں مصروف طرب مرتا ہوں میں — دیکھئے ان کی محبت دیکھئے
اسکا حسن اور جلوۂ صبر آزما — ہو اگر چشم بصیرت دیکھئے
جان بھی ایمان بھی دل بھی دیا — میری جاں میری مروت دیکھئے
جان و دل جا ہی چکے اب اور کچھ — کیا دکھاتی ہے محبت دیکھئے
ناز سے جس سے نہ بولیں آپ کچھ — اس ستم دیدہ کی حسرت دیکھئے

۱۰	آتے آتے میرے گھر در سے پھر گئے نطق میری آپ قسمت دیکھئے	نمبر ۲۹۵

ماجرا کیا ہے کوئی کیا جانے — قاصد آیا نہ کیوں خدا جانے
بیٹھے ہیں منتظر جواب کے ہم — آئے گا یا نہیں خدا جانے
کیا گذرتی ہے قلب محزوں پر — اُس ستمگار کی بلا جانے
تیغ ابرو کا جو نہ گھایل ہو — لذت درد کو وہ کیا جانے
ایسے بیمار کا علاج ہو کیا — سم قاتل کو جو دوا جانے
نہ تو آتے نہ بھیجتے ہیں خط — کیا ٹھنی دل میں ہے خدا جانے
اے مسیحا خبر لے جلد آ کر — ورنہ کیا ہوگا کل خدا جانے
آج ہی کی نہیں خبر ہمکو — ہو گا کل کیا اسے خدا جانے
کیا کہوں حال زار میں اپنا — جانوں میں یا اسے خدا جانے

۱۰	حضرت نطق ہیں جو افسردہ وجہ کو اسکی کوئی کیا جانے	نمبر ۲۹۶

جو سسکیاں لے کے رو رہے ہو بتاؤ اے نطق حال کیا ہے
ہے عہد شکنی بتوں کا شیوہ جناب اسکا خیال کیا ہے

محبت ایسی بری بلا ہے کہ مر مٹے ہم تو اس کے ہاتھوں
کسی کی الفت میں یہ نہ سمجھے کہ آخر اسکا مآل کیا ہے

حسین آیا نظر جو کوئی تو کھنچ گیا دل اسی طرف کو
یہ راز کھلتا نہیں کسی پر کہ حسن کیا ہے جمال کیا ہے

ہے بیخودی عشق ہی کی کافی ہے اس میں لذت جہان بھر کی
نہ ہو یہ حاصل جو عاشقوں کو تو ہجر کیا ہے وصال کیا ہے

سوال بر وصل کے یہ بولے نہیں محبت کسی سے تمکو
عجب تماشا ہے دیکھئے تو جواب کیا ہے سوال کیا ہے

کسی کو تاکا تو مار ڈالا جو ہنس کے بولے گرائی بجلی
تمھیں بتاؤ یہ منصفی ہے کہ اس سے بڑھکر کمال کیا ہے

نہ ہاتھ رکھتے ہیں میرے دل پر نہ بات تسکین کی ہیں کرتے
پھر آپ مجھ سے یہ پوچھتے ہیں تمھارے دل میں ملال کیا ہے

مقدر اپنا اگر ہو سیدھا تو ہاتھ باندھے ابھی وہ آئیں
اثر ہماری جو آہ میں ہو نہ آئیں پھر وہ مجال کیا ہے

دلوں کو پہلو سے چھینتا ہے جھلک دکھا کر ذرا سی اپنی
کہوں میں کیا اے پری کہ تیرا یہ حسن کیا ہے جمال کیا ہے

نمبر ۲۹	اسی تمنا میں عمر گذری اسی تمنا میں مر مٹے ہم کبھی نہ بھولے سے بھی یہ پوچھا بتاؤ اے نطق حال کیا ہے	۱۱

کبتک یہ بیوفائی اے بیوفا رہے گی	کبتک یہ ٹیڑھی چتون ٹیڑھی ادا رہیگی

نام خدا جواں ہو یہ دیکھنا ہے ہمکو
کبتک حیا کروگے کبتک حیا رہیگی

مغرور ہو جوانی پر اس قدر نہ ہرگز
کس کی سدا رہی ہے کسکی سدا رہیگی

تیری گلی کا ایجاں ہنگامہ کم نہ ہوگا
تا حشر یہ قیامت یونہی بپا رہیگی

خاک شفا سے بڑھکر ہے خاک پا تمھارا
اس خاک کے برابر اکسیر کیا رہیگی

لاوے شمیم گیسو اس یار باوفا کی
دشمن ہماری کب تک باد صبا رہیگی

قسمت کا ہے یہ لکھا میں خوب جانتا ہوں
انکی ہمیشہ مجھسے ٹیڑھی ادا رہیگی

کب تک کھنچا رہیگا کب تک خفا رہیگا
کب تک خلش یہ مجھسے اے بیوفا رہیگی

جتنے حسین ہیں ظالم پیدا کئے گئے ہیں
تا یوم حشر انکی قائم جفا رہیگی

مرکر بھی نام اسکا زندہ سدا رہیگا
تجھ میں فنا جو ہوگا حاصل بقا رہیگی

اسکے سوا کسی کو تاکونگا میں نہ ہرگز
اے نطق اب طبیعت یوں پارسا رہیگی

نمبر ۲۵۸ — ۱۹

نہ ایذائیں کبھی ایسی اٹھائیں دست دشمن سے
جو تجھ تکلیفیں جھیلیں ہیں کسی کے در کی چلمن سے

وہ گھبراتے ہیں اتنا عاشقوں کے شور و شیون سے
کہ سنکر نالۂ بلبل نکل آئے وہ گلشن سے

جو آئے فاتحہ پڑھنے کھلایا گل یہ قسمت نے
ہوئی گل شمع مرقد بھی کسیکی باد دامن سے

جلا ہو آتش گل سے نہ بلبل کا دل مضطر
مہک کیسی سوندھی سوندھی رہی ہے آج گلشن سے

چلانے کو چلائی تو ادھر تلوار قاتل نے
نزاکت سے ادھر ہاتھ انکے چھوٹی گر پڑی چھن سے

تری تصویر بچپن سے رہی ہیں نظر میرے
میں عاشق ہوں تری شکل و شباہت کا لڑکپن سے

دلوں کے قافلے یہ دن دہاڑے لوٹ لیتے ہیں
خدا محفوظ رکھے لشکر مژگان رہزن سے

کوئی کعبہ میں جا پہونچا کوئی پہونچا کلیسا میں
ہوا یہ تفرقہ پیدا تمھاری ایک چتون سے

کوئی دھنتا ہے سر کوئی پڑا ہے خاک پر بسمل
کیسی مچگئی ہلچل تمھاری ایک چتون سے

تمھاری مہربانی ہی سے ہوسکتا ہے یہ ورنہ
نہیں ممکن رفو چاک جگر ہو نوک سوزن سے

نہ یہ عقدہ کھلا تم سیر کرنے کو جو آ نکلے
اشارہ آنکھ سے کیا کر دیا نرگس نے سوسن سے

کسیکی قبر پر حسرت برستی آپ نے دیکھی
کہ ہو کر آب دیدہ یوں چلے آتے ہیں مدفن سے

تمھاری تیغ کا احسان لیتا کون گردن پر
اسی باعث سے سر دیکر اُتارا بوجھ گردن سے

تماشا رقص بسمل کا اُنھیں ایسا پسند آیا
سرکتے ہی نہیں دم بھر لگے بیٹھے ہیں چلمن سے

جلایا جیتے جی اور خون کی کلی اُگلوائی
کیا وہ دوست بنکر تم نے جو ہونا تھا دشمن سے

کسی پردہ نشیں کا حسن آنکھوں میں سمایا ہے
اسی باعث سے پردہ کر دیا پلکوں کی چلمن سے

حسینوں سے امید فیض رکھنا بے نتیجہ ہے
نہیں ملتا کبھی دانہ مہ اختر کے خرمن سے

کسیکی تیغ ابرو نے کیا وہ کام عالم میں
کہ جو ممکن نہ تھا ہونا کبھی شمشیر آہن سے

نمبر ۴۹۹	جناب نطق سمجھا لینگے کیا اب خاک سمجھینگے محبت اور الفت کے ہیں یہ بندے لڑکپن سے	۱۶

کروگے اسکو کیا خون تمنا ہو ہی جاتا ہے
محبت میں مریجاں اکثر ایسا ہو ہی جاتا ہے

ترے آگے سے جو گذرا وہ شیدا ہو ہی جاتا ہے
خدا کی شان کا محو تماشا ہو ہی جاتا ہے

محبت میں ہمیشہ جا و بیجا ہو ہی جاتا ہے
خرد سے تیرا دیوانہ معرا ہو ہی جاتا ہے

کہے اچھا خدائی جسکو اچھا ہو ہی جاتا ہے
بنا لیں چار رسوا جسکو رسوا ہو ہی جاتا ہے

رہ الفت میں اکثر بدگمانی ہو ہی جاتی ہے
محبت میں مریجان اکثر ایسا ہو ہی جاتا ہے

ہمیں اک ہیں شب غم میں مونس ہے کوئی ورنہ
شریک رنج و غم کوئی کسی کا ہو ہی جاتا ہے

وہ روکیں لاکھ مشتاق اجل کو رک سکتے ہیں
گلی میں اُنکی روز اک حشر برپا ہو ہی جاتا ہے

محبت ان بتوں کی دل میں پیدا ہو ہی جاتی ہے
ہر انسان ان پری رویوں کا بندہ ہو ہی جاتا ہے

مریض درد الفت کو یہ اکثر میں نے دیکھا ہے
جو صورت دیکھلی اچھی تو اچھا ہو ہی جاتا ہے

وہ بھاگے لاکھ اک دنیا کی دنیا گھیر رہتی ہے
ترا دیوانہ عالم میں تماشا ہو ہی جاتا ہے

رقیبوں کی یہ تہمت ضبط کرنیکے نہ قابل تھی
غلط الزام پر انسان کو غصہ ہو ہی جاتا ہے

نہین ہے لائق تیر ملامت تیرا دیوانہ
محبت میں ہمیشہ جا و بیجا ہو ہی جاتا ہے

محبت ان سے کرنا شرط ہی یہ دل میں آ بیٹھے
بتوں کو عاشقوں سے اپنے پردہ ہو ہی جاتا ہے

کسیکی آنکھ میں وہ اور کسیکے دلمیں رہتے ہیں
غرض ہر جا بنے والے سے پردہ ہو ہی جاتا ہے

کریں وہ قول اگر ہمسے قیامت تک نہ پورا ہو
اگر ہو غیر سے وعدہ تو ایفا ہو ہی جاتا ہے

نمبر ٣٠٠	جناب نطق دے آئے ہو دل تم بھی کسی بت کو چھپاؤ لاکھ سینے سے دل پر القا ہو ہی جاتا ہے	١١

چلیں عشاق پر تیر و سناں ایسا بھی ہوتا ہے
کبھی جور و ستم جان جہاں ایسا بھی ہوتا ہے

محبت کرنے والے پر گماں ایسا بھی ہوتا ہے
تمھیں کہدو کہیں اے مہرباں ایسا بھی ہوتا ہے

مرے دلمیں رہو بھی اور دل میں چٹکیاں تم لو
مریجاں سچ یہ کہنا میہماں ایسا بھی ہوتا ہے

کئے جاتے ہو تم جور و ستم میں کچھ نہیں کہتا
کہیں دیکھا ہے کوئی بیزباں ایسا بھی ہوتا ہے

بڑھیں بیتابیاں تو جان کو اپنی گنوا بیٹھے
محبت میں کبھی اے مہرباں ایسا بھی ہوتا ہے

کرم بھی کرتے ہیں ہم اور ستم بھی وہ یہ کہتے ہیں
جہاں ویسا بھی ہوتا ہے وہاں ایسا بھی ہوتا ہے

عنادل چپ ہیں طوطی بند ہے تقریر سے تیری
خدا کی شان ہے حسن بیاں ایسا بھی ہوتا ہے

جدائی کو نہ پوچھو وہ تو آفت کا زمانہ ہے
کبھی ہو وصل میں بیتابیاں ایسا بھی ہوتا ہے

جو دیکھے یوسف کنعاں تمہیں حسرت سے یہ بولے
خدا کی شان ہے خوش رو جواں ایسا بھی ہوتا ہے

نہ پاس آبرو تم کو نہ کچھ حفظ مراتب ہے
کسیکو نطق عشق کار جاں ایسا بھی ہوتا ہے

نمبر ٣٠١	دہن کا وصف کس خوبی سے لکھا نطق تم نے ترے زمانے میں دبیر نکتہ داں ایسا بھی ہوتا ہے	٩

عقدۂ کہنہ ہیں کھولے دل کے
خوب توڑے ہیں پھپھولے دل کے

بھولی صورت ہی نہیں رکھتے وہ
چشم بد دور ہیں بھولے دل کے

ایک بھی ان کو بغل میں نہ ملا
ٹکڑے ٹکڑے تو خوب ٹٹولے دل کے

آپ کو اس کا یقیں آجائے
دیکھئے بھی تو پھپھولے دل کے

ٹوٹ کر یہ نہ کہیں رہ جائیں
نازک ایسے ہیں پھپھولے دل کے

ہاتھ رکھئیے نہ مرے پہلو پر
ٹوٹ جائیں نہ پھپھولے دل کے

گریۂ صبح دمسا سے ڈر ہے
راز سربستہ نہ کھولے دل کے

ایک ماشہ سے بھی کم ہی ٹھہرے
ٹکڑے سب میں نے جو تولے دل کے

نمبر ٣٠٢	نطق کیا خوب سنایا اُن کو کیا ہی ٹوٹے ہیں پھپھولے دلکے	١١

یاد خلش نشتر بیداد رہے گی
سب جور و ستم بھولینگے یہ یاد رہیگی

کبتک یہ طبیعت مری ناشاد رہیگی
کبتک لب فریاد سے فریاد رہیگی

یہ چھیڑ یونہی ای ستم ایجاد رہیگی
عشاق سے تیری گلی آباد رہیگی

اچھا نہیں اتنا بھی گلہ بول تو کبتک
فریاد تری اے لب فریاد رہیگی

دکھلا کے مجھے غیر کو دے پان کا بیڑا
تا حشر ستمگر یہ جفا یاد رہیگی

جبتک ہے تری یاد مری روح رواں کو
ناشاد رہی ہے نہ یہ ناشاد رہیگی

تم قتل کئے جاؤ یہ برباد نہو گی
دنیا جو ہے آباد وہ آباد رہیگی

دیدار کے مشتاق سے اور حشر کا وعدہ
یہ بات تو تا حشر ہمیں یاد رہیگی

تقریر میں بھی آنکھ برابر نہیں کرتا
یہ طرز ادا تیری بہت یاد رہیگی

جیتے جی کبھی نطق نہ کیا وصل نہوگا
کیا عمر دو روزہ یونہی برباد رہیگی

نمبر ٣٠٣	اے نطق تھا کیا قول ازل بھول گئے تم وہ بھول گئی بات تو کیا یاد رہیگی	١٦

اس نے وہ کیا جو نہ کیا تیغ قضا نے
رکھا نہ کہیں کا مجھے اس تیری ادا نے

ڈرتا ہوں ادا تیری نہ کھا جائے مجھے بھی
کتنوں کو لگا چھوڑا ہی ہے اسنے ٹھکانے

دل لے بھی لیا مطلب دل کچھ نہ نکالا
کیا کام کیا ہے تری شوخی و حیا نے

کیونکر یہ کہوں کشتۂ انداز ہوں تیرا
مارا ہے مجھے تیری ہی انداز و ادا نے

کس کس کا میں ماتم کروں کس کس کو میں رؤں
دل چھین لیا شوخی نے جاں تیری ادا نے

مجبور تھا میں کرتا نہ کیوں تم سے محبت
مقسوم میں لکھا تھا ازل میں ہی خدا نے

کہتے ہیں کہ دل تم نے کسی بت کو دیا کیوں
اب روٹھے ہوئے بیٹھے ہیں سب اپنے بیگانے

دل چھین لیا ہے تو جگر چھید دیا ہے
کیا کیا نہ کیا ہے ترے انداز و ادا نے

آئے بھی شب وصل تو چپکے رہے بیٹھے
کیا میرا بنا کام بگاڑا ہے حیا نے

کی ترک محبت تو چھٹا انکی جفا سے
کمبخت مگر دل ہی لگا مجھ کو ستانے

چہرے سے نقاب اس پری پیکر کے الٹ دی
اس وقت بڑا کام کیا باد صبا نے

قانع جو ہوا اسکو ملا گوشۂ آرام
برباد کیا مجھ کو مری حرص و ہوا نے

فرما دو دکھا چھوڑتا اعجاز محبت
مہلت نہ دی کچھ اور اسے پیک قضا نے

منہدی کبھی ملتے ہیں کبھی درد ہے سر میں
آنا نہیں منظور تو کیا کیا ہیں بہانے

چل دور ہو ناصح ترا کہنا نہیں سنتا
گمراہ ہیں خود آئے ہیں یہ راہ بتانے

نمبر ۱۴۳	اے نطق ستمگر وہ کبھی راہ پر آتا کچھ کام کیا ہے تو مری آہ و بکا نے	۱۶

چھپا ہوا ہے یار کے انوار جبیں سے
ہوتا یہ ترشح ہے سبھی ماہ مبیں سے

کرتے ہو بہانے بھی ہو آتے بھی کہیں سے
یہ تھے ارتے ہو مرجان ہمیں سے

انکار سے کیا فائدہ کیا نفع نہیں سے
کہدو نہ یہی ہاں چلے آتے ہو کہیں سے

دنیا سے تعلق نہ سروکار ہے دیں سے
ہے صرف تعلق مجھے اک ماہ جبیں سے

اب جلے ہوئے بیٹھے ہیں دل توڑ کے میرا
کہتے ہیں کہ دل لا دو اب اکا و کہیں سے

دنیا میں کسی سے نہ محبت کرے کوئی
آتی ہے صدا صاف یہ مرقد کی زمیں سے

جاتا ہوں لئے قبر میں بھی تخم محبت
الفت کا شجر نکلیگا مدفن کی زمیں سے

سو حور ہوں قربان وہ صورت ہے تمھاری
رتبے میں فلک بڑھ نہیں سکتا ہے زمیں سے

ہے لطف قیامت ترے عشاق کو حاصل
ہیں بیم و رجا میں تری ہاں اور نہیں سے

رکھتا ہوں تری یاد کو اسواسطے دلمیں
زینت ہے مکانوں کی حقیقت میں مکیں سے

ہٹ جائیگا قسمت کا لکھا اور نہیں تو
پتھر تری چوکھٹ کا میں توڑونگا جبیں سے

اس حور کا در چھوڑ کے ہم جا نہیں سکتے
ہے خلد کو حوروں کو سلام اپنا یہیں سے

بیکار ہے دل ہو نہ محبت اگر اس میں
بے قدر انگوٹھی کی زمانے میں نگیں سے

ہے حور کی خواہش نہ ارم کی ہے تمنا
ہمکو تو فقط کام ہے ای یار تمھیں سے

مٹی میں ملوں خاک کا تودہ بھی بنوں میں
نکلے گی تری یاد نہ اس قلب حزیں سے

نمبر ۲۰۵	بیتاب ہوں بےچین ہوں بے نطق شب و روز دل جبسے لگایا ہے کسی ماہ جبیں سے	۱۱

ابھی آئے ابھی کہتے ہو فوراً گھر کو جانا ہے
تمھیں کہہ دو بھلا یہ بھی کوئی آنے میں آنا ہے

نہیں منظور آنا کنگھی چوٹی کا بہانا ہے
عدیم الفرصتی سے ہم نہ آئے یہ دکھانا ہے

نہیں بوجہ اس کافر کا ہر دم مسکرانا ہے
کسیکی جان لینی ہے کسیکا دل پھنسانا ہے

کسیکی جان لی بسمل کسی دل کو بنا چھوڑا
تری سفاکیوں کا اے بری قاتل زمانا ہے

ہوا تمکو بھی یہ یا ور عدو کی تو یہ فطرت ہے
لگانا ہے بجھانا ہے بجھانا ہے لگانا ہے

غلط تہمت لگانا دیکھئے اچھا نہیں ہوتا
مری جاں ایکدن آخر خدا کو منہ دکھانا ہے

مری حالت جو سنیگا کلیجہ منہ کو آئیگا
یہ ایسے درد کا غم کا مصیبت کا فسانا ہے

فسانہ ہجر کا سنکر لگے اسطرح فرمانے
معاذ اللہ جھوٹی بات کا بھی کچھ ٹھکانا ہے

تعجب تو یہ ہے لَا تَعْوْ فُوْا کا راگ کہتے ہیں
تمھارے عاشقوں میں بھی کسی نے تمکو جانا ہے

اٹھا رکھو نہ کل پر جو ہو کرنا آج ہی کر لو
ذرا یہ بھی تو سوچو زندگی کا کیا ٹھکانا ہے

۱۵	پڑا ہے بسترِ غم پر عجب ہے نطق کی حالت نہ رونا ہے نہ ہنسنا ہے نہ پینا ہے نہ کھانا ہے	نمبر ۳۰۶

کبھی دل میں سمائے اور کبھی آنکھوں میں آ بیٹھے
جہاں اُنکو ملا آرام اُس منزل میں جا بیٹھے

مجھے معلوم ہے کیوں آپ مجھسے منھ پھلا بیٹھے
خدا سمجھیگا اُنسے جوکہ مجھکا کچھ لگا بیٹھے

کبھی دشمن کے پہلو میں کبھی تم دور جا بیٹھے
تمھارے پاس گر کوئی آکے بیٹھے بھی تو کیا بیٹھے

گرائیں بجلیاں ہنس ہنس کے بیتِ قلبِ مضطر پر
ہنسی تفریح میں تم خاک میں مجھکو ملا بیٹھے

مری نظرِ دل سے کچھ بچا بنا کر نامحرم کوئی آیا
یہ کیا ہے بیٹھے بیٹھے آپ اپنا منھ چھپا بیٹھے

حسینوں کو کبھی رہتے نہ دیکھا ایک حالت پر
کبھی آنکھوں میں آ بیٹھے کبھی یہ دل میں جا بیٹھے

وہی بزمِ طرب ہے اور وہی عشرت کے ساماں ہیں
کچھ اس کا غم نہیں کس کس کو مٹی میں ملا بیٹھے

قیامت ہیں ادائیں اور غضب ہیں شوخیاں اُنکی
کبھی پہلو میں آ بیٹھے کبھی وہ دور جا بیٹھے

کرینگے التجائیں اب نہ تجھسے اے بت کافر
ترے مشتاق اب تکیہ خدا ہی پر لگا بیٹھے

تمھاری تاک میں کس کس جگہ تک ہم نہیں پہنچے
کبھی کیں دیر کی سیریں کبھی کعبہ میں جا بیٹھے

بگڑ اُٹھتے ہیں اچھی بات بھی اُنسے جو کی میں نے
رقیبوں نے سنائی کیا نہ کچھ وہ اسکو کھا بیٹھے

تعجب ہی تعجب ہے جو کچھ تدبیر رہنے کی
کہانی کے بہانے دردِ دل اُنکو سنا بیٹھے

رہو مایوس کیوں کوئی ہو اسکے فضل سے ممکن
اجابت کے نشانے پر اگر تیرِ دعا بیٹھے

نہ پوچھو کچھ نہ پوچھو کیا کیا اندھیر ظالم نے
ادھر ہے جاں کنی اور وہ اُدھر شادی رچا بیٹھے

۱۴	جناب نطق میں اب انکساری آگئی اتنی کسی نے گالیاں بھی دیں تو وہ اسکو بھی کھا بیٹھے	نمبر ۳۰۷

جسنے در کی ترے گدائی کی
اسکو دولت ملی خدائی کی

جان جسپر دی سب بے وفائی کی
یہی حالت ہے اب خدائی کی

آ گئے یک بیک وہ میرے گھر
آج قسمت نے تو رسائی کی

جو پھنسا اُنکے دام الفت میں — کون اُمید ہے رہائی کی
ہنسکے کہتا کہ دل نہ دو ہمکو — نئی صورت ہے دلربائی کی
نام سے اسکے کانپ جاتا ہوں — اُف رے آفت تری جدائی کی
میں جو مرتا رہوں نہ پوچھو تم — کوئی حد بھی ہے بیوفائی کی
تم ہوے بیوفا تو خیر ہوئے — میرے دل ہی نے بیوفائی کی
اور کہتے ہو کیا کیا میں نے — کج ادائی کی بیوفائی کی
غیر کے پاس بیٹھو بے برقع — انتہا ہے یہ بیحیائی کی
پیش آیا وہی بُرائی سے — ساتھ جس شخص کے بھلائی کی
دل دیا جس حسین کو میں نے — یک قلم سب نے بیوفائی کی
اُسکی صحبت میں لے چلو اُن کو — نطق لیتے ہیں پارسائی کی

نمبر ۳۰۸ — ۱۵

یاد مرقد میں بھی تیری اے پری آنے لگی — مرنے پر بھی آکے اب لاشہ کو تڑپانے لگی
راستہ ملک عدم کا سب کو دکھلانے لگی — مانگ تیری اے پری پیکر غضب ڈھانے لگی
دیکھ تو پھر کر ذرا آفت پہ آفت ہو گئی — تو چلا تو تیرے پیچھے جان بھی جانے لگی
میرے گھر تک آتے آتے پھر گئے وہ بار بار — ہائے قسمت میری بن بن کر بگڑ جانے لگی
وصل کی شب انکو شرمانا مناسب تھا مگر — میری نیت کو ہوا کیا یہ جو شرمانے لگی
دست حسرت ملکے کیا کیا اشک برسانے لگے — بعد میرے یاد جب میری وفا آنے لگی
جستجو ہونے لگی اب چاہنے والوں کی کیوں — کیا جوانی اب کسی کی جوش پر آنے لگی
بچپنا رخصت ہوا کیا آگیا انکا شباب — ناز و انداز و ادا غمزہ حیا آنے لگی
وصل کی شب آکے بیٹھے جب وہ پہلو میں مرے — شرم کو بھی پاس آنے میں حیا آنے لگی
پھر مجھے شوق محبت اندنوں ہونے لگا — کچھ طبیعت آج کل پھر راہ پر آنے لگی

سب حسین کہتے ہیں جاؤ جان جاتی ہو جہاں — یہ محبت تیری طعنے مجھکو سنوانے لگی
کثرت بادہ سے ایسی بے حجابی آ گئی — شرم بھی پاس انکے اب آنے میں شرمانے لگی
نور ایماں سے کیا روشن خدائے پاک نے — قالب تاریک میں جب روح گھبرانے لگی
کہہ گئے کیا نطق انکو دل کی بیتابی میں ہم — چین پیشانی پر آئی زلف بل کھانے لگی

نمبر ۳۰۹

اب کہاں کا گوشۂ عزلت کہانکا زہد و نطق
لطف صحبت جب طبیعت آپ کی پانے لگی

۱۷

حسن والوں میں رہا پریوں کی صحبت دیکھی — بیوفا سب ہیں کسی میں نہ محبت دیکھی
چلتے پھرتے کہیں اک حور کی صورت دیکھی — کیا کہیں تمسے بس اللہ کی قدرت دیکھی
تم کہاں حور کہاں میں نے تو صورت دیکھی — شرم بھی دیکھی حیا دیکھی نزاکت دیکھی
حشر تو حشر ہی ہے اسکا تو ہے ذکر فضول — اسی دنیا ہی میں میں نے تو قیامت دیکھی
میں تو مر مر کے بچا آپ خبر تک نہ ہوئے — جائیے جانچ لیا آپ کی الفت دیکھی
حسرت و یاس و تمنا کا ہے مدفن سینہ — دل کے ویرانے میں کس کس کی نہ تربت دیکھی
کوفت ہی میں یہ کٹی زندگی چند نفس — عیش ہی پایا نہ اک روز بھی راحت دیکھی
جس جگہ جائیے ہے خلق میں چرچا تیرا — نہ سنی کان سے ایسی نہ یہ شہرت دیکھی
آپ کیوں کرنے لگے میری تمنا پوری — کسنے عاشق کی نکلتی ہوئی حسرت دیکھی
سارے دنیا کے مزے بھول گئے اب ہمکو — لذت درد وہ پائی وہ حلاوت دیکھی
ہونٹھ چاٹا کیا میں دو دو پہر تک اپنا — چہرۂ یار میں میں نے وہ ملاحت دیکھی
جان پر کھیل کے ابرو کی محبت کی ہے — آپ نے میری شجاعت مری ہمت دیکھی
کل تھی دوستی آج ہیں وہ خون کے پیاسے میرے — ایسی دیکھی نہ محبت نہ عداوت دیکھی
کچھ لکھا کرتا ہے ہر دم ورق گل پر وہ — اپنے دیوانے کی کچھ آپ نے وحشت دیکھی
قبر تک ساتھ دیا ساتھ نہ چھوڑا اسنے — حسرت دل ہی کی بس ایک رفاقت دیکھی

آئی آفت جو کوئی اُڑ کے وہی آیا ہے ۔۔۔ ہم نے ہر حال میں اسکی یہ عنایت دیکھی

نمبر ۱۳۱	دل کا نقشہ ہی ہوا اور سے کچھ اور اے نطق کیا کہوں ایسی ہی اک موہنی صورت دیکھی	۱۵

تیری نظر کے نیچے کیا کام کر گئے ۔۔۔ مارا نہیں کسی کو مگر لوگ مر گئے

لو عاشقی میں ہم بھی تو اک کام کر گئے ۔۔۔ چوکھٹ پر اُنکی سر ہی کو دے مارا مر گئے

کچھ آج جا رہے ہیں تو کچھ پیشتر گئے ۔۔۔ جتنے تھے تیرے چاہنے والے گذر گئے

مطلب کے یار تم ہو یہ کہہ کر وہ مکر گئے ۔۔۔ چلتے چلاتے مفت کا الزام دھر گئے

کیا ہوگا داد خواہوں کا ہوگا جو اک ہجوم ۔۔۔ محشر کا نام سُنکے ابھی سے تو ڈر گئے

نیچی نگاہ شرم و حیا سے بھری ہوئی ۔۔۔ ہم اس ادا پر آپ کی ایجان مر گئے

بڑھ بڑھ کے باتیں کرتے تھے آج امتحان میں ۔۔۔ کیوں آپ کے وہ چاہنے والے کدھر گئے

اب بولنا بھی ہمسے تجھے شاق ہو گیا ۔۔۔ اللہ ایسے ہم ترے جی سے اُتر گئے

کیا پاس ہے زبان کا کیا قول کا لحاظ ۔۔۔ کہہ بھی دی کوئی بات تو کہکر مکر گئے

آئے تو بیٹھے پاس نشانی تو دے گئے ۔۔۔ اتنی تو بات مان لی اتنا تو کر گئے

تقدیر ہی بُری ہو تو اسکا جواب کیا ۔۔۔ غیروں نے کوئی بات کہی مجھسے پھر گئے

کھایا پیا نہ بیٹھے نہ کچھ بات چیت کی ۔۔۔ عہد شباب ہوا اِدھر آئے اُدھر گئے

ایسے کسی کے عشق میں دیوانے ہو گئے ۔۔۔ انسانیت سے واقعی اب ہم گذر گئے

ملنا بھی سب سے اور ہے آنا اسی کا نام ۔۔۔ بیٹھے نہ لحظہ بھر اِدھر آئے اُدھر گئے

نمبر ۱۳۲	شکوہ بتوں سے جور کا میدان حشر میں نطق عاشقی کے نام کو بدنام کر گئے	۹

کیا تجھ سے کہوں کیا دل بسمل سے لگی ہے ۔۔۔ مٹ جاؤں تری راہ میں یہ دل سے لگی ہے

آنکھ اپنی کسی حور شمائل سے لگی ہے ۔۔۔ اک نور کی تصویر مرے دل سے لگی ہے

سودا ہوا گر دل کو تو الفت کا ہو سودا
دیوانہ ہوں تیرا یہ مرے دل سے لگی ہے

کیونکر میں نہ پہونچوں وہاں کیونکر میں جاؤں
راہ عدم اس شوخ کی محفل سے لگی ہے

کچھ پر سے فدا جان ہوا ایمان تصدق
یہ جان کسے میرے وہ مرے دل سے لگی ہے

ہاں کشتۂ انداز و ادا مجھکو بنا لو
یہ بات تو مدت سے مرے دل سے لگی ہے

کیا حال کہوں سوزش پنہاں کا کسی سے
اک آگ سی تن میں مرے اس دل سے لگی ہے

جب جان گئی ہے تو ملا گوشۂ آرام
آنکھ اپنی لحد میں بڑی مشکل سے لگی ہے

نمبر ۲۱۲

اے نطق یہاں تک ہوں میں مشتاق شہادت
لو آٹھ پہر خنجر قاتل سے لگی ہے

۱۲

بات کچھ اُنسے دو بدو نہ ہوئی
پوری کچھ میری آرزو نہ ہوئی

نہ ملے وہ ہزار کوشش کی
کس جگہ اُن کی جستجو نہ ہوئی

کون دن تھا کہ رند میکش کو
طلب ساغر و سبو نہ ہوئی

جل گئے جسم و جان و قلب و جگر
ہے تعجب مگر کہ بو نہ ہوئی

ایک ہی بات اُسمیں یہ پائی
کج ادائی جو اس کی خو نہ ہوئی

تجھ سا اک دوسرا دکھا دیتے
تیری تصویر روبرو نہ ہوئی

ایسی کس کام کی بھلا طاعت
جب طبیعت ہی ایک سو نہ ہوئی

انکے کوچے میں جا کے بیٹھ گئی
خاک بھی میری کو بکو نہ ہوئی

ہجر میں کون دلدہی کرتا
اے مری موت ہائے تو نہ ہوئی

دل کی باقی ابھی سیاہی ہے
زہد و تقوے سے شست و شو نہ ہوئی

اس سے بہتر ہے جان دیدینا
زندگی کیا جب آبرو نہ ہوئی

نمبر ۲۱۳

دو دو باتوں میں رام ہوئے نطق
دو بدو اُن سے گفتگو نہ ہوئی

۲۰

یوں بھی بےچین ہم رہا کرتے — دل نہ دیتے تمھیں تو کیا کرتے

کون کہتا ہے تم وفا کرتے — جور ہی کرتے کچھ جفا کرتے

جور تم کرتے یا جفا کرتے — صدمے لیکن نہ یوں دیا کرتے

ذکر تیرا ہی ہم کیا کرتے — نام تیرا ہی ہم لیا کرتے

تجھ پر عاشق ترے مرا کرتے — حشر تک بھی اگر جیا کرتے

تم وفا کرتے یا جفا کرتے — کچھ تو اے بیکرم مہ لقا کرتے

تم ہمیں کوسنے دیا کرتے — ہم تمھارے لئے دعا کرتے

حسن والوں کو اپنے عاشق سے — دیر لگتی نہیں دغا کرتے

داستان عشق اور محبت کی — ہم کہا کرتے تم سنا کرتے

دل مرا ہو گیا تھا دیوانہ — ان کو دیتے نہ ہم تو کیا کرتے

تو نہ ملتا اگر تو نام ترا — رات دن ہجر میں جپا کرتے

دل میں الفت نہ غیر کی ہوتی — نام پر تیرے ہم مرا کرتے

تھا جو بےپردگی کا انکو خیال — میرے دل ہی میں وہ رہا کرتے

پوچھ تو لیتے آکے میری بات — دوستی کا تو حق ادا کرتے

اپنے بیمار کو جلا لیتے — کچھ دوا کرتے کچھ دعا کرتے

جانتے ہم اگر دغا دے گا — عشق تجھ سے نہ بےوفا کرتے

خیر گذری کہ آڑے آئی حیا — حشر ہی ورنہ وہ بپا کرتے

جان سو بار بھی اگر ملتی — ہم فدا ہوتے ہم فدا کرتے

اپنی صورت اگر دکھا دیتا — صدقے تجھ سے ہم ہوا کرتے

مار ہی ڈالتے وہ عالم کو — آنکھ اپنی جو تیر سا کرتے

رونا کاہے کو پھر تھا اے مشفق — کام اگر نالۂ رسا کرتے

پھر تو واجب تھی آپ کی خفگی — کوئی ہم بھی اگر خطا کرتے
ہے تمنا یہی یہی ارماں — آنکھ تلووں سے ہم ملا کرتے
میں تمنا تو اپنی کہہ دیتا — وہ نہیں کرتے اسکو یا کرتے

نمبر ۳۱۴	جان ہی دیدی ہمنے آخر نطق مرض غم کی کیا دوا کرتے	۱۵

ہوتا ہے شبہہ آپ کی اس طرز بیاں سے — سچ سچ تو بتا دیجئے آتے ہیں کہاں سے
گھبرائے بہت پھرتے ہیں اب میری فغاں سے — فرماتے ہیں وہ آگئی آفت یہ کہاں سے
ممکن ہے کہ چھپ جائے جو ہو آپکے دل میں — آنکھوں سے سمجھ لیتے ہیں سنکے نہ زباں سے
وہ ہوتے نہیں پاس تو ہے یاد ہی انکی — بہلاتے ہیں دل ہجر میں ہم یاد بتاں سے
ناز اور ادا سے ترے جو کام کہ ہوگا — تلوار سے ہوگا نہ کبھی نوک سناں سے
تہمت ہیں غلط سب مرے الزام ہیں جھوٹے — ثابت جو مگر ہو گئے تیرے بیاں سے
کوچہ جو چھٹا اسکا تو فردوس میں پہونچا — دیکھو تو کہاں لائی ہے تقدیر کہاں سے
نالوں کو جو روکے رہوں یہ ضبط کی طاقت — تبلاؤ تمھیں لاؤں تو میں لاؤں کہاں سے
ہوں لاکھ ستم لاکھ ہوں صدمے مرے دلبر — میں تیری شکایت نہیں کرنیکا زباں سے
قلب و جگر و جان و دل اور یہ تن لاغر — جلتے ہیں شب و روز مرے سوز نہاں سے
کیا دل کی ہے حالت مرے کیا قلب کی حالت — دیکھو تو ذرا دیدۂ چشم نگراں سے
جاکر تری محفل میں وہ حالت ہوئی دلکی — کیا تجھسے کہیں آئیں ہیں کسطرح وہاں سے
تم مشق جفا کیلئے دل چاہتے ہو روز — ہر روز نیا دل تمھیں ہم لاویں کہاں سے
جا تو بھی وہاں لے فلک خانہ براندز — ہر روز فسادا اک نیا اٹھتا ہے جہاں سے

نمبر ۳۱۵	یہ جان ہی دینے کو ہیں تیار ہمیشہ گھبرائے ہوئے نطق ہیں اسطرح جہاں سے	۱۱

کر گذریگا یہ بھی وہی جو دلمیں ٹھنی ہو
تم آتے نہیں جان پر اب اپنی بنی ہے
رکھتے نہیں نخوت سے قدم اپنا زمیں پر
صد شکر کہ قدرت کی تمنائیں بر آئیں
کی جسنے محبت وہ گیا جان سے اپنی
رُو کے نہ رکے گی یہ کسی طرح کسی سے
آرام یہاں لیتے ہیں الفت کے مُسافر
خط آیا ہے کیا کیا تری تقریر میں مجھکو
دل چھید گئی اک نگہ ناز کسی کی
کونین کی دولت نہیں لیتے نہیں لیتے

واقف نہیں تم نطق سے باتوں کا دھنی ہے
یہ بھی تو ہو معلوم کہ کیا دل میں ٹھنی ہے
یہ حسن کا غرہ تمھیں اللہ غنی ہے
سنتے ہیں کہ غیروں سے بھی اب ان سے چھنی ہے
اُلفت حق عشاق میں ہیرے کی کنی ہے
پیش آئے گی ہر شخص کو جو کچھ شدنی ہے
اشجار محبت کی بھی کیا چھاؤں گھنی ہے
مصرع کا مرا پیچ وہ شیریں دہنی ہے
سو فار کی ہے نوک کہ نیزے کی انی ہے
خالق کی عنایت سے طبیعت وہ غنی ہے

نمبر ۳۱۶	ہیرے کی کنی چاٹ کے مرجاؤں تو اچھا اے نطق مری جان پر اب اپنی بنی ہے	۱۹

تغافل بھی ہے اور جور و جفا بھی
نزاکت بھی ہے اور ناز و ادا بھی
اٹھا سکتا نہیں جور و جفا بھی
مرے نالو ہو کہنے کو رسا بھی
اُمید وصل شوخی سے بندھی تھی
نہ آئے وہ نہ آئی موت میری
اُڑی رہتی ہے یہ بھی وصل کی شب
مرا قاصد [illegible] ایک صبا ہے
تمنا [illegible] دل [illegible]

تمھارے ظلم کی ہے انتہا بھی
بھری شوخی بھی انمیں ہے حیا بھی
ہے دل اُس ماہ پارہ پر فدا بھی
مگر کچھ آج تک تم نے کیا بھی
مگر کمبخت آ پہونچی حیا بھی
مری قسمت سے روٹھی ہے قضا بھی
ہے میری جان کی دشمن حیا بھی
گیا بھی اور واپس آ گیا بھی
مرے پہلو میں وہ کمبخت تھا بھی

تمھارے افعیِ گیسو کا کاٹا
تمھیں کہدو کوئی زندہ بچا بھی

یہ کیا پردہ میں ہو کر بولتے ہو
اُٹھے پردہ تو کچھ آئے مزا بھی

تمھیں تم ہو یہاں ہو یا وہاں ہو
دو عالم میں ہے کوئی دوسرا بھی

کوئی مر جائے اسکا غم نہیں ہے
قیامت ہے کلیجہ آپ کا بھی

تری آنکھوں کی گردش ہی ہے ایسی
کہ گردش میں پڑے ارض و سما بھی

یہ کیا آنکھوں پہ جور و ستم ہے
جفا بھی لوگ کرتے ہیں وفا بھی

ترے رستے میں جو جو مٹ گئے ہیں
فنا کے ساتھ انکو ہے بقا بھی

زباں دینے کو کیا سو بار دی ہے
کیا ہے آج تک وعدہ وفا بھی

خدا ایسا کرے وہ دن بھی آئے
ترے رستے میں ہو جاؤں فنا بھی

نمبر ۱۳

بتوں کے لوں قدم کیونکر نہ مطلق
خوشامد سے تو راضی ہے خدا بھی

۱۱

وہ لطف وہ اخلاص و کرم آپکا کب ہے
فرمائی انکا سا مزاج آپکا اب ہے

تم میں جو نہیں ہے تو فقط رحم نہیں ہے
ورنہ جو صفت چاہیئے انسان میں سب ہے

ہم جام تمھیں سمجھے تھے پر تم جام ہیں و
اے جان جو ہاں لطف تو بیہوشی کا سبب ہے

کیا باعث افسردہ دلی پوچھ رہے ہو
پیپکا جو میں بیٹھا ہوا ہوں کچھ تو سبب ہے

آسان نہیں بوالہوس دل کا لگانا
دن رات پریشانی ہے دن رات تعب ہے

آنا جو ہو منظور تو پھر بات ہی کیا ہے
گھر بھی مرا نزدیک ہے تاریک بھی شب ہے

مجبور ہوں کس طرح کروں عرض تمنا
عادت بھی مری یہ نہیں اور سو ادب ہے

ہر وقت یہ آتی ہے صدا کان میں میرے
دل ہی میں ترے بیٹھے ہیں جو جنکی طلب ہے

اللہ ری انسانیت اللہ ری محبت
عاشق یہاں مرتا ہے وہاں عیش و طرب ہے

وہ دن بھی کبھی آئے گا وہ رات بھی ہوگی
مل جائیگی وہ چیز مجھے جسکی طلب ہے

نمبر	مصرع طرح	
نمبر ۳۱۸	افسوس کہ تم نطقؔ سے واقف نہیں اب تک آفاق میں شیدائے حسیں اسکا لقب ہے	۱۰

تقدیر میری بگڑی ہوئی تھی وہ بنگئی
دشمن سے آج اُنسے بری طرح چھن گئی

دل سے نہ یاد عارض سیمیں بدن گئی،
نہ آرزوئے بوسۂ سیب ذقن گئی

مر کر کنار قبر میں سوتے ہیں چین سے
اچھا ہوا جو زندگی پُر محن گئی

غربت میں بھی ستائے رہی رات دن تجھے
اک لحظہ بھی نہ سینے سے یاد وطن گئی

ہر بوالہوس کو اب تو ہوا شوق درد عشق
افسوس ہے کہ عزت دار و رسن گئی

ہے آج رات وصل کی اور اسقدر حجاب
شرم و حیا نہ آج بھی اے گلبدن گئی

چیں برجبیں وہ مجھسے جو اکبار ہو گیا
تا حشر بھی نہ اُسکی جبیں سے شکن گئی

کیا کہئے جس سے ملتا تھا کچھ لطف زندگی
افسوس اب وہ سوزش زخم کہن گئی

گو عمر اتنی آگئی لیکن جناب نطقؔ
یاد بتاں نہ دل سے نہ سیر چمن گئی

نمبر	مصرع طرح	
نمبر ۳۱۹	واقف نہیں ہیں نطقؔ سے کیا آپ آجتک کر گذرا اسکے جی میں جو اکبار ٹھن گئی	۱۰

دل مرا آٹھوں پہر محو خیال یار ہے
بیٹھتے اُٹھتے اُسے شوق وصال یار ہے

اک نگاہ ناز میں ہوتے ہیں بسمل خاص و عام
آنکھ جادو کی بھری سحر حلال یار ہے

عاشق اس کا ہر بشر پروانہ اسکا ہر ملک
دونوں عالم میں وہ شکل بیمثال یار ہے

مندر اور مسجد میں ہے شیخ و برہمن کا ہجوم
ہر کس و ناکس کو کیوں شوق وصال یار ہے

نام کی تو انکے رٹ تخلیق عالم ہی سے ہی
دل ازل ہی سے ہمارا پائمال یار ہے

رنگ تو یوسف رشک گل رشک پری وہ حور ہے
کس سے دوں تشبیہ میں شکل مثال یار ہے

نغمہ سنجی اسکو کہتے ہیں نہیں یہ گفتگو
بڑھکے طوطی سے بھی کچھ شیریں مقال یار ہے

برق خود و محو تجلی جمال یار ہو
حور ہو شیدا وہ حسن لازوال یار ہے

مدح مجھ ناقص سے کیا ہو سحر حسن کی | نطق عاجز ہے وہ حسن باکمال یار ہے

نمبر ۳۲۰

وہ نہیں موجود تو پیش نظر تصویر ہے
اسقدر دل نطق کا محو جمال یار ہے

۲۵

ہے شوخی تہر غمزہ اک بلا ہے | قیامت آپ کی ہر ہر ادا ہے
خلائق کا جو دل تم پر فدا ہے | تمھاری شکل ہی وہ دلربا ہے
برابر آنکھ بھی کرتے نہیں وہ | بھری یہ آنکھ میں شرم و حیا ہے
مرے دلمیں وہ شکل یوں نہاں ہے | نہیں اس سے نہ وہ مجھسے جدا ہے
زمانہ کا تغیر کچھ عجب ہے | ابھی کیا تھا ابھی پھر کیا سے کیا ہے
نہ دو دیدار اسیر دلمیں رہ کر | تمھارے جور کی بھی انتہا ہے
اگر تم پر مٹا تو مر مٹا دل | بتاؤ اس میں میری کیا خطا ہے
ہزاروں بیگناہوں کا ہے مشہد | زمیں کوئے جاناں کربلا ہے
پکاروں کس کو میں وقت مصیبت | نہیں میرا کوئی تیرے سوا ہے
ابھی پہلو میں تھا دل لیگیا کون | قیامت طرفہ تر یہ ماجرا ہے
وہ ہیں گلہائے داغ دل شگفتہ | ہمارا دل بھی باغ دلکشا ہے
پڑی جسپر وہ بسمل ہو کے تڑپا | نظر تیری ہے یا تیر قضا ہے
ذرا کوئے بتاں کی بھی تو کر سیر | تری جنت میں زاہد کیا دھرا ہے
کہیگا کوئی کیا کچھ دل میں سوچو | مروت ہے نہ کچھ شرم و حیا ہے
برا کہتا ہے واعظ رند کو کیوں | جو تیرا ہے وہ اسکا بھی خدا ہے
گلی میں انکی یہ دیکھو تو اندھیر | ہمارا دن دھاڑے دل لٹا ہے
غلط انداز نظروں سے تمھاری | مرے جاں ہر جگہ محشر بپا ہے
شب فرقت یہی دونوں ہیں مونس | ہے نالہ اور آہ نارسا ہے

تمھاری الفت اور غیروں کے ملیں | سراسر جھوٹ ہے مکر و دغا ہے

حسینوں کو نہیں معلوم اتنا | جفا کیا چیز ہے اور کیا وفا ہے

پہونچ جاؤنگا ان تک گر کے پڑتے | اگر جذب محبت رہنما ہے

عیاں ہے سرخیٔ خوں جا بجا سے | پہ کہتا کون ہے رنگ حنا ہے

فقط ہے استخواں و پوست باقی | ترے عاشق میں اب رہ کیا گیا ہے

[illegible] تم سے نہیں مجھکو کچھ ہم | خوشی حق میں ہمارے بال ہما ہے

جو تم بیزار ہو صورت سے اسکی
تو ناطق حزیں کا بھی خدا ہے

سہرا جو حسب فرمائش کسی ازدست راست ۱۸۹۵ء میں جس وقت مصنف کالج میں پڑھتا تھا لکھا گیا

گوندھ کر لائے ہیں فردوس سے رضواں سہرا | گوندھ سکتا نہیں ایسا کبھی انساں سہرا

تیری شادی کی خوشی اتنی ہوئی ہے سب کو | گاتے ہیں گلشن فردوس میں رضواں سہرا

تو نے یہ اوج دیا اسکو چڑھایا سر پر | بخت پر اپنے نہ کیوں آج ہو نازاں سہرا

موسکے تار شعاعی سے بنا ہے شاید | آنکھیں خیرہ ہیں یہ ایسا ہے درخشاں سہرا

پھول سے گال پہ یہ پھولوں کا سہرا کیا خوب | اُسپہ یہ تار شعاعی کا درخشاں سہرا

جھوم کر تیری بلائیں یہ لیا کرتا ہے | چوم لیتا ہے قدم ہو ہو کے قرباں سہرا

مختلف رنگ کے پھول اور وہ مقیش کے تار | ہو گیا رشک بہار چمنستاں سہرا

لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں نظارے کو | تو نے باندھا ہے جو یہ آج درخشاں سہرا

کیا خبر ہے تجھے اے ناز و نزاکت والے | تیرے سر چڑھ کے بہت آج ہے نازاں سہرا

سب دعا ناطق کی ہے اے ماہ منیر اب اتنی | تجھکو میمون و مبارک کرے یزداں سہرا

سہرا بتقریب شادی نور نظر لخت جگر سید محمد نور الہدیٰ سلمہ فرزند اکبر مصنف جو بدختر سید آل رسول صاحب ساکن میران بگہ ضلع گیا در سنہ ۱۹۲۲ء انجام پائی لکھا گیا

کیا خوش اسلوب ہے نوشہ ترے سر پہ سہرا — خلد سے لائی ہیں حوریں یہ بنا کر سہرا

تیرے دادا کے لئے حلۂ جنت آیا — خلد سے تیرے لئے آئے نہ کیونکر سہرا

کیا خبر تجھکو کہ برسوں میں یہ تیار ہوا — تار جاں سے ترے ماں باپ نے بنکر سہرا

تو ہے لخت جگر امّ و اب و جدائے شاہ — چاہئے تار رگ جاں کا ترے سر سہرا

ہوگیا جب کرم آل نبی آل رسول — باندھا اخلاص و محبت کا ترے سر سہرا

ہو مبارک تجھے اے نور نظر نور ہدیٰ — تیری شادی کی گھڑی اور یہ خوشتر سہرا

فرط عشرت میں کھلے جاتے ہیں سہرے کے پھول — نغمہ سنجان خوش آہنگ ہے پڑھتا ہے سہرا

یہ قران دولہ دولہن کا ہو قران السعدین — ان کی آئندہ کی خوشیوں کا ہے محضر سہرا

لائے ہیں آج یہ ہم دولہ دولہن کا جسطرح — ان کی اولاد کا کل لائیں بنا کر سہرا

نطق کو اسکی خوشی کیوں نہو اے جان پدر — اسکو پیارا ہے رگ جان کے برابر سہرا

قطعۂ تاریخ ولادت سید محمد نور الہدیٰ خلف اکبر نطق از مصنف

نطق کا فرزند جب پیدا ہوا — نور سے اسکے ہوا روشن جو گھر

نام رکھا باپ نے نور الہدیٰ — پیار سے لڑکے کا ماتھا چوم کر

فکر تاریخ ولادت جب ہوئی — یوں کہا ہاتف نے [illegible] ۱۳۲۰

قطعۂ تاریخ ولادت سید محمد عین الہدیٰ خلف اوسط نطق از مصنف

جب دیا فرزند حق نے نطق کو — اس نے نام عین الہدیٰ اسکا رکھا

فکر تاریخ ولادت جب ہوئی — کان میں اسکے یہ ہاتف نے کہا

ہو مبارک تجھکو خوش طالع پسر — لکھدے اسکو [illegible]

قطعۂ تاریخ ولادت سید محمد فخر الہدیٰ خلف اصغر نطق۔ از مصنف

پیدا ہوا نطق کا پسر ایک — نازل ہوئی جب خدا کی رحمت
فخر الہدیٰ نام اس کا رکھا — گھر بھر کو ہوئی بڑی مسرت
تب سال ولادت اس پسر کا — اُسنے لکھا پایۂ فضیلت ۱۳۳۰ھ

قطعۂ تاریخ ولادت سید محمد افتخار الہدیٰ نبیرۂ نطق۔ از مصنف

ہوگیا فضل خدا جب نطق پر — ایک پوتا اسکے گھر پیدا ہوا
کچھ نہ پوچھو کیا خوشی اسکی ہوئی — ہر طرف تھی لو مبارک کی صدا
سنۂ تولید نبیرۂ نطق نے — افتخار مہدی آخر لکھ دیا ۱۳۴۱ھ

رباعیات

ہے دونوں جہاں میں یار شہرت تیری — عزت تیری ہے اور رفعت تیری
تو ایک ہے اور جلوہ گر ہے ہر جا — وحدت میں عیاں ہے شان کثرت تیری

دیگر

اللہ اللہ رے شان رحمت تیری — پائی آدم نے شکل وصورت تیری
کیا پاک کیا خاک کو آخر کہ ملی — اک خاک کے پتلے کو نیابت تیری

دیگر

بندوں سے ہو کیا زہد وعبادت تیری — ہاں دل میں وہ رکھتے ہیں محبت تیری
کی ہے نہ عبادت تری کر سکتے ہیں — تو بخشدے انکو تو ہے رحمت تیری

دیگر

کیونکر یہ کہوں لائق تعذیر نہیں — کیونکر یہ کہوں کی کوئی تقصیر نہیں
کسوقت رہا نطق نہ تجھ سے غافل — کب دل میں رہی بتوں کی تصویر نہیں

دیگر

جب کچھ بھی نہ تھا تھی ذات تیری موجود — اے رب جہاں ذوالجلال والجود
کیونکر نہ رکھوں آس تیری رحمت کی — میں عبد گنہگار ہوں تو ہے معبود

دیگر

الفت تو ہر انسان کی فطرت میں ہے — اسکا تو خمیر اسکی طبیعت میں ہے
سب ہیچ ہیں دنیا کے مزے یاد رہے — ہے لطف اگر نطق محبت میں ہے

لعب سے بھرے رستہ کلیسہ کا لیا — اسلام سے منکر ہوئے بت کو پوجا
کر ترک وطن خاک گلی کی چھانی — سچ یہ ہے کہ اس عشق میں کیا کیا نہ کیا

دیگر

عشق و الفت سے دل چرانا بہتر — بھولے سے نہ پاس اسکے جانا بہتر
میٹھی یہ چھری ہے حق عشاق میں نطق — اس چاشنی سے زہر کا کھانا بہتر

دیگر

کیا بات کا غم ہے مجھے سودا کیا ہے — معلوم نہیں میری تمنا کیا ہے
ہے اول عشق میں یہ حالت میری — آئندہ نہیں جانتا ہونا کیا ہے

دیگر

ان حوروں کی جانب کوئی رغبت کرے — مر جائے کسی سے مگر الفت نہ کرے
بد اُنس حسینان جہاں ہیں سارے — انسان کسی سے بھی محبت نہ کرے

دیگر

عالم میں عجب نسخۂ تسخیر ہے خلق — اقبال کے خورشید کی تنویر ہے خلق
دولت عزت حکومت اس سے حاصل — اے نطق حقیقت میں وہ اکسیر ہے خلق

دیگر

ہر بات میں لڑ پڑنے کی عادت چھوڑو — للہ اجڈ پنا جہالت چھوڑو
بھڑکا نہ کرو شعلہ بھبھوکا بنکر — ہو خاک اگر آگ کی خصلت چھوڑو

دیگر

دن رات خیال کرم عام رہے — داد و دہش و جود سے بس کام رہے
ایسا نہ ہو مر جانے پہ اے نطق ہو ہو — دن رات لب خلق پہ دشنام رہے

دیگر

حاصل ہیں تمھیں گرچہ خدم اور حشم — دل خوش ہے کسی بات کا تمکو نہیں غم
اس بات کا للہ تکبر نہ کرو — دنیا ہے یہاں پھونک کے رکھنا ہے قدم

دیگر

دو دن کی فقط رہی شادمانی ہمکو — تھا عارضی لطف زندگانی ہمکو
اب خاک ملے لطف ہمیں جینے کا — پیری میں ملی چھوڑ جوانی ہمکو

دیگر

اللہ اللہ وہ شادمانی میری — جس وقت کہ آئی ہے جوانی میری
آخر کو جھلک دکھا کے ایسی چلدی — برباد ہوئی یہ زندگانی میری

دیگر

کچھ ہمکو مزہ نہ زندگانی کا ملا — کچھ لطف نہ عیش و کامرانی کا ملا

جب ہوش سنبھالا تو پڑا بوجھ ایسا — خط نطق ہمیں نہ کچھ جوانی کا ملا

دیگر

کیا نقش برآب تھی جوانی میری — بیداری کا خواب تھی جوانی میری
اک لہر میں دریائے تفکر کی مٹی — ایسی ہی حباب تھی جوانی میری

دیگر

کیا ایک حباب تھی جوانی میری — یا نقش برآب تھی جوانی میری
یوں آن کی آن میں ہوئی ہے غائب — کیا تیر شہاب تھی جوانی میری

دیگر

پرجوش کمال تھی جوانی میری — کیا دم کا وبال تھی جوانی میری
دیکھا نہیں لیکن اس کو آتے جاتے — اک خواب وخیال تھی جوانی میری

دیگر

اک برق مثال تھی جوانی میری — بدانس کمال تھی جوانی میری
کچھ دن بھی مرے پاس نہ ٹھہری اے نطق — کیا خواب وخیال تھی جوانی میری

دیگر

کیا باد کا جھونکا تھی جوانی میری — کھلنا ہی نہیں کیا تھی جوانی میری
اک سنگ حوادث کا لگا ٹوٹ گئی — مٹی کا کھلونا تھی جوانی میری

دیگر

بدانس سراپا تھی جوانی میری — بیدردی کا پتلا تھی جوانی میری
کب آکے گئی دیکھا نہیں نے اسکو — کیا باد کا جھونکا تھی جوانی میری

دیگر

بیکار گئی یہ زندگانی افسوس — دو دن بھی ملی نہ شادمانی افسوس
کچھ دن بھی دیا نہ ساتھ اپنے میرا — پیری میں گئی چھوڑ جوانی افسوس

دیگر

کیسا ہے یہ خواب ناز غفلت ہیہات — کیا گھیرے ہوئے ہے انکو نکبت ہیہات
پستی میں پڑے ہیں اور حس کچھ بھی نہیں — ہیہات مسلمانوں کی حالت ہیہات

دیگر

در حسن ز گل غنچہ نشگفتہ بہ — از سفتہ درے گوہر ناسفتہ بہ
ایں قول محقق است پیش عقلا — لفظے کہ نکو نہ بود ناگفتہ بہ

دیگر

کیونکر کہیں ہم اسکو کہ فرزانہ ہے — وہ عقل وخرد سے صاف بیگانہ ہے
بے مہر و وفا ہے زال دنیا اے نطق — مجنوں ہے جو اس لیلے کا دیوانہ ہے

دیگر

نہاں ہوئے نطق تم اب کے دن کے
بتلاؤ ذرا شمار گن کے
یہ عمر شریعت اور بتوں کی الفت
رندی نہیں شایاں کبھی اس سن کے

دیگر

حالت ہے جو عیار کی دیکھی بھالی
دن رات فلک پہ ہے دماغ عالی
کیونکر نہ بچے ایسوں سے بتاؤ اے نطق
بجتی ہے سدا دونوں ہی ہاتھوں تالی

دیگر

اس امر میں ہر شخص ہے غلطاں پیچاں
جو لوگ مسلمان ہیں در بزم جہاں
خود علم و ہنر مال و درم سے خالی
ہے فخر کہ بودہ پدر من سلطاں

دیگر

خوبان جہاں کی لن ترانی دیکھی
بلبل کی ہزار داستانی دیکھی
اے نطق یہ خواب تھا جو آنکھیں کھولیں
ہر شے کی حباب زندگانی دیکھی

دیگر

ہم کہتے نہیں کوئی مسیحا ہوتا
پرسش ہی کو بیمار کی آیا ہوتا
آ پڑتی ہے جب کوئی مصیبت اے نطق
سچ ہے کہ نہیں کوئی کسی کا ہوتا

دیگر

دنیا سے سفر عدم کا کرنا بہتر
اے نطق جہاں سے گذرنا بہتر
جب روح رواں کو کوئی راحت نہ ملے
اس طرح کی زندگی سے مرنا بہتر

دیگر

دولت حشمت نہ کچھ خزینے کا ہے
دنیا میں تو لطف کھانے پینے کا ہے
جب دانت نہیں تو لطف کھانے کا کہاں
کیا فائدہ نطق ایسے جینے کا ہے

دیگر

عزت سے رہو ہوس جو جینے کی ہے
بے آبرو روش کمینے کی ہے
کیا قدر جہاں میں ہے اسکی نطق
اتری ہوئی آب جس نگینے کی ہے

دیگر

کیا تم سے کہوں کہ حال اب کیسا ہے
جس حال میں رکھے وہ ہوں زیبا ہے
ضبط اچھی نہ بیقراری اچھی
راضی بہ رضا ہو کے رہوں اچھا ہے

دیگر

کیا چیز محبت بھی ہے ماشاء اللہ
اک نعمت پر لطف ہے خالق ہے گواہ
وہ لذت درد و حظ آہ و نالہ
عاشق کے سوا کوئی نہیں ہے آگاہ

دیگر

جو وقت ملے اسے غنیمت تو جان
ہر لحظہ کو اک خدا کی رحمت تو جان

جو کام کہ کرنا ہے اُسے کل پہ نہ ٹال
دو چار رہی ساعت کی ہی مہلت تو جان

دیگر

ہے اُنس تو انسان کے آب و گل میں
کیونکر نہ محبت ہو بشر کے دل میں
جس دل میں محبت نہ ہو پھر فرق ہی کیا
ایسے دل بیدرد میں اور اک سل میں

دیگر

ان پریوں کے سمت کوئی رغبت نہ کرے
مرجائے مگر ان سے محبت نہ کرے
لکھا ہے کسی کی لوح تربت پہ یہ
انسان کسی سے مہر و الفت نہ کرے

دیگر

ابنائے زماں جانتے ہیں سب ہمکو
ہیں نخ و ظلف کے ریا دکرتب ہمکو
اسپر یہ تماشا ہے کہ اللہ اللہ
سمجھا ہے عدو بچۂ مکتب ہمکو

دیگر

کوشش ہے مٹے جہان سے نام اسلام
کھینچے ہیں عدو نے اسلئے تیغ و حسام
بیکار ہیں کوششیں اس سے کہدو
مٹنے کا نہیں نام یہ تا روز قیام

دیگر

دیکھو تو جہان نے لی ہے کیسی کروٹ
تیار ہوئی ہے قوم کیسی جھٹ پٹ
آزادی کی طالب ہے یہ کھلم کھلا
بیٹھے جو کوئی ناچنے کیسا گھونگھٹ

دیگر

پیری پہونچی شباب رخصت ہو اب
دنیا کی سیہ کاری سے فرصت ہو اب
اے نطق کرو بیٹھ کے اللہ اللہ
جو دم کہ گذرتا ہے غنیمت ہو اب

دیگر

دنیا سے لگا دل نہ اگر دانا ہے
عالم یہ مسافر کا سرا خانہ ہے
اس ہستی ناپید میں دو دن ہے قیام
سب چھوڑ کے آخر کو چلا جانا ہے

دیگر

اے نطق نہ ان آنکھوں نے کیا کیا دیکھا
بد اُنسی و کج خلقی کا نقشہ دیکھا
جو دوست تھے دشمن وہی نکلے آخر
دنیا کا عجب ہمنے تماشا دیکھا

دیگر

حسن اور محبت میں کبھی میل نہیں
عشق صنم سنگدل کا کھیل نہیں
آنکھوں میں حسینوں کی مروت توبہ
دیکھا جو بہت تو ان تلوں تیل نہیں

دیگر

خوش ہوتا تھا کیا نفس دغائی میرا
مداح جو ہوتا تھا فدائی میرا
بخشا تو فقط اُسکے کرم نے بخشا
کام آیا نہ کچھ زہد ریائی میرا

سمجھے ہی نہیں کچھ حق و باطل کیا ہے
جانا نہیں معصیت میں داخل کیا ہے
غیبت نخوت سے دل جو خالی نہوا
پھر صوم و صلوۃ و حج کا حاصل کیا ہے

دیگر

دن رات پریشانی ہے دن رات ملال
ہے عیش و مسرت کی گھڑی خواب خیال
گھبرائی ہے دنیا سے طبیعت ایسی
دو روز کا جینا بھی مجھے اب ہے وبال

دیگر

کیوں بیاہ کا نام خانہ آبادی ہے
میری تو سمجھ میں خانہ بربادی ہے
دن رات ہے کوفت خانہ جنگی ہر وقت
بےفکری ہے اب وہ نہ وہ آزادی ہے

دیگر

پستی میں گرا جو بحر شان میں ڈوبا
کی جس نے سرکشی جہان میں ڈوبا
پرواز ہے مرغ خاکساری کا بلند
اونچا جو ہوا تو آسمان میں ڈوبا

دیگر

دنیا میں تو کیا کہوں کہ دیکھا نہ ملا
دونوں عالم میں کوئی تجھ سا نہ ملا
مجھ عبد گنہگار پر اتنی شفقت
حق یہ ہے کسیکو ایسا مولا نہ ملا

دیگر

اے نطق وہ پُر لطف ہے چاہت کا مزا
ملجائے کسی کو اگر الفت کا مزا
مٹی میں ملے خاک بھی وہ ہوجائے
دل سے نہیں جاتا ہے محبت کا مزا

دیگر

الفت میں ہوئی یہ زندگانی برباد
افسوس گئی مری جوانی برباد
کیں کوششیں راہ پر نہ آیا وہ پری
کیا میری گئی ہے جانفشانی برباد

دیگر

جائیگی ابھی یہ لن ترانی برباد
ہو جائیگی اس کی جانفشانی برباد
ممکن نہیں کھینچ لے وہ اسکی تصویر
سب جائیگی جد و جہد مانی برباد

دیگر

میں نے مانا کہ تمکو دولت بھی ملے
عزت بھی ملے جہاں میں شہرت بھی ملے
کب فائدہ تمکو ان سے حاصل ہوگا
یہ سب جو ملیں تو تمکو صحت بھی ملے

دیگر

اولاد کا ہونا ہو اگر شاق درست
دنیا میں رہے مرد اگر طاق درست
لڑکوں کی ہے آجکل کے حالت ایسی
آداب درست انکے نہ اخلاق درست

دیگر

کس سے کہوں ہائے میں مصیبت دل کی
فرقت میں جو ہوگئی ہے حالت دل کی

یہ سو کٹورے کے اسطرح ہوا ہے لاغر — ہے خون کا دھبہ یہ ہی صورت دل کی

واسوخت

اسکے بارہ بند زمانہ طالب علمی میں جبکہ مصنف نے انٹرنس کا امتحان ۱۹۰۵ء میں دیا تھا لکھے گئے اور بقیہ ۱۹۰۶ء میں لکھے گئے ہیں

تاکجا جور و ستم تیرے سہیں اے بدخو — بھولکر نام ہمارا نہیں لیتا اب تو
محفل عیش ترے شرح ہو اور جام و سبو — رات دن رہتے ہیں اغیار ترے ہم پہلو
تاکجا خون جگر دل کے پیتے رہیں ہم — تاکجا شوخی قسمت کا کریں ہم ماتم

یہ تو سچ ہے کہ ہیں معشوق سبھی بدکردار — جنگ جو اور جفا کار ستمگر عیار
اپنے وعدے سے مکر جاتے ہیں یہ سو سو بار — قتل پر رہتے ہیں جلاد ہمیشہ تیار
ظلم پر ہر گھڑی ہر آن تلے رہتے ہیں — دفتر جور و ستم انکے کھلے رہتے ہیں

تجھسا لیکن نہ جہاں میں کوئی ہوگا بے پیر — بے سبب جور ہوا پیر کہ جو ہو بے تقصیر
ہو خطا غیر کی لیکن ہو ہماری تعزیر — اپنی قسمت کا یہ لکھا ہے ہماری تقدیر
ہم رہیں دل سے فدا جان تو قرباں کریں — بھولکر اسکا کبھی آپ نہ دھیان کریں

ہم تو وہ تھے کہ حسینوں سے رہا کرتے تھے دور — دھیان میں بھی نہیں لاتے تھے پری ہو یا حور
انکی صورت سے تو کیا نام سے انکے تھے نفور — انکی صحبت سے گریزاں تھے بسان کافور
انکی صورت نہ ہمیں کبھی نظر بھاتی تھی — انکی صحبت ہمیں بیہودہ نظر آتی تھی

جب کبھی حسن بتاں کا کہیں چرچا ہوتا — ایسی باتوں سے اٹھا تھا بہت الجھیڑا
ذکر ایسا جو کبھی بزم احبا میں چھیڑا — بھولکر بھی تو قدم اس بزم میں ہرگز نہ رکھا
میں جو سنتا تھا کہ مرتا ہے کسی پر کوئی — سخت حیرت تھی کہ مرجاتا ہے کیونکر کوئی
اپنی قسمت سے خبردار نہ تھا میں [illegible] — ایک دن سامنے کبھی سر پہ مری آ گئی بلا

تیری الفت نے دیے مجھکو وہی دن دکھلا
ہائے افسوس مجھے اُسنے کہیں کا نہ رکھا

سوز و رنج و الم تیری لگاوٹ نے کیا
مرجھی جور و ستم تیری بناوٹ نے کیا

پھانسنے کو مرے کیا کیا نہ بنائیں باتیں
مجھکو بہلا دینے کی کیا کیا نہ نکالیں گھاتیں

نقش و تعویذ میں منت میں کٹیں کیا راتیں
رات کی نیند کو آرام کو ماریں لاتیں

باتیں کیا کیا نہ بناوٹ کی بنائیں تو نے
راہیں کیا کیا نہ لگاوٹ کی نکالیں تو نے

آخر الامر دعاؤں کا ہوا تیری اثر
جان کا ہوش رہا مجھکو نہ کچھ تن کی خبر

عقل و دانش خرد و ہوش ہوئے گم یکسر
چاہِ الفت میں گرا آہ میں اندھا ہوکر

یہ نہ سمجھا کہ برا ہے مگر انجام اسکا
خون عاشق کو رلانا ہی سدا کام اسکا

تجھ سے جس دن میں ڈرتا تھا وہ دن آ پہنچا
تم نے کچھ دن بھی نہ الفت کا طریقہ برتا

لگ گیا تھوڑے ہی دن میں مجھے اندیشہ فزا
محمل عیش مری ہو گئی گرداب بلا

چھیڑ کرنے کیلئے ہر گھڑی تیار ہوئے
جان سے لینے کو تم درپئے آزار ہوئے

غیر سے ملتے ہو تم جیسے کہ بیاں اکثر
میں مروں یا کہ جیوں تمکو نہیں اسکی خبر

سچ ہے خوب سمجھے ہو یار سمجھ کر آتے ہو پر
میں تو یہیں سیر سے تو ماتم سے بھی کرتی ہو حذر

کیا محبت کا مروت کا تقاضا یہی ہے
دیکھیں سوچو تو کہ الفت کا طریقہ یہی ہے

کچھ بھی غیرت ہے تمہیں پاس لحاظ اصلاً نہیں
آنکھ میں تیری مروت کی جگہ خاک نہیں

غیر سے ملنے میں ذرہ بھی تجھے باک نہیں
یہ مثل سچ ہے کہ کیا کھائے جو ناک نہیں

کلمہ پڑھنے لگا غیر کا افسوس یہ ہے
تجھکو تو غیر سمجھنے لگا افسوس یہ ہے

بزم اغیار میں رہتے ہو رہو اچھا ہے
ہمکو اس بات کی سمجھو تو کیا پروا ہے

لکھنؤ گو نہ رہا پھر بھی ابھی اتنا ہے
ایک سے ایک حسین حسن میں وہ یکتا ہے

کوئی زہرہ تو کوئی چاند کوئی مریخ ہے
کیا نیا رنگ نیا روپ نئی سج دھج ہے

آپ کیا سمجھے کہ دنیا میں حسین صرف ہیں آپ ہی
نہ الی ہیں ناک تو زہرہ جبین صرف ہیں آپ

زیب زینت دہ گلزار میں صرف ہیں آپ
خاتم حسن کے بس ایک نگیں صرف ہیں آپ

نہ یہ ہے حسن کسی میں نہ یہ رعنائی ہے
آپ ہی آپ ہیں بس خلق خدا خالی ہے

آنکھ تو کھولو ذرا مشفق من دیکھو تو
کتنے موجود ہیں گل رشک چمن دیکھو تو

کتنے اس شہر میں ہیں غنچہ دہن دیکھو تو
حور وش زہرہ جبیں توبہ شکن دیکھو تو

کوئی ہے رشک قمر کوئی ہے رشک خورشید
ہے جبیں مہر تو ابرو ہیں ہلال مہ عید

یہ نہ سمجھو کہ زمانے میں ہیں بس اک حور
بندہ پرور ہو معاف احقر عاجز کا قصور

آپ سے بڑھ کے زمانے میں ہزاروں ہیں حضور
سیمبر سیمتن و رشک پری پیکر نور

کوئی غارت گر ایماں تو کوئی کافر ہے
ساتھ اس حسن کے سیرت بھی عجب نادر ہے

عاقل اپنے کو کہا کرتے ہو تم نام خدا
کیا تعجب ہے کہ اتنا بھی نہ تم نے سمجھا

ایک کو ایک پر اللہ نے فضل ہے کیا
دیکھ لو کھول کے قرآن ہے شاہد اسکا

دہر میں ہے تو انجم سے قمر ہے بہتر
ہیرا گو لعل سے تو شیشے سے گہر ہے بہتر

میں بھی پیدا کروں اسطرح کا اک ماہ لقا
دیکھ لیں اسکو فرشتے تو کہیں صل علےٰ

حسن ظاہر میں ہو وہ نور کے سانچے میں ڈھلا
حور شیدا ہو پری شیفتہ غلماں ہو فدا

صنعت خالق برحق کا نمونہ ہو وہ
ہو بہو نور سماوات کا چربا ہو وہ

دیکھ کر اسکو حسیں بولیں کہ ماشاء اللہ
حسن اس کا وہ قیامت ہے کہ خالق کی پناہ

حسن یوسف بھی نہیں ایسا تھا خالق ہے گواہ
آدمی ہے کہ زمیں پر اتر آیا ہے ماہ

منہ لگاؤں تجھے ربط بڑھاؤں اس سے
دل کے ارمان شب و روز نکالوں اس سے

باتیں اخلاص کی ہوتی رہیں ہر لحظہ بہم
ہو نمودار نہ دل پر کبھی آثار الم

نہ غم و درد کسی کو ہو نہ کالے کا غم
محفل عیش رہے دور ہو بزم ماتم

مئے الفت سے تر شب روز میں سرشار رہوں
دل تو اسیر ہو فدا تجھ سے میں بیزار رہوں

تو جو آنے کو کہے میں نہ ملا دل تجھکو
خود جو آجائے سر بزم اٹھاؤں تجھکو

جسقدر تو نے جلایا ہے جلاؤں تجھ کو — خوب دل کھول کے ہنس ہنس کے رلاؤں تجھکو
کوئی یاور نہ ہو رو رو کے جو فریاد کرے — اپنے کردار کو اے بت تو بہت یاد کرے

پاؤں پر سر رکھے روتا جو رہے آٹھ پہر — اسکی جانب کا تری ہمت نہ پھیرو نہیں نظر
بلکہ غصے میں ہیں نوکر سے کہوں جھلا کر — ہاتھ گردن میں لگا کر اسے کر دے باہر
لاکھ منت کرے جھنڈا نہ چھوٹے تیرا — ہاتھ تو پکڑے اگر ہاتھ مروڑے تیرا

سنکے پہلے تو ہوا جامے سے اپنے باہر — سخت و سست اسنے کہا مجھکو بہت جھلا کر
خاک پر لوٹنے آخر وہ لگا مثل شرر — دست بستہ یہ لگا کہنے وہ بادیدۂ تر
کیوں خفا آپ ہیں بتلائیے تقصیر مری — پہلے تقدیر سے سن لیجئے تقریر مری

بدگمانی ہے غلط آپ کی بیجا ہے خیال — اصلیت کچھ بھی نہیں اسکی کہ جسکا ہے ملال
یہ بھی ہے اک فلک تفرقہ پرداز کی چال — بخدا ورنہ ہے ہر ایک سے جسم کا بال
کھانے ہیں سب کی قسم غیر کو دیکھا بھی نہیں — آجتک پاؤں کبھی گھر سے نکالا بھی نہیں

کہہ کے یہ ہاتھ بڑھا کر وہ گلے سے لپٹا — جوش الفت میں لیا میری جبیں کا بوسہ
لب سے لب ملنے لگا منہ میں زباں دینے لگا — آخر الامر مرے دل کو بھی پیار آہی گیا
اسکو لپٹا کے گلے نطق بہت پیار کیا — بوسہ رخسار کا اس ماہ کے سو بار لیا

قطعۂ تاریخ از شاعر باکمال عالم بےمثال جناب حکیم مولوی محمد ضمیر الحق صاحب قیس اسوی

یہ سرمایۂ ناز نطق سخنور — دکھاتا ہے طبع رسا کی روانی
ہویدا ہر لفظوں سے شان تجسس — عیاں حسن ترکیب سے نکتہ دانی
سلاست کہیں ہے تو مقبول دوراں — متانت کہیں ہے تو پاک از گرانی
غزل۔ مرثیہ۔ جستہ۔ سوخت سب میں — بھری ہے قیامت کی رطب اللسانی

سیاہی تحریر کحل البصر ہے
بیاض ورق عکس نور معانی

خبر اسکے مطبوع ہونیکی ہمدم
سنی قلیس نے دوستونکی زبانی

ہوئی مجھکو بھی تاریخ لکھنے کی خواہش
کہ مدت سے ہے ترک شیوا بیانی

مگر پاس خاطر سے مجبور ہو کر
بہر طور طاعت کی جب دل میں ٹھانی

تو برجستہ یہ مصرع سال پایا
چھپا نطق مشفق کا دیوان ثانی

قطعات سال طبع دیوان دوم مولوی سید محمد اسمٰعیل نطق اعجاز رقم شاعر فصیح عالی ہمم دام اقبالہم
از قلم رسائے سید محمد امیر حسن ہمہ سخ سپرد ہیچمدان خاکپائے ارباب کمال تارک خیال
عالی دودمان جہاں

جناب نطق مشفق واد بیے
حلی بند عروس گلشن نظم

زروز طبع و فکر عرش پیما
چہ خوش ترتیب داد این مخزن نظم

ثمر ریزی نخل فکر بنگر
بیا اے خوشہ چین خرمن نظم

خوشا اعجاز ور فکر عالی
بدستش موم گشتہ آہن نظم

درخشاں مطلع اش خورشید رخشاں
زفرط نور مہر روشن نظم

زفیض دود شمع فکر روشن
درافشاں است ابر بہمن نظم

مرد بیضا چوں موسیٰ عمراں
ببین این جلوہ زار ایمن نظم

تو ہمہ رنگینی گلہائے مضمون
خوشا شوخی شوخ پرفن نظم

زفیض شیخ سحاب افکار رنگیں
پر از گلہائے معنی دامن نظم

چہ بینی گر نہ ہم چشم کلیمی
تجلی زار دشت ایمن نظم

زفیض صد صد سرو قد جاناں
شدہ دامان محشر دامن نظم

شدہ فکر گل تاریخ
چو کردم قصد سیر گلشن نظم

ز شاخ خامہ شگفتہ گل
بہار دل فروز گلشن نظم

دیگر

شاعر معجز بیاں جادو رقم
نطق خوشگو غیرت مرزا امیر

داد خوبش ترتیب دیوان دوم
آفریں گفت از لب مرقد امیر

اختر گردون رفعت نقطہ اش
مطلع اش چوں مطلع مہر منیر

اے خوشا ایں نظم اسمٰعیل نطق
مستنیر از مطلع اش فکر منیر

نطق اعجاز آفریں نطق بیاں
روح پرور ہست چوں نظم منیر

شمع فکرش نور افشاں شد بہم
مہر رخشاں فلک شد مستجیر

میکند کسب ضیا شام و سحر
از سواد نظم او نظم منیر

مصرعۂ تاریخ طبعش بدر گفت
گوہر یکتا کلام بے نظیر

۱۹۲۵ء

دیگر

حاصل فکر فلک پیمائے نطق
کلیات نظم رنگیں دلفریب

چاپ شد اینک بشہر لکھنؤ
اے خوشا ایں نظم شیریں دلفریب

سطر سطرش رو کش زلف بتاں
حرف حرفش صنعت آگیں دلفریب

بدر گفتم مصرعے در سال طبع
مخزن اشعار رنگیں دلفریب

۱۹۲۵ء

دیگر

داد خوش ترتیب اینک نطق دیوان دوم
لولوئے لالائے معنی را بہ سلک نظم سفت

از چمن زار سخن حشو و زواید دور کرد
از ریاض معنیٔ رنگیں خس و خاشاک رفت

دید محو فکر تاریخش مرا پیر خرد
سال طبعش مخزن اشعار سید بدر گفت

۱۳۴۳ھ

دیگر

داد ترتیب چو نطق خوش گو ۔ بر رایں نظم نفیس و بے عیب
گل تاریخ شگفت از کلکم ۔ چمن نظم سلیس و بے عیب

۱۳۴۴ھ

دیگر

چھپ کے جب نطق کا دیواں نکلا ۔ بولے سب قابل تحسین یہ ہے
دائرہ اور نقاط زیبا ۔ ماہ نو وہ ہے تو پروین یہ ہے
لکھی تاریخ ز روے انصاف ۔ سخن نادر و رنگیں یہ ہے

۱۳۳۲ فصلی

دیگر

کیا خوب ہے نطق کا کلام شیریں ۔ ارباب سخن میں آج وہ ہے یکتا
گنجینۂ دُر سخن کا کیونکر نہ کہوں ۔ دیوان دوم ہے موتیوں کا دریا
بنگلہ سنہ طبع میں نے لکھا ایدر ۔ بے مثل ہے کلیات نادر زیبا

۱۳۳۳ بنگلہ

دیگر

کلام نطق چوں مطبوع گشتہ ۔ شنیدہ ہر کہ او تحسیں بگفتہ
بگوشم ملہمے از اوج گردوں ۔ خوشا دیوان نو رنگیں بگفتہ

۱۳۵۴ محمدی

دیگر

نطق شیریں سخن وحید زمن ۔ سفتہ نازش اولو الالباب
طبع بہ نمود کلیات دوم ۔ بہر خوشنودی دل احباب
[illegible] کردم رقم سنہ سمبت ۔ مخزن نظم گوہر نایاب

۱۹۸۲ سمبت